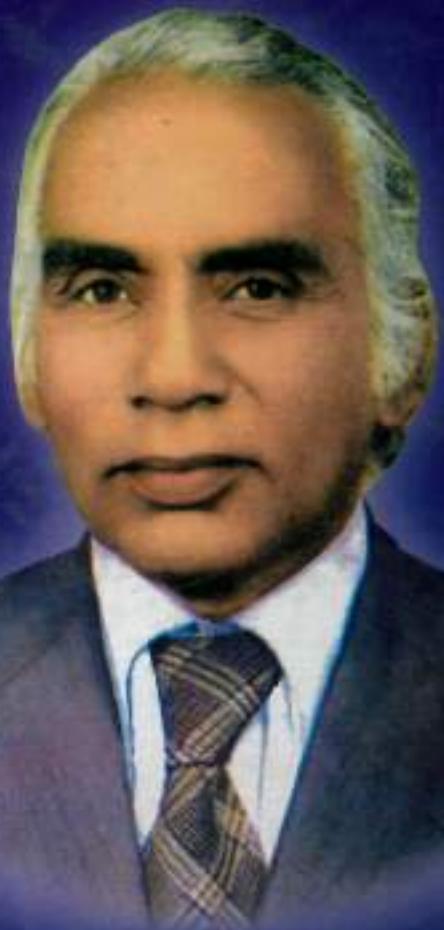


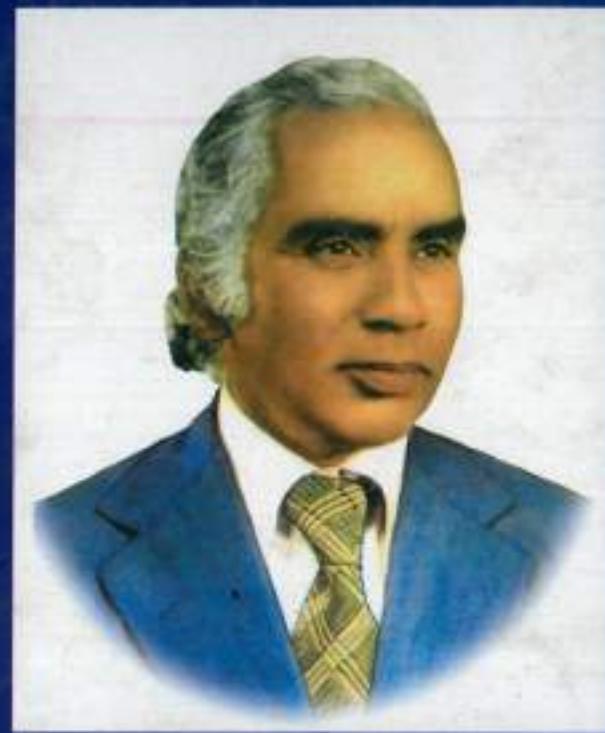
ڈاکٹر فرمان فتح پوری؛ بطور غالب شناس

سید رضا فتح و حیدر

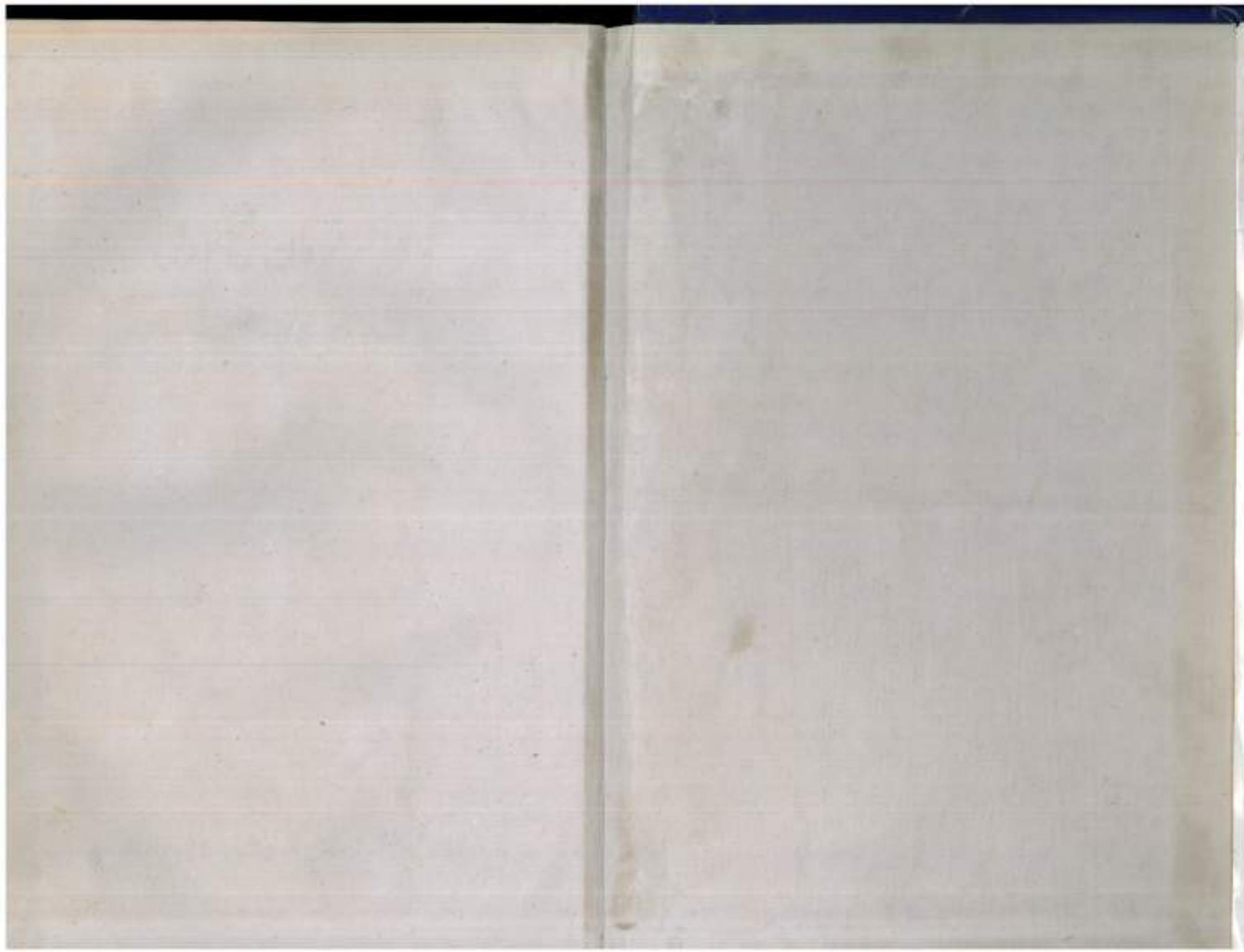


ڈاکٹر فرمان فتح پوری بطور غالب شناس

ب-ج-۱



" غالب شاعر امروز و فردا" ہی کے حوالے سے اس کی اشاعت کے وقت میں نہ کھا تھا کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے جس تو اڑا اپنہاں کے ساتھ تقدیم اور تحقیق کو اپنا خلیل اور شعار بنایا ہے، اس کی کوئی دوسرا مثال ہماری کسی یونیورسٹی کے کسی اردو شعبے سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ غالب سے فرمان صاحب کو ایک گوئہ شفقت ہے۔ غالب پر ان کی یہ کتاب ان کے اتنی مدد الصریح کا مظہر ہے۔ پندرہ مقالات پر مشتمل اس کتاب کے بعض خالص تحقیقی مضامین غالب کی کے بارے میں تین معلومات کے حامل ہیں۔ بعض ایک نئے تقدیمی زاویے سے غالب کے تحقیقی گوشوں کو سامنے لاتے ہیں اور بعض مضامین میں تحقیق و تقدیم و نووس کے خوشنگوار امتزاز قابل قدر تائیک اخذ کے گئے ہیں۔



ڈاکٹر فرمان فتح پوری

--- بطور غالب شناس ---

سیدہ افصح وحید

ابلاغ پبلشرز، مین مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

انتساب

”ماں جی“ اور ”ابا جی“
کے نام

سلنگی دھوپ گھنی چاندنی سی ہوتی ہے
تمہارے ساتھ یہ دنیا نئی سی ہوتی ہے

سیدہ افبح وحید

ڈاکٹر فرمان فتح پوری، بطور غالب شناس

مقالات برائے ایم اے (اردو)

سیدہ افبح وحید

ناشر: محمد جبیل الجی خاں

سرور ق: کامران ہاشمی

کپڑہ گل آرٹ: ریاض محمود الجیم (مولانا گرنج) لاہور

قیمت: ۳۰۰ روپے

یکے از مطبوعات:

ابلاغ پبلیشورز، میں مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

مکمل محتوا:

۱	سیدہ افسوس وحید	دیباچہ	☆
۲	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	تصویر اور حکس	☆
۳	نقد، ادب اور غالب۔۔۔ میرا عقیدہ	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	☆
۴			
۵	۱۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔۔۔ سوائی جاک	۱	
۶	۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔۔۔ گردار اور شخصیت	۲	
۷	۳۔ پاکستان میں غالب شاعری کی روایت، تجسس ۱۹۵۲ء تک	۳	
۸	۴۔ ” غالب، شاعر امروز و فردا“ کا تجزیہ اتنی مطالعہ (۱)	۴	
۹	۵۔ ” غالب، شاعر امروز و فردا“ کا تجزیہ اتنی مطالعہ (۲)	۵	
۱۰	۶۔ ” تنا کا دوسرا قدم۔۔۔ اور غالب“ ۔۔۔ ایک جائزہ	۶	
۱۱	۷۔ شرح دیوان غالب اردو، فرمان صاحب کا تازہ علمی کارنیوں میں۔۔۔	۷	
۱۲	۸۔ بسلیز غالب، ڈاکٹر فرمان کے غیر مرتب مقالات	۸	
۱۳	۹۔ غالبات سے متعلق ڈاکٹر فرمان کے تبصرے	۹	
۱۴	۱۰۔ متحارقات، متعلق پر غالب اور ڈاکٹر فرمان	۱۰	
۱۵	۱۱۔ بلور غالب شناس ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مقام و مرتبہ	۱۱	

نیمر اول: غالب، شاعر امروز و فرد اپر سید و قارئ نظم کی ایک اہم نگارش ۱۹۵
 ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شاعری تحریر: ڈاکٹر سید مصین ازطمیں ۲۰۲
 کتابیات BIBLIOGRAPHY

دیباچہ

سیدہ افضل وحید

ایم۔ اے (اردو) سال اول کے نئے کے پیش نظر مجھے مقالہ تحریر کرنے کا جواز اور اعزاز مل جس کا موضوع ڈاکٹر سید مصین ازطمیں کی رہنمائی میں "ڈاکٹر فرمان فتح پوری بطور غالب شاعر" تجویز کیا گیا۔ غالبات سے متعلق یہ مقالہ ہیرے لئے باعثِ افتخار بھی تھا اور وجہِ اطمینان بھی۔ چند سال قبل ایم۔ اے (اردو) کرنے کا سوال یہ ہیرے لئے بھیجی از قیاس تھا لیکن پھر گورنمنٹ کا نجی لاہور میں علی بندیوں کے حامل تھیں ادارے میں ایم۔ اے (اردو) کی طالبہ کی دھیشت سے تھیں اور اکتساب کی سہولت، اب ایک خواب کی ہی بات معلوم ہوتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب شاعری اور غالبات کے حوالے سے ان کی وسیع اختری اہل نظر اور خصوصاً غالب نہوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی غالب پسندی کا ذکر کرتے ہوئے غالب پر اپنی چلکی کتاب " غالب، شاعر امروز و فرد " کے سر آغاز میں لکھتے ہیں کہ:

"اپنی ذات کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ (غالب کی) بہ جہت وہ کیر پڑھیت سے میرا طفل صرف وہی نہیں، جذباتی بھی ہے اور آج سے نہیں، شروع یہ سے ہے، تو یہ کوئی کئی بات نہ ہوگی۔"

ڈاکٹر فرمان فتح پوری غالب کے دعویٰ ہات:

گر شعر و خلی بہر دھر آئیں بودے
 دیوانِ مرا شہرت پر دین بودے
 غالب اگر این فن خن دیں بودے
 آس دیں مرا ایں کتاب آئیں بودے

پر اسی وقت ایمان لے آئے تھے جبکہ

"مجتوں ام اف لکھتا تھا دیو ارجمند پر"

اور پھر ڈاکٹر فرمان کا یہ کہنا کہ:

"مجھے آنحضرت سے نالب کا پورا دیعہ ان پاڑھنا"

("ڈاکٹر فرمان فتح پوری (حیات و خدمات) حصہ سوم، ص ۲۵۶)

ایک طرف قناب شناسوں کو دعوت گلرے نظر میا کرتا ہے تو دوسری طرف غالب پر
ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی بندہ پاڑھ کر رہے ان کی نالب شناسی کا مندرجہ ذیل فراہم کرتی ہے، انہی
حقائق کے پیش نظر اس مقامے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی نالب سے محیثت، لفڑا اور تعقیل کی
نوئیت اور غالباً یہی تحقیق و تجید میں ان کی مرتبہ منزلت کو جانے کی کوشش کی گئی ہے۔

محیثت غالب شناس ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی خدمات کے اس جائزے کو میں نے
گیارہ (۱۶) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے سوانحی خاکہ پر
مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں کروڑا اور محیثت کے مختلف پہلوؤں کے ہواۓ سے ڈاکٹر
فرمان کے شخصی امتیازات کو متعارف کروانے کی سعی کی گئی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا شمار پاکستان کے متاز غالب شناسوں میں ہوتا
ہے۔ غالب پر ان کی پہلی تحریری کا داشت میں ۱۹۵۲ء میں مظہر عالم پر آئی۔ تیرہ باب میں
ڈاکٹر فرمان فتح پوری سے پہلے غالب شناسی کے پس مظہر پر دشی ڈالنے کی غرض سے قیام
پاکستان، اگست ۱۹۴۷ء سے دسمبر ۱۹۵۲ء تک غالب شناسی کی روایات کا جائزہ لیا گیا ہے۔
غالب پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی پہلی کتاب ۱۹۷۰ء میں "غالب، شاعر امروز
و فردا" کے عنوان سے اہل علم کے ہاتھوں میں آئی۔ یہ تصنیف پدرہ (۱۵) مقالات پر
مشتمل ہے۔ چوتھے (۲) اور پانچمی (۵) باب میں "غالب، شاعر امروز و
فردا" کا تجزیاتی مطالعہ جیش کیا گیا ہے۔ خارجی تابع و توازن کے پیش نظر اس تجزیاتی
مطالعے کو دو (۲) ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

"غالب، شاعر امروز و فردا" (۱۹۷۰ء) کے بچپس (۲۵) برس بعد ۱۹۹۵ء،

میں غالب پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی دوسری تصنیف "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" شائع
ہوئی۔ یہ بچپس (۲۵) برس بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

"دوسری طبقی و ادبی صروفیتوں کے ساتھ ساتھ غالب اور غالبات کو سینے
سے لگائے رہئے میں گزرنے ہیں۔"

("تمنا کا دوسرا قدم اور غالب"، صفحہ ۵)

چھٹے باب میں "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کا تجزیاتی مطالعہ کر کے ڈاکٹر
فرمان فتح پوری کے غالب سے والبائن شفٹ اور ان کی دیدہ دری کو دیکھا اور یہ کہا گیا ہے۔
ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب بھی کیلئے کا ایک جائزہ ننان: تمیاز ان کی "شرط
دیوان غالب" ہے۔ یہ ابھی چھپی نہیں۔ متألے کے ساتھی (۷) باب میں سماںی حجم کی
حامل کوئی ۳۰۰ (چار سو) صفحات سے متجاوز اس غیر مطبوعہ شرح دیوان غالب کی غرض و
غایت اور اس کی ضرورت سے متعلق ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے ذیالت کو پیش کیا گی
ہے۔ شرح سے متعلق متألے میں شامل تمام تر معلومات مجھے ۱۱۸ پر ۱۹۹۶ء کو لاہور میں
ڈاکٹر فرمان فتح پوری سے گنتوں کے نتیجے میں پسرا ہیں۔

"تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کے دیباپے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تجھے ہے کہ:

"غالب صدی کے بعد سے اپنے تک میں نے یوں تو غالب کے سلطے میں اور
بھی بہت کچھ کھا ہے لیکن زیر نظر کتاب میں صرف چند مقاالت شامل ہیں۔"
بالآخر ڈاکٹر فرمان نے غالب پر اپنی دو مستقل تصانیف کے علاوہ بھی غالب پر
بہت کچھ کھا ہے، جو مختلف اوقات میں مختلف ادبی رسالوں اور مجموعوں کی زینت بناتا ہے اور یہ
سلسلہ تا حال چاری ہے۔ آج ان کا شمار متاز غالب شناسوں میں ہوتا ہے۔ متألے کے
آنھوں (۸) باب میں ڈاکٹر فرمان کے غالب سے متعلق ان غیر مرتب مقاالت کا تجزیہ کیا
گیا ہے جو غالب پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی دو مستقل تصانیف کا حصہ نہیں لیکن غالبات کے
حوالے سے اپنا ایک الگ ادبی مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔

مقامے کا نواں (۹) باب بہت جد تک ان تبروں کا احاطہ کرتے جو ڈاکٹر فرمان

فچوری نے غالب سے متعلق مختلف تقدیموں کی تصانیف، غالب سے متعلق رسالوں اور غالبات سے تعلق رکھنے والی دوسری اولیٰ حیثیت کی حالت ہائیفات پر وفا فوت کے۔ ان میں سے پیشتر تبرے ماہنامہ "لگار" میں شائع ہوئے۔ ان تہدوں کو بلاشبہ بقول امراء طارق:

"تحقیدی مظاہن کی حیثیت حاصل رہی ہے"

(ڈاکٹر فرمان فچوری (حیات و خدمات)، حصہ دوم، ص ۶۵۷)

ڈاکٹر فرمان فچوری کی غالب سے متعلق ہماری شات جہاں ان کی غالب شناخت کا ثابت فراہم کرتی ہیں، وہاں ڈاکٹر فرمان فچوری نے معتقد وہ اح غالب کے طور پر بہت سے غالب شناسوں کی غالب تھیں کو ان کی کاموں کے حوالے سے ہمارف کروایا ہے۔ اس کا روایتی میں "لگار" ایک وسیلہ تاثیر ہوا جس کے متعدد شماروں میں ڈاکٹر فرمان نے غالب پر مختلف غالب شناسوں کی تصانیف کو جزو یا مکمل طور پر شائع کیا اور اس طرح غالب پر بہت سی ایسی تصانیف جو غالب تھیں، وہ دستیاب ہوئیں۔ مقاولے کا دوسرا باب اپنی میں اپنے ان دونوں بزرگوں کی حدود جگہ تک اور ہوں۔ خدا ان کا سایہ یہ ہے سر پر بیش سلامت رکھے (آئین)۔

اس جہاں فانی میں میرا وجہ اور پھر اس مقام تک رسائی بلاد شیر والدین کی رہنمائی اور قربانیوں کی مر ہوں منت ہے، جس کے لئے میں مان جی اور ابو جان کی احسان مند ہوں، خدا اپنی بیش سلامت اور مہربان رکھے (آئین)۔ مان جی اور ابو کے ہاتھوں افرازہ اور بطور خاص محمد علی رضا ہما شکریہ ادا کرتی ہوں جن کے تعاون کی بدولت یہے مقاولہ لکھن ممکن ہو سکا۔ ان کے ساتھ اپنی محض رفیق شکلہ شاہجہان کے لئے بھی ڈیمروں دعا کیں اور یہک خواہشات جنہوں نے مشکل مراحل میں میری ہر ممکن دل جوئی کی۔ آخر میں، میں ابلاغ چیلنز کی بھی ممنون ہوں جنہوں نے میری اس ابتدائی کاموں کو انتہائی سلیقہ مندی سے شائع کرنے کا بیٹھا اٹھایا۔

سینکڑہ انصح و حیدر

لیکھار شعبہ اردو،

گورنمنٹ کالج برائے خواتین، وحدت کالونی لاہور

مقالے کے آفرمیں "کتابیات" (Bibliography) کے زیر عنوان دوران میکیل جن اصلی (Original) اور ثانوی (Secondary) مأخذات سے استفادہ کیا گیا، ان کی تفصیل دے دی جائی ہے۔

مقالے کی میکیل کے لئے مواد کی فراہمی کے مرامل اور لاکھمریوں میں ضروری علمی سنبھالے کی گئیں ایک بڑا مسئلہ تھا۔ مجھے اس مشکل سے نبراز آزمائونے اور ادھر ادھر بھجکنے سے استفادہ میکر ڈاکٹر فرمان فچوری کے ذاتی کتب خانے نے کہیا چکا اور اس طور تمام مواد کا حصول بہل ہوا۔

نقاد، ادب اور غالب: میرا ایقان اور عقیدہ

نقاد کی زندگی یہ نہیں کہ اس کی رائی میں درست ہوں اور ان کو
مان لیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ اس کی رائے سے خواہ اختلاف کیا
جائے لیکن اس کی رائے کا بیش حوالہ دیا جائے۔۔۔۔۔ نقاد کے
لئے ضروری ہے کہ وہ تحقیقی قوت رکھتا ہو اور تحقیقی عمل کی نزاکتوں
اور وضیعہ گیارہ سے بھی واقف ہو، اس کے لئے یہ بھی ضروری ہو
جاتا ہے کہ وہ اُن سارے علوم متبادلہ پر کسی نہ کسی حد تک
نظر رکھتا ہو، جس سے کسی خاص مید کی زندگی مذاہر ہوتی
ہے۔ نقاد کو خیالات و افکار کے ساتھ زبان کا بنا ض بھی ہونا
چاہیے، بھوٹ سے پن سے کوئی بات کہنے کا نام ادب نہیں ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

غالب کا اثر صرف جدید شاعری ہی پر نہیں، غالب کے بعد
سارے اردو ادب پر نظر آتا ہے۔ اس میں مژا اور شاعری
دونوں ہی شامل ہیں۔۔۔۔۔ اپنے خطوط کے ذریعے غالب نے
اردو مژا کو وہ اپ بہج دیا جو بعد کو سر سید و حافظ و مولوی عبدالحق
کی علمی و ادبی مژا کار رہنا بن گیا اور شاعری کی صورت تو یہ ہے
کہ غالب کے بعد کی ساری اردو شاعری، خواہ اس کا تعلق رہنک
قدیم سے ہو یا جدید سے، کسی نہ کسی طور پر غالب سے متاثر نظر
آتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

پہلا باب

ڈاکٹر فرمان فتح پوری: سوانحی خاک

سینے دلدار علی فرمان فتح پوری، نام کے دلدار، اور
ٹھنڈے کھنڈے کے فرمان ہیں۔۔۔ ارود غزل شاہد ہے کہ
دلدار بھی فرمان بردار نہیں ہو جا، فرمان روایتی
ہوا ہے اور فرمان صاحب تو فتح پور کے بھی ہیں کہ فتح
آدمی نہیں، پوری جاتے ہیں۔

سجادہ اقر رضوی

آنچ پاکستان کے صفت اول کے اوپر اور ممتاز ترین
شخصیتوں کی کئی ہی مختصر فہرست ہائیے اس میں ڈاکٹر
فرمان فتح پوری کا نام ضرور شامل ہو گا۔ ہڈی بات یہ ہے کہ وہ
اپنے خاندان یا کسی اور ہمارے سے بیہاں بھک نہیں
پہنچ، سماج میں اپنے دھر کا احساس دلانے کے لئے انہیں
ایک غیر معمولی جد، جد کرنی پڑی۔

ڈاکٹر خلیق احمد

سوچی خاکہ:

نام:	سید ولد اعلیٰ
قلمی نام:	فرمان فتحی ری
تاریخ ولادت:	۲۶ جنوری ۱۹۳۶ء
مولود:	فتحیور (بسوہ) بھ۔ پی، ہندوستان
والد کا نام:	سید ماشی علی (متوفی ۱۹۳۳ء)
دادا کا نام:	سید عمر علی
توہین و طبیعت:	پاکستانی
توہی اعزاز:	ستارہ امتیاز (۱۹۸۵ء)
موجودہ مصروفیت:	دری اعلیٰ، ماہماں شاہ کار، کراچی، پاکستان
محبر سندھ پبلک سروس کیشن	

سابقہ مشاغل و مناصب

ڈاکٹر فرمان نے ناظرہ قرآن اور فارسی کی ابتدائی کتابیں لگھتاں، ہوستان، دستور الصیان، مصدر نامہ، کریما و ماتھیان وغیرہ گھر میں والد صاحب اور پیچا اور پیچی سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ فتحیور کے قیام میں مدرسہ اسلامیہ کے مولوی محمد الحق اور مولوی سید عبدالوحید سے دو سال تجھی طور پر عربی و فارسی پڑھی۔ ڈاکٹر فرمان نے اپنے آپانی گاؤں کے پنڈت مہابیر پرشاد سے ہندی زبان کے ساتھ ساتھ رامان کا خصوصی درس بھی لیا۔

والد کی وفات کے بعد ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر فرمان رسمی تعلیم کے لئے سرکاری ابتدائی مدرسے میں داخل ہوئے اور بتدیع تعلیم کی اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔

۱۔ ۱۹۴۱ء میں فرمٹ ڈویژن کے ساتھ دنیلر مدل پاس کیا۔

۲۔ ۱۹۴۲ء میں مدرسہ اسلامیہ فتح پور سے درج اول میں ال آباد بورڈ سے میزک پاس کیا۔

۳۔ ۱۹۴۸ء میں ال آباد، یونی سے یکنڈ ڈویژن میں ایف۔ اے کیا۔

۴۔ ۱۹۵۰ء میں آگرہ یونیورسٹی سے یکنڈ ڈویژن میں بی۔ اے کیا۔

۵۔ ۱۹۵۳ء میں ایمس ایم ال ام کالج کراچی سے ایم ایم بی کا امتحان یکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔

۶۔ ۱۹۵۵ء میں گورنمنٹ کالج نیپر زرینگ کالج کراچی سے بی۔ ایم یکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔

(۱) ۱۹۴۶ء میں بائی اسکول پاس کرنے کے نوراء بعد مدرسہ اسلامیہ (مسلم بائی اسکول فتح پور) میں اگریزی اور ریاضی کے نیچہ ہو گئے۔

(۲) ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۳ء، ۱۹۵۴ء، ۱۹۵۵ء مدرسہ فتح کے تحت بحثیت پروپرٹر ڈویژن اکادمیکیت، اے تی پی آر، سے وابستہ ہے۔

(۳) ۱۹۵۵ء، ۱۹۵۷ء، ۱۹۵۸ء مدرسہ فتح کراچی کے تحت گورنمنٹ بائی اسکول، بکتووال بلڈنگ، کراچی میں ریاضی اور اگریزی کے معلم ہے۔

(۴) اگست ۱۹۵۸ء میں شعبہ اردو جامع کراچی سے مسلک ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے پروفیسر و مدرسہ شعبہ کے منصب تک پہنچے۔

- ۷۔ ۱۹۵۸ء میں فرست کلاس فرست پوزیشن کے ساتھ کراچی یونیورسٹی سے اردو میں ایم۔ اے کیا۔
- ۸۔ ۱۹۶۳ء میں کراچی یونیورسٹی سے "اردو کی منظوم داستانیں" کے عنوان سے تحقیقی کام کر کے پی۔ اچ۔ ذی کی ذگری لی۔
- ۹۔ ۱۹۷۸ء میں "اردو شعر کے تذکرے اور تذکرہ نگاری" نامی کتاب پر کراچی یونیورسٹی میں ذی۔ لٹ کی ذگری حاصل کی۔

شادی:

۱۹۳۷ء میں خالہزاد بہن سلطھی بھٹم سے ہوئی۔

بھائی:

سید ششادھی

بیوی:

(۱) سیدہ خاتون

(۲) طبیبہ خاتون

بیوی:

(۱) سید ابرار علی

(۲) سید ایصال علی

پیشہ:

(۱) شیم سلمان

(۲) نجس باشی

(۳) دیم صلاح الدین

(۴) عظیم فرمان

تصانیف و تالیفات:

- ۱۔ اردو رہنمائی کافی و تاریخی ارتقاء کراچی رہا ہو ۱۹۶۲ء
- ۲۔ تحقیق و تقدیم کرم جی روڈلی ۱۹۶۲ء
- ۳۔ مدرس اردو کراچی راسلام آباد ۱۹۶۲ء
- ۴۔ مولانا جوہر، حیات اور کارنائے کراچی رہا ہو ۱۹۶۹ء
- ۵۔ غالب شاعر امروز و فردا کراچی ۱۹۷۰ء
- ۶۔ اردو کی منظوم داستانیں کراچی ۱۹۷۰ء
- ۷۔ نواب مرزا شوقی کی مخطوطیاں لاہور ۱۹۷۱ء
- ۸۔ دریائے مشن اور بحر الجہت کا تاملی جائزہ لاہور ۱۹۷۱ء
- ۹۔ اردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری لاہور ۱۹۷۱ء
- ۱۰۔ قریزمی نیکم کراچی ۱۹۷۲ء
- ۱۱۔ زبان اور اردو زبان کراچی ۱۹۷۳ء
- ۱۲۔ اردو کی نعمتی شاعری لاہور ۱۹۷۳ء
- ۱۳۔ نیا اور پرانا ادب کراچی ۱۹۷۴ء
- ۱۴۔ ارمغان گوکل پرشاد کراچی ۱۹۷۵ء
- ۱۵۔ سیرا یہیں حیات اور شاعری کراچی ۱۹۷۶ء
- ۱۶۔ بندی اردو نتازع کراچی راسلام آباد ۱۹۷۶ء
- ۱۷۔ قائد اعظم اور حیریک پاکستان لاہور ۱۹۷۶ء
- ۱۸۔ ۱۵ کمز محدود سین، شخصیت اور کارنائے لاہور ۱۹۷۷ء
- ۱۹۔ مولانا حسرت موبائل، شخصیت اور فتن لاہور ۱۹۷۷ء
- ۲۰۔ اردو اطلسِ المخا کراچی رہا ہو ۱۹۷۷ء
- ۲۱۔ اقبال سب کے لئے کراچی روڈلی رہا ہو ۱۹۷۷ء
- ۲۲۔ اردو افسانے اور افسانہ نگار کراچی روڈلی ۱۹۸۲ء

1986, LAHORE "PAKISTAN MOVEMENT
AND HINDI-URDU
CONFLICT

- ۳۴۔ ادب اور ادب کی افادت
۳۵۔ ادا جھری : شخصیت ادفن
۳۶۔ پیر کو سمجھنے کے لیے ، لاہور، اوقار پیکنیشنز ،
۳۷۔ بچپن اور لڑکپن کی کچھ یادیں (غیر مطبوع)
۳۸۔ شرح دیوان غالب (غیر مطبوع)

مقالات:

تمن سو کے لگ بھگ تحقیقی و تقدیدی مقالات اردو کے صیاری رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

تہرے:

تقریباً پچ سو کتابوں پر تہرے لکھے۔ جن میں مختصر بھی ہیں اور طویل بھی۔ طویل تہرے "باب اتحاد" کے تحت ماہنامہ "نگار" میں شائع ہونے اور بقول امراء طارق "ان تہروں کو تقدیدی مضامین مضامین کی جیشیت حاصل رہی ہے۔" (۱) تہروں کا یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

مارے:

۱۹۹۲ء سے ہر میسی "ملاحظات" کے عنوان سے ماہنامہ "نگار" پاکستان کے ادارے لکھ رہے ہیں، جن کی تعداد چار سو کے لگ بھگ ہے۔

- ۱۔ "ڈاکٹر فرانچ پوری ایک نظر میں" مضمون نگار امراء طارق۔
مشمول: ڈاکٹر فرانچ پوری (حیات و خدمات) ص ۶۵۷ حصہ دوم

- ۲۳۔ دیدو یا زدید (سننہ)
۲۴۔ خطبات گھوڑ
۲۵۔ فن تاریخ گوئی اور اس کی روایت
۲۶۔ تادیل و تعمیر
۲۷۔ امراء جان ادا (مع مقدمہ)
۲۸۔ نیاز قص پوری شخصیت اور فرش
۲۹۔ اردو کی ظریفیاں شاعری
۳۰۔ اردو کا انسانی ادب
۳۱۔ نیاز قص پوری دیدہ و شنیدہ
۳۲۔ اردو نثر کافی ارتقا
۳۳۔ اردو شاعری کافی ارتقاء
۳۴۔ اردو اطاعت اور قواحد
۳۵۔ اردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ
۳۶۔ قومی تجھیتی، اردو اور پاکستان
۳۷۔ اردو کی بہترین مشویاں
۳۸۔ ادبیات اور شخصیات
۳۹۔ سری پر کاش اور پاکستان
۴۰۔ غزل، اردو کی شعری روایت
۴۱۔ تمثیل کا دوسرا قدم اور غالب

1982 LAHORE SIR SYED AHMED KHAN ON THE PRESENT STATE OF INDIAN POLITICS ۴۲

دیباچہ اور مقدمات:

دوسرے شاعروں اور ادیبوں کی تقریب ایجاد کیا گیا اس کتابوں پر دیباچے اور مقدمات لکھے ہیں۔ ان میں سے بعض مقدمات بلند پایہ تحقیقی و تقدیمی محتاوی کی میثیت رکھتے ہیں۔

مکتوپات:

مختلف ادیبوں اور شاعروں سے مراثت کا سلسلہ تقریب ایجاد کیا گیا۔ اس سال سے قائم ہے۔ ان خطوط میں علمی اور ادبی مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ ان مکتوپات کا انتساب بھی شائع ہوتا ہے سلسلہ کی جلدیوں میں ہائے۔

نمایا کرے اور کافر نہیں:

نی وی اور ریلی یو پر انٹکلو کے علاوہ تو یہ دین والا قوایی سلسلہ کے متعدد نمبر اکروں اور کافر نہیں میں شرکت کی، مقالے پڑھئے اور صدارت کی۔

سلسلہ نیاز و نگار:

"نیاز" ۱۹۸۲ء میں جاری ہوا۔ جنوری ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی ادارت میں کراچی سے شائع ہونے لگا اور کراچی سے یہ علمی و ادبی ماہنامہ پابندی وقت اور اعلیٰ معیار کے ساتھ تابحال جاری ہے۔ غالب پر اس کے مندرجہ ذیل خصوصی شمارے اور سالناہے ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی ادارت میں نکل چکے ہیں:

- ۱۔ غالب صدی ثغر جنوری، فروری ۱۹۹۹ء
- ۲۔ غالب بگاونیا ز نبر تو میرے ۱۹۸۷ء
- ۳۔ بسلسلہ مذاہین ڈاکٹر رفائل نصاری شمس الدین قادری اکتوبر ۱۹۸۸ء
- ۴۔ غالب کے خطوط فروری ۱۹۸۸ء
- ۵۔ غالب کی قاری غزل جنوری ۱۹۹۲ء
- ۶۔ غالب اور تصوف جولائی ۱۹۹۲ء
- ۷۔ " غالب شکن" کا پہلا ایڈیشن اپریل ۱۹۹۳ء
- ۸۔ "مشکالت غالب" اکتوبر ۱۹۹۳ء، جنوری

۱۹۹۳ء، ستمبر ۱۹۹۵ء

- ۱۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے زیر نگرانی ہن شعبہ نے لی۔ اچ۔ ڈی کے لئے مقالہ جات تحریر کے، ان میں مندرجہ ذیل اہل علم شامل ہیں:
 - ۱۔ ڈاکٹر یحییٰ سلطانہ دامت امیر حزب کا تمدنی مطابع ۱۹۷۳ء
 - ۲۔ ڈاکٹر شاہد نجم سندھ میں اردو کا ارتقاء ۱۹۷۸ء
 - ۳۔ ڈاکٹر امت الحمدیہ سریجہ اور ان کے رفتاء کارکی علمی خدمات ۱۹۸۰ء
 - ۴۔ ڈاکٹر محمد احسان الحسن اختر پروفیسر حمید احمد نان، احوال و آثار ۱۹۸۲ء
 - ۵۔ ڈاکٹر عقیلہ شاہین نیاز فتحی ری، احوال و آثار ۱۹۸۶ء
 - ۶۔ ڈاکٹر طیم ملک سید امیار ملی ہاج، زندگی اور فن ۱۹۸۸ء
 - ۷۔ ڈاکٹر نجیب الدین بحال یاس یکان پنجیزی ۱۹۹۰ء (۱)

مالک جن کی ساحت کی:

امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، اٹلی، جرمنی، فرانس، سعودی عرب، بھیجن، مalta، پنج قاریں اور بھارت۔

اعزازات:

- ۱۔ صدر اسلامی جمیبوری پاکستان نے ۱۹۸۵ء میں غیر معمولی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں "ستارہ احتیاز" کے اعزاز سے بر فراز کیا۔
- ۲۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری پاکستانی جامعات کے پہلے پروفیسر ہیں جو اردو زبان و ادب سے متعلق بیک وقت پی۔ اچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کی ذگریاں رکھنے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ اسی کے سبب کراچی یونیورسٹی کے چانسٹر اور گورنر سندھ نے طلاقی ترقی عطا کیا۔
- ۳۔ "ڈاکٹر فرمان فتحی ری، بطور محقق"، مقالہ نگار فورین فرودوس، ص ۲۰، ۱۹۹۳ء

کراچی یونیورسٹی کے سندھ یونیورسٹی نے پانچ بار انعامات کی صورت میں ان کے تحقیقی کاموں کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔

۴۔ دوبارہ ائمہ رکنیہ پاکستان کی طرف سے داؤ داوی ایوارڈ کے متعلق قرار پائے۔

۵۔ معروف فلاحی ادارے "معینیم برادران پاکستان" کی جانب سے انہیں ۱۹۸۷ء میں ادبی ایوارڈ دیا گیا۔

۶۔ ۱۹۸۸ء میں کراچی کے شہریوں کی جانب سے دی۔ آئی۔ پی ادبی ایوارڈ کے ذریعے ادبی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

۷۔ ۱۹۸۹ء میں "یونی کیرین" یونیورسٹی آف کراچی کی جانب سے ڈاکٹر فرمان کو نشانِ خصیلت عطا کیا گیا۔

۸۔ ۱۹۹۰ء میں جشنِ فیض کمپنی کی طرف سے "فیض احمد فیض" ایوارڈ پایا۔

۹۔ ۱۹۹۱ء میں "فرست کراچی سٹریزن ایوارڈ" عطا کیا گیا۔

۱۰۔ ۱۹۹۲ء میں "نشانِ پاک" کے حوالوں سے ہمدرد یونیورسٹی کراچی نے

ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔

۱۱۔ ۱۹۹۳ء میں بر صغیر میں نفت گولی پر پہلی تحقیقی تصدیقی کتاب کے مصنف ہونے کی وجہ سے "نفت اکیڈمی ایوارڈ" دیا گیا۔

۱۲۔ ۱۹۹۳ء میں "کینیڈین اکیڈمی آف اردو لیبریج" کی جانب سے نورنگہ میں "انٹرنیشنل اردو ایوارڈ" دینے کا اعلان کیا گیا۔ اسی سال نبیارک میں "جشن فرمان" کا اہتمام کیا گیا۔

۱۳۔ اکثر فرمان فتح پوری ایک نظر میں، مضمون نگار اور طارق

اپنے اطوار و عادات کو اپنے ذوق و شوق کو اور اپنے

حران و اغما و طبع کو بیک وقت سامنے رکھ کر جب میں اپنے

بارے میں غور کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے میں

فطرنا آدمی ہوں ۔ ۔ ۔

تادیباً انسان ہوں،
مدھماً مسلمان ہوں،
نہایہ ہوں
مسکناً ختنی ہوں
شرپاً بریلوی ہوں
عقیدناً موحد ہوں
ذوقناً شاعر ہوں
جزاً جاصوتی ہوں" (۱)

۱۔ "ڈاکٹر فرمان فتح پوری ایک نظر میں" مضمون نگار اور طارق مخصوص: ڈاکٹر ساس پوری (حیات و خدمات)، حصہ دوم، ص ۲۷۷۔

کردار اور شخصیت:

ڈاکٹر فرمان فتحوری کا نام جس قدر محترم اور بلند ہے، اسی قدر ان کی شخصیت بھی عظیموں کی حامل ہے، وہ ایک جامع اور پہلو دار شخصیت کے مالک ہیں جس کا ہر زادہ اور ہمارے سامنے واضح اور روشن ہے۔

خاہی بڑی شکل و صورت میں متوسط قد، امت وطنی کے فرد ہونے کی نیتی، گول و جیب چہرہ، روشن اور جیز آنکھیں، پیشانی فراخ، ساف رنگ، بال جوانی ہی میں تھیں ہوڑپڑے۔ پھرے پر مسکراہٹ، گفتگو میں شادابی اور قلنگی (۱)۔۔۔ آنکھوں میں ایک ایسی چمک جو ذات کے ملا وہ دلی کشادگی اور غلتنگی کی بھی علامت ہوتی ہے۔ آواز میں تھراہا (۲)۔ وہ طیم الطبع، لمساہ، پر خلوص اور رضداہ اریں۔ ان کا علم و فضل ان کو تعلیم کی طرف نہیں لے گیا بلکہ خلوص اور محبت کی طرف لے گیا ہے، جو ہمارے اسلام کا شیوه ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس رہتے اور عمر کو بچانے کے بعد بھی ایک جان نشاں اور انجک اربی کارگن ہیں۔ ادبی SNOB BEUROCRAT یا (۳)

حفل، درگزدہ، رواداری اور صلح پسندی فرمان صاحب کی شخصیت کے بیانی جو ہر ہیں۔ عکف اور قضع انہیں چھو کر بھی نہیں گز رہا۔ (۴)

- ۱۔ "قابل رنگ ادبی شخصیت"، مضمون نگار، ڈاکٹر تور عجای
- ۲۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری۔۔۔ حیات و خدمات، مرتبہ امراء طارق، ص ۳۲
- ۳۔ "فرمان فتحوری (چند جملیات، شخصیت اور فن کے حوالے سے)"، مضمون نگار میرزا اویب (لاہور)۔ ڈاکٹر فتحوری۔۔۔ حیات و خدمات مرتبہ امراء طارق، ص ۲۰
- ۴۔ "قابل رنگ ادبی شخصیت"، مضمون نگار، ڈاکٹر تور عجای
- ۵۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری۔۔۔ حیات و خدمات، مرتبہ امراء طارق، ص ۳۰
- ۶۔ "ڈاکٹر فرمان فتحوری (اردو ادب کی شعاع صدرگ)"، مضمون نگار ڈاکٹر احسان الحق۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری۔۔۔ حیات و خدمات، مرتبہ امراء طارق، ص ۸۸

دوسرا باب

ڈاکٹر فرمان فتحوری: کردار اور شخصیت

فرمان صاحب کی شخصیت میں کوئی خوبیاں ایسی ہیں جن پر رنگت کیا جاسکتا ہے اور ان کے ملی ہا ملوں میں کی خصوصیتیں ایسی ہیں جو انہوں کو اپنی طرف کھینچ لئی ہیں۔۔۔ ان کی شخصیت میں دلاؤ بڑی کمی اور کمی ہے، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ میں نے ان لوگوں کو بھی ان سے آزر دہ جنک پایا، یا یوں کہیے کہ انہماں نجیبدگی کرتے ہوئے شہی پایا، جن کی اس صلاحیت میں کسی کو ٹکٹک نہیں اور جس کا انہماں پے جایا ہوا رہتا ہے افرمان صاحب کی شخصیت "وضع داری" کی قدم آمد آئیں دار ہے۔ اس کی کار فرمائی ان کے مراجع کا ہزار طبقہ کا تقاضا ہے۔۔۔ مجھے تو پہچاںایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوشش کر کے بھی اپنے آپ کو اس کے تقاضوں سے پے تعطیل رکھنے پر قادر ہے۔۔۔ نہیں ہو پائیں گے۔۔۔ عادت ہو تو بدال جائے، غلطت کو کون بدلتا ہے۔

رشید حسن خان

ڈاکٹر فرمان فتحوری ایک انسان ہیں، بڑا اس نے نہیں کہہ دی ہوں کہ آج کل یہ لفڑی بہت چھوٹا ہو گی ہے۔ دوسروں کے لئے رنگ محل، اپنے کام میں منہج اور اپنے آس پاس سے مطمئن بھی۔۔۔ بھی ان سے کسی کی برائی نہیں سنی۔ ادیبوں کے چارچے ہیں اور ظافف و ستور کسی سے شاکی بھی نہیں۔۔۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری قبل قدر ہیں، ایسے ہی لوگ زندگی کی تہذیبی فنا کو خوب صورت بنادیتے ہیں۔ جنت تو اس بات پر بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ اردو ادب میں نہایت معجزہ اور محترم مقام پر ہوئے ہوئے بھی آج تک تعلیمی غیر تعاونی شخصیت ہیں۔ آج کے دور میں یہ ایک ناقابلی یقینی ہی حقیقت ہے۔

اواجعفری

فرمان صاحب کا ردیہ معتدل ہے۔ وہ نہتہ مراجع کے آدمی ہیں۔ محنت کے ساتھ ساتھ فرمان صاحب میں تدریج اور حلم بھی بہت ہے۔ (۱) وہ جیجنے، چلانے اور شور پرانے پر خاموش رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

جن اصحاب کو فرمان صاحب کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے مسودات یا خطوط دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ جانتے ہیں کہ آپ بڑے بڑے جل لفظوں میں کھلا کھلا لکھتے ہیں۔ جو عمارت فرمان صاحب تین مخنوں میں رقم کرتے ہیں، گنجان خط میں لکھتے والا اسے زیادہ سے زیادہ ایک آدھ صفحے میں سیٹ سکتا ہے۔ فرمان صاحب کا یہ کھلا کھلا لکھنے کا اندازان کی کشادہ ظرفی اور فراخ دلی کا عکاس ہے۔ یہ کشادہ ظرفی اور فراخ دلی فرمان صاحب کے معاشرتی روایوں میں ہر جگہ پھوٹی پڑتی نظر آتی ہے۔ (۲)

فرمان صاحب مراجع کے اعتبار سے سادہ اور عام دنیادی تکلفات سے بے نیاز ہیں۔ وہ کہانے پینے میں کوئی تکلف، نہ بس میں کوئی غیر معمولی احتیاط، صاف سحرے عمدہ پڑے پہنچتے ہیں۔ اچھا اور شادار مکان ہے، سلیقے سے رہتے ہیں۔ حفظ مراثب کے بہت قائل ہیں۔ ایک دفتر باغی کے حوالے سے شادائی صاحب سے ان کی علمی بحث ہوئی۔ یہ بحث قریر میں ہوئی۔ شادائی صاحب بڑے آدمی تھے، چھوٹوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ فرمان صاحب سے اختلاف رائے ہوا تو انہوں نے اپنے مخصوص کا بیج بار جائیدار کیا اور ناٹامن الغاظ استعمال کیے۔ فرمان صاحب نے پوری بحث میں ادب اور شادائی صاحب کے مرتبا کا خاص خیال رکھا۔ بحث کی لیکن بڑے انکسار اور عاجزی کے ساتھ۔ (۳)

فرمان صاحب علمی اور دنیادی سچ پر کسی سے مرغوب بھی نہیں ہوتے۔ ہر شخص سے

- ۱۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری۔ ایک ٹاٹر)، مخصوص نگار، ڈاکٹر اسلم فتحی، صفحہ ۴۳
- ۲۔ "نصف صدی کا قصہ طویل بخط کا ایک حصہ، مخصوص نگار، ڈاکٹر شاہست علی خاں، صفحہ ۵۹
- ۳۔ "نصف صدی کا قصہ طویل بخط کا ایک حصہ، مخصوص نگار، ڈاکٹر شاہست علی خاں، صفحہ ۴۰
- ۴۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری۔ ایک ٹاٹر)، مخصوص نگار، ڈاکٹر اسلام فتحی، ص ۱۳

برابری کی سطح پر آزاد اور پی تکلفات ملتے ہیں۔ باصول آدمی ہیں۔ (۱)
فرمان صاحب شروع ہی سے ایک محنتی ذہن اور ہر قفل طلب رہے۔ کھل
کوہ، بیت پازی، مباحث، مشاعر، کشی، اکھاڑہ، دنگل، میلہ خیل، لڑائی جھڑا ب
میں دلچسپی لیتے تھے اور آگے آگے رہتے تھے۔ اسی کے ساتھ پڑھنے میں سب سے تیر
تھے۔ پر انہری اسکول میں، نسل میں اور بائی اسکول میں سب میں اول درجے میں پوزیشن
کے ساتھ کامیاب ہوئے اور سرکاری و خالف حاصل کئے۔ (۲)

فرمان صاحب کو اڑو اور ریاضی سے یکساں دلچسپی تھی۔ دو نوں میں بیٹھ ان
کو امتیازی نشانات ملتے تھے۔ میزگ تک ریاضی کے پرچوں میں جہاں یہ لکھا ہوتا
کہ "کوئی سے پانچ سوال حل کیجئے"، انہوں نے سارے سوالات حل کئے اور کالپی کے اد پر
لکھ دیا کہ "کوئی سے پانچ ہو اپاٹ دیکھ لیجئے"۔ میزگ کرنے کے بعد جب وہ اسی اسکول
میں ماسٹر ہو گئے تو بھی نویں اور دسویں جماعت کو حساب تی پڑھاتے تھے۔ (۳)

تصفیف و تالیف کا شوق فرمان صاحب کو بیٹھ سے ہے۔ جس زمانے میں وہ
اسکول میں پڑھاتے تھے تو تلف دری کتابوں کی شریں لکھ دیں، چونکہ موضوعات کے
ماہر تھے، محنت تھے، تالیفی سلیقے کے حامل تھے، اسی وجہ سے یہ شریں بھی بہت متقبل
ہوئیں۔ (۴)

جو نورنگی آئے تو علمی کاموں کا شوق بڑا۔ ریاضی پر کتاب لکھی، پھر ہو سلسلہ چالا تو
آج تک جاری ہے۔ کتاب پر کتاب، ایک سے ایک مدد، ایک سے ایک بہتر، ادب کے

- ۱۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری۔ ایک ٹاٹر)، مخصوص نگار، ڈاکٹر اسلام فتحی، صفحہ ۴۳

- ۲۔ "نصف صدی کا قصہ طویل بخط کا ایک حصہ، مخصوص نگار، ڈاکٹر شاہست علی خاں، صفحہ ۵۹
- ۳۔ "نصف صدی کا قصہ طویل بخط کا ایک حصہ، مخصوص نگار، ڈاکٹر شاہست علی خاں، صفحہ ۴۰
- ۴۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری۔ ایک ٹاٹر)، مخصوص نگار، ڈاکٹر اسلام فتحی، ص ۱۳

بے شمار موضوعات پر حادی۔ انہوں نے ہر صفتیں پر کلمہ ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ان کی احیم
خن میں تمام اصناف شامل ہیں۔ کوئی صفت اس قدر سے باہر نہیں۔ (۱)

فرمان صاحب نے ایم۔ اے اردو بدرجہ اول کیا۔ اس زمانے میں وہ کسی
سرکاری اسکول میں مضمون تھے۔ مستقل ملازمت تھی اور غالباً اس ملازمت کو کسی برس بھی
ہو پکے تھے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ان سے کہا کہ وہ اسٹنٹ پیپر کی خصیت سے تھے
میں آ جائیے، حقیقی معاشر کوچھ چاہو پھر رہن جائیے گا۔ فرمان صاحب نے ایک لمحے کے
لئے بھی ہامل نہیں کی، بھی بندھی توکری سے استحقی دے دیا اور شبھے میں آگئے۔ یہ اپنے اوپر
اعتماد اور اللہ تعالیٰ پر یقین کی بات تھی۔ کوئی دوسرا ہوتا تو جھکتا، سوچتا، دوستوں اور
عزیزوں سے مشورہ کرتا، مگر فرمان صاحب کو اپنی محنت اور لگن پر اعتماد تھا، اور یہ اعتماد بے
جان تھا۔ وہ اسٹنٹ پیپر ہو کر شبھے میں آئے تھے، پروفیسر اور صدر شعبہ ہو کر عزت اور
اہرام سے اردو ڈاکٹری بورڈ میں (۲) لیکن یہ مقام و مرتبہ ہر کسی کے فضیل اور درست
میں نہیں ہوتا۔ یہ منزل محنت، لگن، جانشناختی اور اعتمادی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

فرمان صاحب کی لیاقت اور محنت اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنا
پی۔ ایج۔ ذی کا مقابلہ انجائی کم مدت میں عمل کر دیا تھا۔ طلبہ عام طور پر چار پانچ برس
لگاتے ہیں، مگر فرمان صاحب نے مقررہ مدت سے ایک دن بھی زیاد وحیں لیا۔ یہ بڑے
کمال کی بات ہے۔ (۳)

فرمان صاحب نے اردو ڈاکٹری بورڈ میں بڑا مفید کام کیا۔

وہ کسی علمی کام میں اپا نہیں فرماتے۔ آپ ان کو کوئی موضوع دے دیں۔
انشا اللہ اس پر بہتر سے بہتر مقالہ لکھ دیں گے۔ یہ خصوصیت بڑے سے بڑے فاضل

- ۱۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۳۱
- ۲۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۳۲
- ۳۔ "فرمان فتحی ری (چند جملیں خصیت اور فتنے کے حوالے سے)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۴۸
- ۴۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۴۹
- ۵۔ "نصف صدی کا قصہ طویل خط کا ایک حصہ" ڈاکٹر شیاہت علی خان، ص ۵۰
- ۶۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۴۹

کے بیان نہیں پائی جاتی۔ مسئلہ محنت اور ان تحکیم کو شش ان کی زندگی کا اصول ہے (۱)۔
آج کے زمانے میں جس کو محنت، شوق، لگن اور عزم و حوصلہ کی تصور دریکھنا ہو، وہ
ڈاکٹر فرمان فتحی ری کو دیکھیے۔ (۲)

بیر زادہ بے نامہ "ادب الطیف" کے مدیر ان فرانچ انجام دے رہے
تھے، آوارہ گرد افعان" کے نام سے ایسے اشعار کی اچھی ناصی تعداد کو شائع کی جن کے
غالتوں کے نام نامعلوم تھے۔ ایک روز انہیں ایک خط موصول ہوا جس میں ان تمام اشعار
کے غالتوں کے نام موجود تھے جو آوارہ گرد شعر سمجھے گئے تھے۔ ایک ایک شعر کے آگے اس
تھے (۳)۔ یہ خط ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا تھا۔ طبیعت کا یہ حال اس وقت تھا جب ابھی ان کو
ترتیٰ کے بہت سے مدارج ملے کر رہا تھا۔

فرمان صاحب صرف صاحب تخلص نہیں، صاحب تھن بھی ہیں۔ (۴)

ان کا ادبی ذوق اور دوشاہری سے شروع ہوا تھا۔ جب بھی کسی کی شادی ہو تو فرمان
صاحب کہا ہوا اسکرپٹ ہاجاتا تھا۔ جب بھی ملنکوم سپاس نامہ یا خراج عقیدت کا موقع ہوتا
شعر گوئی کے لئے فرمان صاحب کی خوشامدی کی جاتی تھی۔ (۵) شعبہ اردو کی بعض محتلوں
میں انہوں نے اپنا کلام نایاب ہے مگر نظر کی طرف توجہ ہونے کے بعد شاید انہوں نے شاعری کو
پورا وقت نہیں دیا۔ ہر حال وہ شاعر ہیں، زور و شور کے نہ سی لکھیں ہیں شاعر۔ (۶)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ص ۳۱

۱۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۳۲

۲۔ "فرمان فتحی ری (چند جملیں خصیت اور فتنے کے حوالے سے)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۴۸

۳۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۴۹

۴۔ "نصف صدی کا قصہ طویل خط کا ایک حصہ" ڈاکٹر شیاہت علی خان، ص ۵۰

۵۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۴۹

۶۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاڑ)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلام فرقی، صفحہ ۴۹

ڈاکٹر جادہ قررضوی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

"دلدار بھائی کے اندر مجھے ایک چھپا ہوا شاعر ملا ہے۔"^(۱)

ڈاکٹر صاحب کوئی الہدیہ شعر کہنے میں ایسا ملک ہے کہ شاید بہت سے پر کو شاہر بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکیں لیکن اس خوبی کا اظہار کمی بھی ہوتا ہے۔^(۲)

ان دونوں بھی یاں ہیں کا استعمال شروع نہ ہوا تھا اور فاؤنڈین ہیں اور ہولڈر ز عموماً استعمال ہوتے تھے اور روشنائی کے لئے شیشے کی پوکو رو دوست ہوتی تھی جس پر ٹین کا چاندنی کے روپے کے برابر ڈھکنا ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر شہاب الدین احمد نے کرہ امتحان میں جہاں ششماہی امتحان ہو رہا تھا اور امراء طارق امتحان دیتے والوں میں تھے، دوست کے ڈھکنے کی طرف اشارہ کی جو فرمان صاحب کے قریب پر پڑا ہوا تھا اور کہا کہ "دلدار دیکھو، وہ روپیہ چڑا ہوا ہے، اخالو۔۔۔" ڈاکٹر صاحب بولے: "امراڑا"۔۔۔

"نظر آتا ہے روپیہ ان کو ڈھکن روشنائی کا

بہت کمزور ہے ہے جو ہم احمد ہوتی جاتی ہے"

ڈاکٹر صاحب نے ذرا سے وقت میں بر جست شعر کہا اور امتحان کا کمرہ قبھیوں سے گونج لیا تھا اور ماشر شہاب الدین احمد صاحب بھل ہو کر جانے لگے۔^(۳)

فعیل پور میں ان کی وجہ سے شعرو شاعری کا مستقل ماحول قائم ہو گیا تھا۔ شیر میں اور اسکوں میں وہ مشاعرے کرتے تھے، اسکوں کے سالانہ مشاعرے میں وہ مخصوصاً پیش پیش رہتے تھے۔^(۴)

۱۔ "سنبخان بے گر صاحب کتاب بھی ہے، مضمون نگار، ڈاکٹر احمد فاطمی، ص ۸۳

۲۔ "میان گادرخت دعا کی چھاؤں، مضمون نگار، امراء طارق، ص ۱۱۱

۳۔ "ایسا، ص ۱۱۰

۴۔ "نصف صدی کا قصہ طویل تھا کا ایک حصہ، مضمون نگار، ڈاکٹر شہابت علی خان، ص ۶۱

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں ایک خوبصورت شاعر ہی تھیں، ایک کامیاب Conversationist بھی تھیں سے موجود ہے جسے ڈاکٹر صاحب کے علم اور پیشے نے درجہ کمال کو پہنچا دیا ہے۔ وہ بھی بھی جب بالکل تباہ ہوتے ہیں۔۔۔ یا کسی واحد سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ان کا لب والجو اپنے آپ سے گھنٹو کرنے والا ہوتا ہے تو "وہ کہیں اور سن کرے کوئی" کا سامنہ بندھ جاتا ہے۔ وہ شخصیتوں اور موضوعات پر اپنی مدل، صحورگیں، بید مغرا اور فصلہ کی گفتگو کرتے ہیں کہ شخصیت یا موضوع کا کوئی پہلو تھے جسیں روپا تا، ایسی ہی کیفیت ہیں وہ غالب، اقبال، صرف موبائل، ظیور اکبر آبادی، غیاز فتحی ری، جوش طیح آبادی اور ڈاکٹر محمود حسین کے ملاوہ اپنے پسندیدہ دوستوں، شاعروں اور ادیبوں کا ذکر بڑی محبت و احترام سے کرتے ہیں۔^(۱)

۵۔ ۱۹۲۵ء کا زمانہ تھا کہ پاکستان کے شاہب کا زمانہ تھا۔ فرمان صاحب طاعنوں کے رہنمائی حیثیت سے اس تھیک کے سرگرم رکن تھے۔ پر جوش آفری کرتے اور مسلم لیگ کے ہر طبقے میں ہلانے جاتے تھے۔^(۲) کامگریں اور کامگریں والوں سے مقابلے کے لئے روز نئے نئے منصوبے ہاتے تھے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے انہوں نے یہ فصلہ کیا کہ تم بھی اپنا فرض انجام دیں گے اور مسلمانوں کو تحد کریں گے۔ چنانچہ ملے پاپا کے صرف الفاظ سے جیسیں، کرو دار سے قوم کے دل کو گراہا ہے۔ عملی صورت یہ بکالی گئی کہ سب لوگ علی اسلح انتہے کی عادت ڈالیں گے اور جنگ کی نیاز ضرور پڑھیں گے۔ ایسا ہی کیا گیا، کہ اس کے سرداری میں ۵ بجے صحیح ڈکے سے انہوں کر جن پور شہر کے کوچہ، بازار میں سڑکوں اور گلیوں میں مسلمانوں، غیاز پر جو، کافرہ رکاتے پھرتے تھے۔ پہلے ان جلوسوں میں چند حضرات ہوتے تھے جن بعد میں اللہ والوں کی تعداد بڑھی اور ان غروں سے شہر جن پور گونج اٹھا۔ شہر کی دیوار مساجد آباد ہو گئیں۔ مسلمانوں کا پانی میں جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا:

۱۔ "گیان کا درخت دعا کی چھاؤں، مضمون نگار، امراء طارق، ص ۱۱۱

۲۔ "نصف صدی کا قصہ طویل تھا کا ایک حصہ، مضمون نگار، ڈاکٹر شہابت علی خان، ص ۶۱

"من اپنا پرانا بیان ہے برسوں میں نمازی بن نہ کا"

وجہ نہ تماز میں مشغول ہو گیا، خروں زنوں کی تعداد بڑھی گئی اور غیر مسلم قوم ان خروں سے دہل گئی۔ (۱)

فرمان فتحی ری کا ذہن ایک پچ مسلمان کا ذہن ہے۔۔۔ ایک پچ مسلمان کی طرح وہ ایک پچ پاکستانی بھی ہیں بلکہ۔۔۔ ایک پر جوش پاکستانی ہیں۔ (۲)

قیام پاکستان کی کچھ دست بعد بھارت میں ایک ادبی سینما ریشم عشق ہوا تھا۔ پاکستان سے اس میں شویں کے لئے دف دیا گیا تھا۔ اس میں فرمان صاحب بھی شامل تھے۔ دورانِ اجلاس ایک بھارتی دانشور نے اپنی تقریب میں ایک ایسی بات کہی جس سے تھیم ہند کی جغرافیائی تھیم اور نظریہ پاکستان کی نئی ہوتی تھی۔ فرمان صاحب یہ بات برداشت نہ کر سکے۔ قورآنؐ کر کتبے لگے، تھیم ہند ایک حقیقت ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ پاکستان بنتا ہے اور ہندو ہمیشہ قائم رہنے کے لئے بنتا ہے۔ سامنے جن میں پیش نہرِ مسلم بھارتی موجود تھے، ان سب پر سانا چاہیا گیا۔ اس کے بعد کسی مقرر کو پاکستان کے حوالے سے اس تھم کے مطیع نہ تھے، نظر کے انہمار کی جرأت نہ ہو گی۔ (۳)

فرمان صاحب ایک متوسط گرانے کے فرد تھے لیکن اپنی محنت و ذہانت اور شرافت کی وجہ سے وہ تو جوانی ہی میں شہر کے پڑے لوگوں میں شار ہونے لگے تھے۔ پیے یا مہدے کے لحاظ سے ٹھیک، عزت و احترام کے لحاظ سے۔ (۴)

ان کا اصل نام سید ولدار علی ہے۔۔۔ عام طور پر مشاہیر ادب اور شعراء، تخلص کے نام میں پناہ لیتے ہیں مگر یہاں نام کا بدن ادبی ذوق پر ٹھیک بلکہ خاص احساساتی بندیاں پر

۱۔ "نصف صدی کا قصہ طویل خط کا ایک حصہ" مضمون نگار: ڈاکٹر شاہ استبل خان، ص ۵۵
۲۔ "فرمان فتحی ری (پند جملیں شخصیت اور فن کے حوالے سے)" مضمون نگار: سیدزادہ ادب، ص ۲۶

۳۔ ایضاً، ص ۷۲
۴۔ "نصف صدی کا قصہ طویل خط کا ایک حصہ" مضمون نگار: ڈاکٹر شاہ استبل خان، ص ۶۳

میں ہے۔ (۱) سید فرمان علی ان کے پیچا زاد بھائی اور دوست تھے۔ نومبری میں ان کا اچاک انتقال فرمان صاحب کے لئے ایک سانچھا بابت ہوا تھا۔ اس نام کو انہوں نے ایسا اپنایا کہ ایک لوگوں بھی خود سے جدا کرنا پسند نہ کیا۔ بچپن اور لڑکپن کی یادوں کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"۱۹۳۸ء میں یہ واقعہ جیس آیا تھا۔ اس وقت سے فرمان بیرے نام کا جزو ہیں گیا۔ لوگ بیرا اصل نام بھول گئے اور بہب اسی نام سے پکارتے گئے۔ میں خوش ہوں کہ بیرے ساتھ بیرا دوست ذمہ ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ صرف وہی زندہ ہے، بیرا نام تو کوئی جاننا بھی نہیں۔" (۲)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری آزاد منش بھی ہیں اور تجویع پسند بھی۔ اس لئے نادر کسی سے ستارہ کم ہوتے ہیں۔ ادب میں کتنی تحریکیں اچھیں، گروپ بندیاں ہو گیں، کتنی دہستان کھل گئے لیکن ان کی آزادی فخر نہ کسی ایک دائرے میں مقید ہو نہیں۔ جس کیا بلکہ مختلف شعبوں میں مختلف لوگوں کے لئے خضر راہ بنے رہے۔ ڈاکٹر صدیقہ ارمان لکھتی ہیں:

"ایک اور صفت بھی ڈاکٹر صدیقہ کی ہائل قیاسیں ہے۔ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے اگر اس کا اندر یہ ہو تو اصولوں کی قربانی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصول انسانوں کے لئے بے ہیں، انسان اصولوں کے لئے نہیں۔" (۳)

ان سے کسی کی برائی نہیں سن۔ اریبوں کے چرچے ہیں اور خلاف دستور کسی سے شاکر بھی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب ٹابل قدر ہیں، ایسے ہی لوگ زندگی کی تہذیبی فضا کو

۱۔ "نصف صدی کا قصہ طویل خط کا ایک حصہ" مضمون نگار: ڈاکٹر شاہ استبل خان، ص ۵۵
۲۔ "کتاب خوان ہے مگر صاحب کتاب بھی ہے" مضمون نگار: ڈاکٹر نیمیم فاطمہ، ص ۸۰،

بحوالہ "بچپن اور لڑکپن کی کچھ یادوں" (غیر مطبوعہ) ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ص ۱۵
۳۔ "کتاب خوان ہے مگر صاحب کتاب بھی ہے" مضمون نگار: ڈاکٹر نیمیم فاطمہ، ص ۸۱

خوبصورت بنا دیتے ہیں۔ (۱)

فرمان فتحوری ایک محقق ہیں، نقاد ہیں، ادبی مورخ ہیں، سیرت نگار ہیں، نعت نگار اور ایک پڑھنگی مگر ذہنا اور قلبہ ایک معلم ہیں اور یہ اس اعتبار سے کہ معلمی ایک پڑھنگی ہے، کم از کم یہ اس نویسیت کا پیشہ نہیں ہے کہ جس میں معاشر تھا صنوں کو مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ فرمان فتحوری نے معلمی کو ایک قدس فریضے کی حیثیت دی ہے اور سود و زیال سے ماوراء رہ کر ایک مدت بھک یہ فریضہ ادا کیا ہے۔۔۔۔۔ شاگرد سے ہلاک کر کر ایک استاد کا کون فد ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔۔ ان شاگردوں کی مختصر رائے تھی کہ ڈاکٹر فرمان فتحوری صحیح مفہوم میں ایک استاد ہیں۔ (۲)

فرمان صاحب بڑے مختلقی استاد ہیں۔ پوری تیاری سے کلاس میں جاتے تھے اور ڈوب کر پڑھاتے تھے۔ شیئے کے طبقہ ان سے بہت تاثر تھے۔ شیئے سے فارغ ہونے کے بعد بھی اکثر طلبہ فرمان صاحب سے رابطہ رکھتے تھے۔ دراصل استاد اپنے طلبہ سی ہے پہچانا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ یہ فرمان صاحب کے اسامیہ بھی ان کی لیاقت اور محنت کی دلدادیت تھے۔ مرحوم پروفیسر جیب اللہ فخر نے اکثر فرمان صاحب کی لیاقت اور محنت کی عسین کی۔ ایک دفعہ فخر صاحب نے فرمان صاحب کے حوالے سے یہ کہا کہ مجھے فرمان پر ناز ہے۔ فخر صاحب جیسا علم کا سند را گراپنے کی شاگرد پر ناز کرے تو اس شاگرد کا لائق ہوا مسلم ہے۔ (۳)

فرمان صاحب کلاس میں گئے تو خود بھی ہنس رہے ہیں، طلبہ بھی مسکرا رہے ہیں۔ وہ جو ایک خواجہ کی سمجھی گئی اور خوف کا عالم بعض اسامیہ کی کلاسوں میں طاری ہوتا ہے، فرمان صاحب کی کلاسوں میں اس کا دور و دور بھک کوئی پیشہ نہیں ہوا، پھر یہ کہ طلبہ کے

۱۔ "ڈاکٹر فرمان فتحوری"، مضمون نگار اد اجعفری، ص ۳۶۔ ۳۷۔

۲۔ "فرمان فتحوری" (چند جملیں خصیت اور قن کے حوالے سے) مضمون نگار، میرزا ادیب، ص ۲۲

۳۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحوری، ایک تاثر)"، مضمون نگار، ڈاکٹر عالم ظفری، صفحہ ۴۵

ساتھ ان کا روایہ بزرگ دوست کا سارہ۔ ناج مشفق یا محظی وہ بھی نہیں ہے۔ فرمان صاحب مستعد اور با قاعدہ آدمی ہیں۔ وقت پر یو نیورمنی آہ، وقت پر کلاس لینا، میٹنگوں میں ہ پابندی وقت شرکت، لمبی لٹکوں سے ابھنا، کام کی باتیں تھفت اندراز میں، رفتائے کار کو دیکھ کر سکرنا، اور پھر زیر بحث مسائل میں پچھے تسلی اندراز میں انکھار خیال۔ میٹنگوں میں فرمان صاحب کی شرکت سے ایک خونگوار کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ (۱)

فرمان صاحب ایک اچھے استاد، ادیب اور نقاد ہیں، اعلیٰ درجے کے مختار بھی ہیں۔ دوسروں سے کام لینے کے بہر سے بھی پوری طرح واقف ہیں اور کام لینے کے لئے اپنے بھجنوں کی تربیت بھی کرتے ہیں۔۔۔۔۔ مردم شناس فوراً پچان لیتا ہے کہ کس شخص میں کیا صلاحیت ہے، کس کو کام پر لگا ہا جانے۔ تربیت کے لئے کیا اندراز اختیار کرنا چاہیے۔ فرمان صاحب مردم شناس بھی ہیں، تربیت بھی کرتے ہیں اور ہر شخص سے اس کی صلاحیت و استطاعت کے مطابق کام بھی لیتے ہیں۔ (۲)

وہ اردو ادب میں نہایت سمجھنا اور محترم مقام پر ہوتے ہوئے بھی آج تک قلمی غیر تمازع شخصیت ہیں۔ آج کے دور میں یہ ایک ناقابلِ لیقینی حقیقت ہے۔ (۳)

ان کی خاموشی میں جس طرح سمندر کی سمجھی گئی ہے، اسی طرح ان کی گویائی میں دریا کی روائی بھی ہے۔۔۔۔۔ وہ بول رہے ہوں تو اپنیں بنیے اور نئے ہی جائیں۔ سمجھی گئی کوئی تقلیل سے بدلتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر میں بھی گہرائی، سمجھی گئی اور ممتاز ملتی ہے، میٹنگوں میں اتنی ہی لالافت اور فکشنگی ہوتی ہے۔ (۴)

۱۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحوری، ایک تاثر)"، مضمون نگار، ڈاکٹر عالم

۲۔ صفحہ ۳۲، فرشتہ

۳۔ ایضاً، صفحہ ۳۳

۴۔ "ڈاکٹر فرمان فتحوری"، مضمون نگار، اد اجعفری، ص ۳۷

۵۔ "علم و ادب کا چھناؤ"، مضمون نگار، ڈاکٹر عالم ظفری، صفحہ ۴۵

ادبی جلسوں اور تقریبوں میں پہلے فرمان صاحب مخصوص پڑھتے تھے۔ آج کل تقریب کرتے ہیں، تقریبی بھی بے حد گفتہ اور دلپس۔ کام کی ساری باتیں اپنے خوبصورت جملوں میں بیان کر دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ادبی تقریب میں جان پڑ جاتی ہے۔ (۱)۔۔۔ مگر یہ طریقہ ہر شخص نہیں برت سکتا۔ یہ اس کے لئے موزوں ہے جو خوش تقریبی ہو اور گفتار کے اسلوب پر قابو بھی رکھتا ہو۔ (۲) اور فرمان صاحب میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

عام طور پر لوگ اپنے سے بڑے لوگوں سے مل کر زیادہ خوش ہوتے ہیں اور اونچی سو سائی ہیں بیٹھنا پسند کرتے ہیں لیکن انہیں ان سب با توں کا کوئی شوق نہیں۔ جتنا چھوٹا آدمی ہو گا، وہ اتنی ہی زیادہ محبت سے ملتے ہیں۔ (۳)

ڈاکٹر فرمان کو بہت کم لوگ برسے لگتے ہیں۔ برسے سے برسے آدمی میں بھی وہ اچھائی کا کوئی پہلو ڈھونڈ لیتے ہیں اور ہمیشہ اس اچھائی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ان کی اعلیٰ عرفی کی انجام ہے۔

اس سلسلے میں کوئی انہیں نہ کوئے تو وہ مولا نا محمد علی جوہر کی نعمت کا یہ شعر سنادیتے ہیں کہ:

کیوں ایسے نبی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
ایسے تو ہبھی کے ہیں، بر امیر سے لئے ہے
اگر بھی ان کو زندگی میں کسی سے الہبھی یا تھوڑی یہی چیز محسوس ہوتی ہے تو وہ بیکار
اور کامل لوگوں سے ہوتی ہے۔ وہ بدقسم، بے ادبی یا غیر شانگی اور Indisciplined Life کو بھی خست نہ پسند کرتے ہیں۔۔۔ وہ جمود کے قابل نہیں، ہمیشہ کچھ نہ پکھ کرتے رہنے

- ۱۔ "مرے ابا جی"، مخصوص نگار، ڈاکٹر دیم صلاح الدین، ص ۵۷
- ۲۔ ایضاً
- ۳۔ ایضاً، ص ۶۷
- ۴۔ "قابل رشک ادبی تھیسٹ"، مخصوص نگار، ڈاکٹر نور عباسی، ص ۲۰
- ۵۔ ایضاً

اور آگے بڑھتے رہنے کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ (۱)
ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی ایک اور عزیزی تھیں کہ مہمان نواز کی کام کو
دھوپیں کرنے کا بہت شوق ہے اور وہ اس کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ بیمار کے
وہ صرف موسم کے اچھے ہونے کی بنا پر دعویٰ دے ڈالتے ہیں۔ (۲) وہ گھر کے
ٹانگوں، ڈرائیوروں، ماہی اور مالی تکم سے ایسا برہتا درکھتے ہیں کہ۔۔۔ جب تک کہ ان
کو بیخیں نہ ہو جائے کہ ڈرائیور نے کھانا کھایا ہے، خود کھانا کھانے پر تیار نہیں ہوتے۔ ان
کی اس درجہ محبت کا بعض لوگ ناجائز فائدہ بھی انتہا لیتے ہیں اور دھوکا دے جاتے ہیں لیکن
وہ پھر بھی مطمئن رہتے ہیں۔ (۳)

فرمان فتحی پری صاحب ایک اعلیٰ درجے کے اسکاری ہیں۔ ان کے مظاہرین اور
ان کی کتابیں اس کا ثبوت ہیں۔ یہ مظاہرین اور کتابیں گنتی میں کم نہیں۔ لیکن
گنتی (Quantity) کے ساتھ معيار (Quality) کے لحاظ سے بھی بلند درجہ رکھتی
ہیں۔ ان کا ایک ایک مطالعی منت اور عرقی ریزی سے لکھا گیا ہے کہ اس میں کوئی کمی نہیں
چھوڑی گئی۔ (۴)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی تھیسٹ کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ وہ عاشق
کتب Book Lover ہیں لیکن وہ حاصل عاشق کتب نہیں۔ وہ اپنے کتب خانے کی
نادرستیں، جو آج کل نایاب اور کیاں ہیں، افادہ عام کے لئے نگار میں چھاپ دیتے
ہیں۔ (۵)

- ۱۔ "مرے ابا جی"، مخصوص نگار، ڈاکٹر دیم صلاح الدین، ص ۵۷
- ۲۔ ایضاً
- ۳۔ ایضاً، ص ۶۷
- ۴۔ "قابل رشک ادبی تھیسٹ"، مخصوص نگار، ڈاکٹر نور عباسی، ص ۲۰
- ۵۔ ایضاً

(0-1) 2 3

اس کے علاوہ نیاز صاحب کی یاد میں ہر سال جس اہتمام سے محفل آراست کرتے ہیں، وہ کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔ اس محفل میں فرمان صاحب کا انہاک اور انہاک دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔۔۔ (۲)

فرمان فتح پوری مولانا حضرت موبہانی سے بھی بہت متاثر ہیں۔ انہوں نے جس عقیدت اور تواتر کے ساتھ مولانا حضرت کا ذکر کیا ہے اور جتنا گہر اثر مولانا حضرت کا قبول کیا ہے کہ شاید اتنا علامہ نیاز کا قبول نہیں کیا۔۔۔ فرمان صاحب نے علامہ نیاز کو علم و ادب کے وسیع مطالعے کے ذریعے چانتا اور پیچھا ہے جب کہ مولانا حضرت کی علیقت کا عرفان، انہیں حضرت کی شخصیت اور علمی زندگی کے براد راست مشاہدے سے میرا آیا ہے۔۔۔ وہ محض مولانا حضرت کے یہم درس و اہم صصرہ ہی نہیں بلکہ ان کے کردار و سیرت کے قائل بھی ہے اور مولانا کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اب اس پس مظہر میں دیکھتے تو اندازہ ہو گا کہ علامہ نیاز کو بھی فرمان صاحب نے مولانا حضرت کے قوسط سے پیچا ہے اور علامہ نیاز سے جلد سے جلد قریب تر ہو جانے میں حضرت و نیاز کے باہم تعلق کو بھی خل رہا ہے۔۔۔ (۲)

- ۱- "گیان کا درخت دعا کی چھاؤں" مضمون ٹکار، امراء طارق، ص ۷۷
 - ۲- "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ایک تاثر)" مضمون ٹکار، ڈاکٹر اسلم فتحی، بر
 - ۳- "گیان کا درخت دعا کی چھاؤں" مضمون ٹکار، امراء طارق، ص ۱۱۸
 - ۴- "مولانا حسرت مولیٰ اور فرمان فتحی ری" از، محمد حبیب صدیقی، ص ۱۲۰

فرمان صاحب، نیاز کی شخصیت سے بے حد متأثر ہیں۔۔۔ نیاز ان کے لئے دینی شخصیت رکھتے تھے جو ”جادید نامہ“ کے ”زندہ رود“ کے لئے چیر رومی کی تھی۔

فرمان صاحب نے اپنے ادبی مرشد پر علاوہ بیسیوں مضمایں کے دو مستقل ساتھ میں بھی لکھی ہیں:

- ۱۔ نیاز فتحیہ ری شخصیت اور فن
 ۲۔ نیاز فتحیہ ری دید و شنید (۱)

فرمان حاصل کی تحریریں بتاتی ہیں کہ انہوں نے علامہ نیاز کو پہلی بار ۱۹۳۸ء میں دیکھا اور ان سے ملتے ہیں بالکل اتفاقی امر ہے کہ ۱۹۴۲ء میں فرمان تپ ری ماہزا مکار کے حلقت ادارت میں شامل ہو گئے اور ۱۹۶۳ء میں شمار کا "نیاز نمبر" بھی نکالا جاتا ہے۔ (۲)

ڈاکٹر فرمان کو نیاز کے معنوی و اirth ہونے کی صورت میں جو ایک فتحی و در شملہ ہے، وہ ہے، ”لکار“ جسے انہوں نے لپڑے کی بعض روایات کے ساتھ اپنکے زندگے رکھا ہے۔ (۳) فرمان فتحی ری کے نام ہی سے ”نیاز فتحی ری“ اور ”لکار“ کی یاد آ جاتی ہے۔ (۴) خداواری بشرط استواری بھی فرمان صاحب کی خصوصیت ہے۔ انہیں نیاز فتحی ری سے عقیدت بھی ہے اور محبت بھی۔ (۵) ۱۹۲۲ء میں چاری ہونے والا نگار علماء نیاز کے بعد جنکے چاری ہے اور اس کا کوئی شہرہ ہے تو بھی کی زد میں نہیں آیا، نہ صرف یہ بلکہ ڈاکٹر فرمان نے علماء نیاز فتحی ری اور نگار کے نام کو ایک لمحے کے لئے بھی اولیٰ اتفاق پر ماندہ نہیں

- "فرمان تجوہ ری (چند جملکیاں شخصیت اور فن کے حوالے سے)"، مضمون نگار، میرزا ادیب، ص ۲۷

"مولانا حسرت مولانا اور فرمان تجوہ ری"، مضمون نگار، محمد حبیب صدیقی، ص ۱۲۱

"فرمان تجوہ ری (چند جملکیاں شخصیت اور فن کے حوالے سے)"، مضمون نگار، میرزا ادیب، ص ۲۵

"قابلِ رشک ادبی شخصیت"، مضمون نگار، دا انگر خوار عباسی، ص ۲۹

"فرمان امروز (دا انگر فرمان تجوہ ری، ایک تاثر)"، مضمون نگار، دا انگر اسلام فرشتی، ص ۳۲

۱۳۔ اگر ۱۹۵۱ء کو مولانا حضرت موبانی کی وفات کے فوراً بعد ۱۹۵۱ء کو فرمان صاحب نے میر کراچی میں ایک تقریب جلس منعقد کیا تھا، اس وقت فرمان صاحب کا قیام میر میں تھا۔۔۔ تحریت کے لئے منعقد کے گئے میں مولانا کی زندگی کے حالات پر روشنی ذائقی تھی۔ ان کی قوی اور ادبی خدمات کو سراجیت ہوئے ان کی رحلت پر اظہار تاسف کیا گیا۔۔۔ نیز مولانا کی یاد کوتا زور کرنے کے لئے "بزم حضرت" کے نام سے ایک ادبی انجمن قائم کی گئی جس کا صدر حکیم سعید الرحمن صاحب رہبر کاپوری اور مفتضد فرمان فتحوری صاحب کو منتخب کیا گیا۔ (۱)

مولانا حضرت موبانی سے ڈاکٹر فرمان فتحوری کی عقیدت کا اندازہ اس امر سے بھی آسانی سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا کی وفات کے فوراً بعد انہوں نے ن صرف "بزم حضرت" کی بنیاد ہی نہیں ڈالی بلکہ بزم کے تحت "حضرت" کے نام سے ایک سہہ ماہی رسالہ نکلنے کا ذکر نہیں حاصل کر کے "حضرت شیر" شائع کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔ (۲)

۱۹۶۷ء میں چار سو صفحات پر مشتمل شاگرد حکیم حضرت نمبر نکالا۔ (۳) شاگرد کا یہ "حضرت شیر" حضرت کے سلسلے میں ایک جامع دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔۔۔ اس میں حضرت کے ساتھ ساتھ ان کی پنجم نشاط النساء کے بارے میں بھی مفصل مقابے موجود ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مولانا حضرت کی خود نوشت "مشابہہ زندان" جو ایک مدت سے ہابہ تھی، پوری کی پوری اس میں شائع ہوئی ہے۔۔۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ مولانا حضرت کی طرح مولانا کے ہم درس و ہم عصر اور نگار کے بانی علماء نیاز کا انتقال بھی سچی کے مہینے میں ہوا۔ چنانچہ اسی رسمائیت سے میں یا جوں میں فرمان صاحب دونوں کو ساتھ ساتھ یاد

۱۔ "مولانا حضرت موبانی اور فرمان فتحوری" مضمون نگار، محمد حبیب صدیقی، ص ۱۲۲

۲۔ ایضاً، ص ۱۳۰

۳۔ ایضاً، ص ۱۲۳

۴۔ ایضاً، ص ۱۲۵

کرتے ہیں اور پورا پورا ان کی نذر کرتے ہیں۔ ان مہینوں میں فرمان صاحب کے لئے ہوئے ادارے "ملاحظات" اگرچہ محض نہیں لیکن مولانا حضرت سے فرمان صاحب کے جذباتی تعلق کا صاف پوچھ دیتے ہیں۔ (۱) اگر ۱۹۸۷ء کے ملاحظات کا آغاز مندرجہ ذیل مطدوں سے ہوتا ہے:

"مگر کامیاب اردو زبان و ادب کے دو بڑے ادبیوں کے سفر آخوند کا مہینہ ہے۔۔۔ میری مراد مولانا حضرت اور علامہ نیاز سے ہے۔۔۔ مجھے دونوں سے قرب و نیاز مندی کا شرف حاصل رہا ہے۔۔۔
چنانچہ حضرت موبانی کے الفاظ میں:

نہیں آتی جو یادوں کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں
خاص طور پر مگر میں ان کی یاد بری طرح ستائی ہے۔ (۲)

حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مبارک مجلس میں خواجہ صن بخاری سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا "ہر کہ بود، حسن عمل بہتر است" فرمان صاحب بھی صن عمل سے آج اس مقام تک پہنچے ہیں۔ ان کی شخصیت، جدوجہد اور لگن کے کلیدی الفاظ بھی "حسن عمل" ہیں۔۔۔ اسی صن عمل نے انہیں زندگہ تر، پاک تر، زندگانی تر نہاد یا ہے۔ (۳)
ڈاکٹر فرمان فتحوری، ان لوگوں میں سے نہیں جو "فرد" کی حیثیت سے آگے بڑھ کر "اجمن" یا "ادارے" کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ (۴)

ڈاکٹر فرمان فتحوری ایک ایسی شخصیت کے حامل ہیں جن پر ہر ادب کے عاشق کو

۱۔ "مولانا حضرت موبانی اور فرمان فتحوری"، مضمون نگار، محمد حبیب صدیقی، ص ۱۲۸

۲۔ ایضاً، ص ۱۳۰

۳۔ "فرمان امروز (ڈاکٹر فرمان فتحوری، ایک تاثر)"، مضمون نگار، ڈاکٹر اسلم فرقی، ص ۳۲

۴۔ "قابل و تجھک ادبی شخصیت"؛ مضمون نگار، ڈاکٹر تور جمی، ص ۲۹

رٹک آنا چاہیے اور وہ ایک ایسا روتھن یعنی جس سے آنے والی نسلوں کو روشنی ملی رہے گی۔^(۱)

آج وہ بر صیرتی میں نہیں تین لا تواں سٹپ پر بھی جانتے پہچانے جاتے ہیں۔ متعدد وقوع کا بوس کے مصطفیٰ ہیں۔ پاکستان کی طرف سے دور دراز ممالک میں منتظر ہونے والی ادبی تقریبات میں حق نہادگی ادا کر پچے ہیں۔ ان کا سفر اتفاق نا اتفاق چاری ہے اور اب بھی نئے بلدا فتن ان کے قدموں کے مختصر ہیں (۲) اور وہ یہ اتفاق بھی طے کریں گے۔

ان شاء اللہ

پاکستان میں غالب شناسی کی روایت

(مئی ۱۹۵۲ء تک)

ڈاکٹر فرانچوئری کی غالب سے متعلق پہلی مطبوعہ تحریری میں ۱۹۵۲ء کی ہے، جہاں سے تحریری سٹپ پر ان کی غالب شناسی کی ابتداء ہوئی۔۔۔ اس باب میں قیامِ پاکستان کے بعد سے دست ۱۹۵۲ء تک غالب شناسی کی روایت کا جائزہ لیا گیا ہے۔۔۔ خیال ہے کہ اس عرصے میں " غالبیات" میں جو اضافے ہوئے، وہ فرمان فرانچوئری کے پیش نظر ہے ہوں گے اور عجب نہیں کہ ان کے اثرات بھی انہوں نے کسی نہ کسی طرقوں کے ہوں ।

۱۔ "قابل رٹک ادبی شخصیت" مضمون نگار، ڈاکٹر فرانچوئری عہدی، ص ۳۱

۲۔ "فرمان فرانچوئری (جنہیں تحریکیں تحریکیں اور ان کے حوالے سے)" مضمون نگار، میرزا ادیب جس، ۷۶
مشمول: ڈاکٹر فرانچوئری (سیاست و مدد مات)، ترتیب و مدد میں، اسرائیل طارق

تیسرا باب

غالب شناشی کی روایت:

پچھے ہیں کہ وہ غالب کون ہے
گوئی بتلاؤ کر ہم بتلائیں کیا
کیونکہ:

بائے جان ہے، غالب اس کی ہربات
بھارت کیا، اشارت کیا، او اکیا!

غالب کی شخصیت اور کلام کے حیرت انگیز رموز و نکات کی بدولت ان کی انفرادیت
اور اہمیت یہدالغا ٹکی تھیں نہ سکتی۔ سیکی وجہ ہے کہ بڑاروں صفات لکھنے جانے کے
باذخودول کی تھیں کا یہ عالم ہے کہ غالب کو سمجھنے اور سمجھانے کی جگہ تو ہاں جاری ہے۔ البتہ
جہاں تک مختصرًا اس کی انفرادیت کو واضح کرنے کا سوال ہے تو اس کے لئے مخفی
لفظ " غالب " ہی قابل اختصار خیال کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ شعر و ادب کی دنیا پر ہر لفاظ سے
غالب نظر آتے ہیں اور یہی لقب اور باذ شاہست " غالب شناشی کی روایت " کو تقویت دیتا ہے۔
غالب شناشی کی روایت، تیر کی پیشیں گوئی سے لے کر جب کہ غالب کی عمر
۱۲۳۱ برس تھی (۱) آج تک جب کہ ان کی وفات کو ۱۳۳۲ برس گزر چکے ہیں، نہ تنے زاویوں
اور گھومن کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی غالب سے متعلق پہلی مطبوعہ تحریر میں ۱۹۵۲ء کی
ہے۔۔۔ اس باب میں قیام پاکستان کے بعد سے وسط ۱۹۵۲ء تک غالب شناشی کی روایت

۱۔ " غالب کے اولین تعارف نکار " مکمل: " غالب، شاعر امروز و فرد " از
ڈاکٹر فرمان فتحی ری، ص ۲

کا جائزہ لینا حصہ ہے۔

ند کو رہ پائی برسوں میں غالب شناشی کے آخذ و دوں کوئی حصوں میں تھیں کیا جاسکتا
ہے۔ اولاً انکی تحریریں جو مستقل کتابی صورت میں ہمارے سامنے آئیں۔ اس کے بعد وہ
مقالات جوان برسوں میں مختلف نقاوتوں نے قلم بند کے اور وہ مختلف رسالوں اور مرتباں
کی نہیں ہوتے۔ تیرے ان بخوبی کا ذکر کیا جائے گا جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد
غالب شناشی کی روایت کو فرمائی ہے میں بنیادی کروار ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد غالب کے تعارف میں پہلی تصنیف " نادرات غالب " کے
نام سے ۱۹۴۹ء میں مختصر عام پر آئی۔ فخشی بخشن تھیر اور اپنی تحریر کے نام غالب کے نئے
خطوں کا یہ مجود ہیرن صاحب کے نواسے آفاق حسین آفاق کو درشت میں ملا اور انہوں نے
سیر حاصل مقدمے اور تینی خواشی کے ساتھ اس کی ترتیب و اشاعت کا اہتمام کیا۔ (۱)
آفاق حسین آفاق کا یہ کام غالب شناشی کے نواسے لائی تھیں ہے۔

بائے اردو مولوی عبدالحق " نادرات غالب " کو ان اندازوں میں سراپتے ہیں:
" نادرات غالب " میں بہت سی ایسی بخش ملتی ہیں جو کسی
دوسری جگہ نہیں ملیں گی۔ آفاق صاحب نے نہ صرف بہت سے
ان غیر مطبوعہ نادر رخات کو ضائع ہونے سے بچا لیا ہوشی نی
بخشن تھیر کے نام میں بلکہ اپنی طرف سے عداش و تھیقیں کے بعد
ایسے خواشی وغیرہ کا اضافہ کیا ہے جن میں بہت سی کار آمد
معلومات ہیں۔ (۲)

" نادرات غالب " کے بعد ۱۹۴۸ء غلام رسول میرنے " الخطاط غالب " کے نام
سے وہ حصوں میں ایک جو مجموعہ حرب کیا۔ حصہ اول ۱۹۵۱ء میں اور حصہ دوم فروری ۱۹۵۲ء

۱۔ " غالب کا عملی سرمایہ " از ڈاکٹر سید معین الرحمن۔ ص ۱۹۲
۲۔ " سر نامہ " ص ۲

کے بعد کتاب منزل لاہور سے شائع ہوا۔ "خطوط غالب" کے مرحباً نے غالب کو تعارف کروانے کے علاوہ مکتب ائمہ کے حالات کے حوالے سے مرزا غالب کے ساتھ ان کے تعلق کی توجیت کو بھی واضح کیا ہے۔ (۱) "خطوط غالب" حصہ اول کے شروع میں دو صفحات کے "تعارف" کے علاوہ ۲۰ صفحات کا "مقدمہ" ہے جس کے اختتام پر ۱۳ اگسٹ ۱۹۵۱ء کی تاریخ درج ہے۔ یہ "مقدمہ" الگ ایک مقامے کی صورت میں بعنوان "مقدمہ خطوط غالب" (۱۹۵۱ء) "تعیید غالب" کے سو سال (۲۰) میں بھی شامل کیا گیا۔ اس مقدمہ میں غالب کے خطوط کے اوصاف واضح کر کے شاعری کے ساتھ ساتھ نظر میں بھی ان کی انفرادیت کو اجاگر کی جیا ہے۔ خلام رسول میر لکھتے ہیں:

"اسلوب غلرڈ ہمارش میں ابادی کی جو فراہمی غالب کے ہاں موجود ہے، اس کی مثالیں تو شاید ہی مل سکیں۔" (۲)

غالب کے خطوط ایسے سدا بہار پھول ہیں جن کی خوشبو رنگ و نور کو بیش تازہ رہتا ہے۔

مولانا خلام رسول میر کا غالب سے متعلق یہ کام قیام پاکستان کے بعد غالبیات کے میدان میں ایک اہم پیش رفت ہے۔

۱۹۵۲ء میں "اتخاب خطوط غالب" کے عنوان سے ۱۴۷ صفحات بریلوی اور مشرف انصاری کی مرحباً کردہ کتاب سامنے آئی۔ اس کتاب کی مدد سے غالب کو بحیثیت نظر نگار ایک خاص حوالے سے متعارف کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں "اردو نے مغلی" (۲)، "عودہ بندی" (۵) اور "نادرات غالب" (۶) میں شامل خطوط میں سے

۱۔ "خطوط غالب" ، تعاریف ، ص ۶

۲۔ "تعیید غالب" کے سو سال ۱۹۴۹ء میں مرحباً سید فاضل محمود ، ص ۳۲۲۶۲۹۰

۳۔ "مقدمہ خطوط غالب" ، ص ۳۸

۴۔ دہلی ۱۸۶۹ء ۵۔ میر سعید ۱۸۶۸ء ۶۔ کراچی ۱۹۳۹ء

جو خط اسلوب و انشاء کے اعتبار سے پروفیسر شرف انصاری کو اچھے لگے، ان کا اتحاد کیا گیا اور یہ امید کی بھی کہ چڑھنے والے ان خطوط کے مطالعے سے انشاء کا لطف پائیں گے۔

غالب کو تعارف کروانے میں جو اس مختلف ادیبوں کی تھا کا دشمنوں کے نتیجے میں غالب کے متعدد جواہر کتابی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں، وہاں متعدد تقاضوں نے غالب پر مختلف مضمونیں لکھ کر اپنے اپنے حوالے سے غالب کے مختلف پبلوؤں کو روشناس کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

غالب کو بھئے اور سمجھانے کے ضمن میں خلام رسول میر نے مارچ ۱۹۳۹ء میں ایک قابل قدر مضمون بعنوان " غالب کی خاندانی پیش" تحریر کیا۔ یہ مضمون پہلے "علی گڑھ میگرین" (۱) اور پھر "حوال غالب" (۲) میں شائع ہوا۔

خلام رسول میر نے غالب کے خاندانی حالات اور بختیں سے متعلق مرزا فرحت اللہ بیگ کے بیان کردہ (۳) ہر بختی کی دلائل سے وضاحت کی ہے اور فرحت اللہ بیگ کی ذکر کردہ حوالے سے فراہم کردہ معلومات کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ (۴)

حمید احمد خان نے مارچ ۱۹۳۹ء میں "امراۃ بیگم" کے زیر عنوان ایک مضمون لکھا ہوا "علی گڑھ میگرین" کے غالب نمبر ۳۹۔ ۳۹۔ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ حمید احمد خان نے اپنے اس مضمون میں غالب اور ان کی شریک حیات "امراۃ بیگم" کے درون خانہ حالات پر مختلف جوابوں سے تہذیب کر کے غالب کے عادات و اطوار پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں ایک

۱۔ "علی گڑھ میگرین" - غالب نمبر ۳۹۔ ۳۹۔ ۱۹۳۸ء، ص ۲۸۔ ۱۷

۲۔ "حوال غالب" مرتضیٰ بنقار الدین احمد، ص ۱۲۵۔ ۱۳۸

۳۔ "مرزا فرحت اللہ بیگ" نے خواجہ بدراالدین عرف خواجہ امام کے متعلق ایک مضمون لکھا ہوا پر ۱۹۳۱ء کے رسالہ "اردو" میں شائع ہوا۔ اس میں غالب کے خاندانی حالات اور بختیں سے متعلق تئی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔

۴۔ "علی گڑھ میگرین" - غالب نمبر ۳۹۔ ۳۹۔ ۱۹۳۸ء، ص ۲۸

حوالہ بنا تکم کا ہے جن سے حید احمد خان نے خود جو ۱۹۳۸ء میں ملاقات کی۔ اس کے علاوہ مولانا حاجی کی "یادگار غالب" (۱۸۹۷ء) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ حید احمد خان نے امراء تکم کے مختصر حالات زندگی اور عروضیوں کا حوالہ دیتے ہوئے ان کی پرہیز گاری اور شاشیگی کا بطور خاص ذکر کیا ہے جب کہ غالب آزادِ مشی تھے۔ ان تفاسیر اور اختلافِ مزاج کے باوجود حید احمد خان نے یہ واضح کیا ہے کہ یہ بھروسے بھی کسی داعنی فساد یا بد مرگی کی صورت کو نہ پہنچ کر بخکھر۔

"مرزا غالب اور امراء تکم" دونوں پر اپنے ثرفا کی وضعداری کا نمونہ تھے اور طبیعتوں کے شدید اختلاف ہوتے ہوئے بھی آخر عمر تک ایک دوسرے سے بناہ کرتے چلے گئے۔ (۱)

یہاں تک کہ ۱۸۶۹ء کو غالب اس جان سے رخصت ہوئے اور ان کی پہلی برسی (۱۸۶۷ء) کے دن امراء تکم بھی شوہر کے پیچھے روائہ ہوئی۔ عبد الجید سالک نے "رسالہ، لٹائف تھیں اور مرزا غالب" کے عنوان سے مارچ ۱۹۳۹ء میں ایک مقالہ لکھ کر غالب کو متعارف کر دیا ہے۔ غالب نے محمد حسین تبریزی فہرست کی مشہور کتاب "ربہان قاطع" (۲) کی اخلاق کو واضح کر دینے کی غرض سے "قطع ربہان" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو ۱۸۶۲ء میں کتابی تصورت میں شائع ہوا۔ اس کی مخالفت میں جو کتابیں آئیں، ان میں سے ایک مہلوکی سعادتِ علی کی "مرحق قاطع" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو ۱۸۶۳ء میں شائع کیا۔ جس میں غالب اور مشی سعادتِ علی کا قابلی جائزہ لے کر غالب کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا گیا ہے اور غالب پر لگائے گئے احرامات کی تزویہ کی گئی ہے۔ عبد الجید سالک کے خیال میں لٹائف تھیں۔

۱۔ "علی گزہ میگزین" غالب نمبر ۳۹۔ ۱۹۳۸ء، ص ۱۲۳۔
۲۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔
۳۔ "اقبال"، مرتبہ مختار الدین احمد، ص ۱۳۲۔ ۴۔ "تفہیم غالب" کے سوال، "مرتبہ سید فیاض گھودا، اقبال حسین، ص ۲۷۶۔ ۵۔ "پروفیسر حید احمد خان اور مرزا غالب"، "مضمون ٹکار، ڈاکٹر فرمان فتحوری، مشمول" افکار، حید احمد خان ایڈیشن ۵۰۔ ۱۹۴۰ء، ص ۲۶۔

"مرزا نے خود لکھ کر میاں دادِ سیاح کے نام سے شائع کرائی ہو گئی یا اس کی اصلاح و ترمیم میں مرزا کا اس قدر دھل بے کہ عمارتوں کی عمارتیں ان کی اپنی لکھی ہوئی ہیں۔" (۱)
اپنے اس نقطہ نظر کی توجیہہ عبد الجید سالک، مرزا کی خود داری میں حاشیش کرتے ہیں کہ غالب خود مشی سعادتِ علی کے مقابلے پر آتا کر شان خیال کرتے تھے۔ (۲)
 غالب اور کلام غالب کے عوایل سے پروفیسر حید احمد خان کا مقالہ " غالب کی شاعری میں حسن و عشق" بھی منفرد مقام کا حامل ہے۔ یہ مقالہ اذل اذل فروری ۱۹۳۹ء کے "ہابوں" (لاہور) میں شائع ہوا۔ یہ مقالہ ۹۔ اپریل ۱۹۵۲ء کو ظفرِ ہاتھی کے بعد "اقبال" اور پھر "تفہیم غالب" کے سوال، (۳) میں شامل کیا گیا۔ حید احمد خان نے اس مقالے میں غالب کے اردو و فارسی کلام میں حسن و عشق سے متعلق اشعار کی توزیع کو واضح کیا ہے اور اسکی توجیہ، چدت پسندی اور بھی آفرینشی کا حامل قرار دے کر ان ناقدین کی آراء کو رد کیا ہے جو حسن و عشق کے باب میں غالب کے یہاں تدقیق و تجویز کے قائل نہیں۔ (۴) غالب کے حسن و عشق سے متعلق اشعار کی اہمیت کے پیش ظفر حید احمد خان ان خیالات کا اطمینان کرتے ہیں:
"اگر مرزا غالب اپنے کلام کا صرف یہی حصہ چھوڑ جاتے تو بھی ان کا شمار دنیا کے بڑے بڑے شاعروں میں ہوتا۔ ان اشعار میں بخشن رہنگار بخ

۱۔ "علی گزہ میگزین"، غالب نمبر ۳۹۔ ۱۹۳۸ء، ص ۱۲۳۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۳۔ "اقبال"، مرتبہ مختار الدین احمد، ص ۱۳۲۔ ۹۰۔

۴۔ "تفہیم غالب" کے سوال، "مرتبہ سید فیاض گھودا، اقبال حسین، ص ۲۷۶۔ ۲۳۲۔

۵۔ "پروفیسر حید احمد خان اور مرزا غالب"، "مضمون ٹکار، ڈاکٹر فرمان فتحوری،

مشمول" افکار، حید احمد خان ایڈیشن ۵۰۔ ۱۹۴۰ء، ص ۲۶۔

طلسمات کے بندروں از سے ہی نہیں کھلتے، ان میں شاعری کی ایک خوبی دیتا
کا اکٹھاف ہے۔^(۱)

غالب شاہی کی روایت میں مولانا نلام رسول میر کا ایک مقالہ بنوان "مرزا
 غالب کا مقدمہ" بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مقالہ "علی گڑھ میگرین" کے غالب
نمبر ۳۹، ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ نلام رسول میر نے اپنے مقالے میں غالب کی زندگی سے
تعلق ایک اہم مقدمہ کی رواداد کو فتوح کیا ہے۔ محمد حسین نے فارسی لکھت "برہان
قاطع" کے ہم سے ۱۹۵۱ء میں مرتب کی۔ ۱۸۵۷ء کے زمانے سے جب مرزا خان نصیر
ہو گئے تھے تو انہوں نے "القاب ستادن" کے حالات فارسی زبان میں لکھنے کے علاوہ
"برہان قاطع" کے سبق کو کتاب کے حاشیہ پر رقم کر دیا اور بعد ازاں اسے ۱۸۶۲ء میں مشی
نولکھر کے مطبع نے "قاطع برہان" کے نام سے شائع کیا۔ اس کی اشاعت سے مخالف و
موافق کتابوں کا سلسلہ چل لگا۔ جب مرزا غالب نے مولوی احمد علی^(۲) کو حاصل کرتے
ہوئے شوہی و فراہد سے کام لیا تو مولوی امین الدین پیشوائی نے "قاطع القاطع"^(۳) کے
عنوان سے ایک کتاب ۲۶۸ صفحات پر مشتمل لکھی جس میں وہ علمی محتاثت اور شائقی کے
معیار سے گرگے۔ چنانچہ مرزا غالب نے ۱۸۶۷ء میں مولوی امین الدین کے خلاف
از الہ جیشیت کا مقدمہ درج کر دیا جو ۳ مارچ ۱۸۶۸ء کو راضی نامہ پر ختم ہوا۔ مولانا میر
کے ذکورہ مقالے میں اس مقدمے کی تفصیل بیان کر کے غالب کی شخصیت پر روشنی ڈالی گئی
ہے۔ نلام رسول میر نے اپنے مقالے میں "برہان قاطع"، "قاطع برہان" اور "قاطع
القاطع" کو تابل اعز ارض عبارتوں کو بالتعاب تحریر کر کے ان الفاظ و فقرات کو واضح کیا ہے
جو باعث ازالۃ جیشیت قرار پائے۔^(۴)

۱۔ "لقد غالب" میر پیر الدین احمد، ص ۲۲۳

۲۔ " غالب۔ مقدمہ" مشمولہ "لقد غالب" ص ۸۸

۳۔ "احوال غالب" میر پیر الدین احمد، ۱۹۵۳ء، ص ۸۷

۴۔ تواب مظہرم زمانی یحیم عرف بنا ہے جگہ، تواب ضاہ الدین خان نیر خشان کی بھی اور غالب
کے مذہبی مارف کے بڑے لڑکے باقر علی خزاری کی بیوی تھیں۔ احوال غالب، ص ۸۳

میں ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے " غالب کی عشقی شاعری" کے عنوان
سے ایک مضمون لکھا جو علی گڑھ میگرین (۳۹۔ ۱۹۳۸) کے غالب نمبر میں شائع ہوا۔

۱۹۵۰ء میں ممتاز حسین نے " غالب کا ظریہ شعر" کے زیر عنوان اپنے مضمون میں
غالب کے ظریہ فن کو واضح کیا ہے۔ یہ مقدمہ "لقد غالب" میر پیر الدین
احمد میں شامل ہے۔ ممتاز حسین نے اپنی بحث میں یہ تابیا ہے کہ غالب نے شاعری بھی بھی
چھوٹے محکمات کی بنا پر نہ کی اور وہ شاعری کو تسلی علم کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ایک ایسے علم کا
جو اس کے خون میں تحلیل ہوتا ہے۔^(۱)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے مقالے " غالب، مقدمہ" میں غالب کو میر کے عقیدت
مدد کی جیشیت سے متعارف کر دیا ہے۔ یہ مقالہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۲ء کو نظر چانی کے بعد "لقد
ال غالب" میں شامل کیا گیا۔ میر کی عقیدت کے مترف غالب کے اشعار کا حوالہ دیجے ہوئے
ڈاکٹر سید عبداللہ نے غالب پر میر کے اثرات کو دریافت کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچ ہیں کہ:
" غالب، میر کے محض ری معتقد نہ تھے بلکہ انہیں اپنے ذہنی ارتقا
کے سفر میں فیض وہ دیانت کا سرچشمہ ترا رہی تھے۔"^(۲)

اپریل ۱۹۵۲ء میں حمید احمد خان نے اپنے مضمون بنوان " غالب کی خانگی زندگی
کی ایک جملک" پر نظر ہانی کی تھی "احوال غالب" (۳) کی زینت بیان گیا اپنے مقالے
میں حمید احمد خان نے غالب کے "دیوان خانے" کی زندگی اور اس کے ساتھ "حرم
سرما" میں زندگی کا نقش بیان کیا ہے۔ ان تمام حالات اور واقعات کا "بیکا بیکم" (۴) کی

۱۔ "لقد غالب" میر پیر الدین احمد، ص ۹۰

۲۔ "موسیٰ برہان" مولوی احمد علی۔ یہ کتاب "قاطع برہان" کی مخالفت میں لکھی گئی۔

۳۔ " غالب کا مقدمہ" مشمولہ "علی گڑھ میگرین" غالب نمبر ۲۹، ۱۹۳۸ء، ص ۳۸

زبانی تکم بند کیا گیا جس سے ملاقاتات کا برٹ فیڈ احمد خان کو اپنے دوست علیم محمد کامل خان صاحب دہلوی کی معرفت جو ای ۱۹۳۸ء میں حاصل ہوا۔ (۱)

ڈاکٹر ۱۹۵۲ء میں پروفیسر اسلوب احمد انصاری نے اپنے مضمون " غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر" کے تحت غالب کی تخلیق اور کام کی چند خصوصیات کو بطور خاص اجاگر کیا ہے۔ اسلوب احمد انصاری کا یہ مضمون "نقد غالب" کا حصہ ہے۔ (۲)

ڈاکٹر وحید قریشی نے مئی ۱۹۵۲ء میں ایک مقامی معاون "نقد غالب" مختار الدین احمد (۱۹۵۶، ۱۹۹۵ء) میں شامل ہے۔ اس مقامی میں غالب کی انفرادیت اس طور پر بیان کی گئی ہے کہ غالب کی تخلیق نے قدیم ادوار کے نمائندوں (بیدآل، صائب، خویس، تلبوری، عربی اور حافظہ) کے کام سے استفادہ ضرور کیا یعنی ان کی روشنی میں اپنا ایک الگ راستہ چھین کیا۔ (۳) بالآخر لکھ کر ڈاکٹر وحید قریشی کے خیال میں غالب نے پرانے شخصوں کو نئے ذہن سے استعمال کیا۔ (۴)

غالب شاعری کے حوالے سے ایک نام ڈاکٹر آفیل احمد کا ہے جو اس روایت کو تا حال جاری رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ ۱۹۸۹ء میں غالب پر ان کی کتاب " غالب آشنا نواز" کے عنوان سے مظہر عام پر آئی ہے۔ مذکورہ دور (۱۹۵۲ء، ۱۹۲۷ء) میں ڈاکٹر آفیل احمد نے " اردو شاعری میں غالب کی اہمیت" کے زیر عنوان جون ۱۹۵۲ء میں غالب پر مقالہ لکھ کر شعر دخن میں ان کی انفرادیت کو چھین کیا ہے۔ یہ مقالہ مختار الدین احمد کی مرتب کردہ "نقد غالب" (۱۹۵۲ء، ۱۹۹۵ء) کا حصہ ہے۔

-
- ۱۔ "احوال غالب" ص ۸۲، ۱۹۹۵ء
 - ۲۔ "نقد غالب" ص ۲۲۳، ۱۹۵۲ء
 - ۳۔ "نقد غالب" مرتبہ مختار الدین احمد آرزو، ص ۲۰۳
 - ۴۔ "نقد غالب" مرتبہ مختار الدین احمد آرزو، ص ۲۰۵ (۵) ایضاً ص ۳۵۲، ۱۹۹۵ء

ڈاکٹر آفیل احمد نے اپنے ایک مضمون میں غالب کو نہ صرف ادبی تاریخ میں سب سے زیادہ زندہ شاعر بلکہ ایک نئے دور اور ایک نئی روایت کے خالق کی حیثیت سے تعارف کر دیا ہے۔

"دیوان غالب" میں غالب کا حصہ کے تحت شیخ محمد اکرم نے جون ۱۹۵۲ء میں غالب کی اہمیت اور فن شاعری میں انفرادیت کو ایک منفرد حوالے سے بیان کیا ہے۔ مذکورہ مضمون میں شیخ محمد اکرم نے "دیوان غالب" اور "دیوان غالب" کے اشعار کا تحلیل مطابعہ کر کے ان دونوں دو ادیں کے لفظی و معنوی اشتراک اور قاری تراکیب میں ہم آہنگی کو نہیا یاں کیا ہے۔ بلکہ شیخ محمد اکرم کے خیال میں مضمون کے احتجار سے بھی دیوان غالب کے کئی اشعار غالب کے خیالات کا تکسیں ہیں۔ (۱) کیونکہ تواب یوسف علی خان، والی رام پور نے فن شعر میں غالب کی شاگردی کے ساتھ چار برسوں بعد ہی تواب ۱۸۶۱ء میں پونے تین سو صفحات پر مشتمل ادبی توجیہ کر لیا جس بنا پر یہ روایت عام ہوئی کہ "دیوان غالب" کی تصنیف میں شاگرد سے زیادہ استاد (مرزا غالب) کا با تحد ہے۔ شیخ محمد اکرم نے "دیوان غالب" اور "دیوان غالب" کی مہائلت کو اشعار کے حوالے سے نہیاں کیا ہے۔ (۲)

مستقل تصنیف، ادبی مقالات و مرتباں سے قطع نظر مختلف ادبی رسالوں نے بھی غالب شاعری کی روایت کو تقویت دیئے ہیں بنیادی گردار ادا کیا ہے۔ ان رسالوں میں ایک نام "ماہ نو" کا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد غالب کے تعارف میں "ماہ نو" نے بنیادی گردار ادا کیا ہے۔ سید دقار عظیم کی ادارت میں اس محلے نے قیام پاکستان کے اہم ادنیٰ بررسوں میں بطور خاص اردو کے علیم المرجیت شا عمرز اسد اللہ خان غالب کی حیات و کلام کے بعض اہم

۱۔ "نقد غالب" ص ۳۱۲، ۱۹۹۵ء

۲۔ "نقد غالب" مرتبہ مختار الدین احمد، ص ۲۱۳

ٹھارے میں " غالب اور اقبال کے لئے جلتے اشعار پر تہرہ " کے زیر عنوان ڈاکٹر ایم۔ ڈی
ٹاٹھر کا مضمون شائع ہوا جس میں مضمون ٹھارے غالب اور اقبال کی فگری سلسلہ پر تم آنجلی کو
اجاگر کیا ہے۔ اس سے ڈاکٹر ایم۔ ڈی ٹاٹھر کا مطہر نظر غالب کے اثرات کو تلاش کر کے
انہیں ٹھائیک کی حیثیت سے تحریق کر دیا ہے۔

مندرجہ بالاتمام بحث میں قیام پاکستان کے ابتدائی پانچ برسوں میں غالب شاعری
کی روایات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کا غالب سے متعلق پہلا مضمون بھی
۱۹۵۲ء کے " ٹھار " میں شائع ہوا جہاں سے تحریری سلسلہ پر ان کی غالب شاعری کی ابتداء
ہوئی۔ خیال ہے کہ غالب سے متعلق مندرجہ بالاتمام تصانیف، رسائل اور مضمون ڈاکٹر
فرمان فتحوری کے پیش نظر ہے ہوں گے جن کے اثرات بھی انہوں نے کسی نہ کسی طور پر قول
کے ہوں گے۔

پہلوؤں سے بحث کی ہے اور اس حوالے سے بالخصوص پاکستان میں غالب شاعری کی روایات
کا آغاز کیا۔

" ماہ نو " کے فروری کے ٹھارے میں بالخصوص ہر برس مرزا غالب کی برسی کی
مناسبت سے غالب کا ذکر تھوڑی سے کیا جاتا ہے۔ سید وقار علیم " ماہ نو " کے فروری
۱۹۵۰ء کے ٹھارے کے تعارف میں " کچھ اپنی باتیں " کے زیر عنوان لکھے ہیں:

" فروری میں مرزا غالب کی برسی متأخر جاتی ہے۔ ماہ نو نے
اپنی گذشتہ روایت کے سلسلہ میں اس مرتبہ بھی یہ کوشش کی ہے کہ
 غالب کی زندگی اور کلام کے پھر نے پہلو قارئین کے سامنے
پیش کئے جائیں۔ " (۱)

" ماہ نو " نے غالب سے متعلق ایسے مضمون بھی شائع کئے ہیں جنہوں اور کی حیثیت
رکھتے ہیں۔ ان میں سرید کا مضمون " اسد اللہ خان غالب " (۲) اور رسولی اختتام احمد بن
دہلوی مرحوم کے مضمون " غالب کے بعض غیر مطبوع لطیف اور شعر " (۳) کا جواہر دیا جا سکتا
ہے۔ غاثر احمد فاروقی " ماہ نو " اور غالب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" ہر سال ماہ فروری میں غالب کی یاد منانی جاتی
ہے۔ رسالہ " آج کل " (دلی) اور " ماہ نو " (کراچی) تو
بالآخر امام کچھ نہ کچھ ہر سال غالب سے متعلق شائع کرتے ہی
ہیں۔ " (۴)

اسلامیہ کالج (لاہور) کے مجلے " کریست " کے فروری، اپریل ۱۹۵۱ء کے

۱۔ " کچھ اپنی باتیں " ماہ نو، فروری ۱۹۵۰ء، ص ۶

۲۔ " ماہ نو "، فروری، ۱۹۵۰ء، ص ۸۸

۳۔ " ایضاً "، ص ۲۲، ۲۳

۴۔ " تلاش غالب " از غاثر احمد فاروقی، لاہور، بھی ۱۹۴۹ء، ص ۱۲۳

چو تھا باب

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی اہم کتاب

”غالب، شاعر امروز و فردا“ کا تجزیاتی مطالعہ (۱)

اقبال نے ”امروز خودی“ میں اپنے متعلق یہ کہا کہ

اسے با شاعر کے بعد از مرگ زاد
چشم خود بر بست و چشم ما کشاد

لیکن جس تک غالب کا تعلق ہے تو وہ بھی ان شعراء میں ثار کیے جاتے ہیں جن کی قدر و منزلت کا اندازہ اور عظمت کا تھیں بعد از مرگ کیا گیا اور انہیں بلند یوں کے اس مقام پر پایا گیا ہوتا ہیں بلکہ بھی ہے اور لائق حسین بھی۔

ہر قاداً و غالب شاعر نے اپنی بساط اور اپنے اپنے زادہ ہائے گاہ سے غالب کی نہم دینر کا تحریر کر کے ادبی دنیا میں ان کا مقام محیں کیا ہے اور ڈاکٹر فرمان فتحی ری بھی اسی کارروائی کے ایک صاف ہیں۔

غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا پہلا مقالہ ”غالب کے کلام میں استعمال“ کے موضوع پر ہے۔ یہ مقالہ ملک مرتبہ درسالہ ۱۹۴۸ء کھنوار و مسی ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا اور یہیں سے نہ صرف ان کی تحدید بلکہ غالب شاعر کی باقاعدہ ابتداء ہوتی ہے یا یوں کہیے کہ تحریری طور پر غالب سے وابستگی کا اظہار کیا گیا درست انہیں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ”مجھے آٹھویں جماعت سے غالب کا پورا دیون ان یاد تھا۔“ (۱)

۱۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری۔ متاز حقیق، تقاد اور دانشور از پروفیسر حسن و ہار گل، ص ۳۲۶ (مشمول: ڈاکٹر فرمان فتحی ری (حیات و خدمات) حصہ سوم، ترتیب و تدوین: امروز طارق)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مضمون کے مجموعے ”غالب، شاعر امروز و فردا“ میں غالب کی شخصیت اور شاعری کو مختلف زاویوں سے دیکھا، جانچا اور پرکھا گیا ہے۔۔۔ یہ منصب، جس سلیقے اور انداز سے ادا کیا گیا ہے، اس میں ہر جگہ، تازگی، دلکشی ہے۔۔۔ یہ سب مضمونیں بقول صحف، غالب کی بہت پہلو دوست، جامع الصفات شخصیت، صدر رئیف فن اور بڑا رہنمہ ادبیت کی وکالت اور وضاحت کی فرض سے لکھتے ہیں۔۔۔ اور تحقیق نے، مطلع کی خوش استدلالی اور تجید نے فلسفی ک خوش تحریری کی مدد سے حقیقت اور تقدیم کی راہ کو آسان بنایا ہے۔

غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی پہلی کتاب " غالب شاعر امر دز و فردا" کے ڈام سے پہلی مرتبہ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ناشر احمد احمد ساز، لاہور ہیں۔ اب تک کتاب کا ایک دی ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر فرمان نے اس کا مقدمہ "کتاب سے پہلے" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس مقدمے کا بچھ حصہ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے ۱۹۵۸ء کے کراچی، فروری ۱۹۶۰ء میں " غالب کا اثر امدادے ادب اور ادبیوں پر" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ (۱) یہ کتاب ۳۲۷ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ۱۵ مضمون پر مشتمل ہے۔ یہ مضمون زمانی ترتیب سے نہیں بلکہ موضوعاتی حالت سے ہیں جن میں غالب کی نظم و نثر و نویں کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ نویسٹ کے اختبار سے اس میں شامل بعض مضمون حقيقی ہیں، بعض تختیہ اور بچھ ایسے مضمون بھی ہیں جو یہک وقت دونوں خصوصیات کو اپنے اندر سیئے ہوئے ہیں۔

حقیقی مضمون

- ۱۔ غالب کے اوپرین تعارف نگار (ص ۱۔ ۳۲)
- ۲۔ غالب اور غالب شخص کے اردو شراء (ص ۱۔ ۳۵۔ ۷۲)
- ۳۔ غالب کی یادگار قائم کرنے کی اوپرین تجویز (ص ۱۔ ۳۰۳۔ ۳۱۰)
- ۴۔ غالب کے حالات میں پہلا مضمون (ص ۱۔ ۳۱۸۔ ۳۱۱)

تختیہ مضمون

- ۱۔ غالب کا تھیاتی مطابع (ص ۱۔ ۹۰۔ ۹۵)
- ۲۔ غالب کے اسلوب خن کا ایک پبلو (ص ۱۔ ۱۲۹۔ ۱۷۰)
- ۳۔ ۱۰ مکمل شرح دیوان غالب پر ایک بھر (ص ۱۔ ۱۷۱۔ ۱۸۶)
- ۴۔ غالب کے کلام میں استفہام (ص ۱۔ ۱۸۷۔ ۲۰۳)
- ۵۔ غالب اور بجید معنی کا حلیم (ص ۱۔ ۲۶۵۔ ۲۸۳)

۱۔ "ماہ نو" کراچی، فروری ۱۹۶۰ء میں، ص ۱۔ ۲۱۔ ۴۳

- ۶۔ غالب کے مقططفے (ص ۱۔ ۲۸۵۔ ۳۰۲)
- ۷۔ اے کاش بکھی سر پن انہمار میں آدے! (ص ۱۔ ۳۱۹۔ ۳۲۷)
ٹیٹے حقیقی و تختیہ مضمون

- ۱۔ غالب اور اقبال (۱) (ص ۱۔ ۹۱۔ ۱۲۶)
- ۲۔ غالب اور اقبال (۲) (ص ۱۔ ۱۲۷۔ ۱۳۸)
- ۳۔ غالب "تجویز" کی روشنی میں (ص ۱۔ ۲۰۵۔ ۲۳۰)
- ۴۔ غالب۔ شاعر امر دز و فردا (ص ۱۔ ۲۳۱۔ ۲۴۲)

ڈاکٹر فرمان کی اس کتاب میں ایسے مضمون بھی شامل ہیں جو اس کتاب کی اشاعت سے کم بر سر پہلے قلم بند کئے گئے اور جنہیں ان کی ابتدائی تکراریات کا جا سکتا ہے۔ ان میں ان کا پہلا مضمون " غالب کے کلام میں استفہام" (۱۹۵۲ء)، "مکمل شرح دیوان غالب" پر ایک بھر (۱۹۵۳ء)، " غالب و اقبال" (۱۹۵۵ء) اور " غالب کے مقططفے" (۱۹۵۵ء) شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے مضمون بھی جو اس کتاب کی اشاعت سے ایک دو سال پہلے کے ہیں۔ مضمون کی اہمیت کو خود ڈاکٹر فرمان اس طرح یاد کرتے ہیں:

"ان میں سے بعض خال و خطا یہ ہو سکتے ہیں جنہیں پہلے بھی
محسوس کیا گیا ہو گا یا جو اس سے پہلے بھی قارئین غالب کی نظر
سے گزر رچکے ہوں گے لیکن کچھ ایسے بھی ہوں گے جو نئے پن اور
تازگی کا احساس دلائیں گے۔ اس کتاب میں غالب کی زندگی
اور فن کے بارے میں بعض تی معلومات، تجربے اور نتی
تادیلیں بھی ملیں گی، مجھے یقین کامل ہے کہ ان سے غالب کو نئے
زاویے یا کام از کام میرے زاویے سے دیکھنے یا درکھانے میں مدد
ٹے گی۔" (۱)

ڈاکٹر سید مسیح الرحمن نے تھیک کہا ہے کہ:

" غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کی یہ کتاب ان کے کم و بیش ایک چوتھائی صدی کے خود فلک کا تیجہ ہے۔" (۱)

اور اسی عاء پر ڈاکٹر مسیح الرحمن اس کتاب کی حیات جادو اس کی بیانات دیتے ہیں۔ یہ کتاب غالب کے ضمن میں گرائی قدر اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں بعض عنوانات ایسے اچھوتوں ہیں جن پر باقیار موضوع پہلی مرتبہ قلم اٹھایا گی اور غالب کو ایک نئے درج سے سمجھے میں یہ عنوانات سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گئے۔

ڈاکٹر سلمان اختر " غالب، شاعر امرزو ز فردا" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" غالب، شاعر امرزو ز فردا" میں ڈاکٹر صاحب نے اپنا مختفابند کا دشون سے کلام غالب اور اس سے دابتہ بعض اہم جزیات کے بارے میں آرائی قدر معلومات بھی پہنچائی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے غالب کی شاعری اور اس کی فلک کے بعض اہم پہلوؤں پر تحقیقی نگاہ بھی ڈالی ہے۔" (۲)

اس کتاب کی تحقیق کی غرض و نایابی اور غالب سے اپنی عقیدت کو ڈاکٹر فرمان فتحوری اس طرح بیان کرتے ہیں:

" یہ کتاب دراصل غالب کی اسی رفاقت و دسازی کا اعتراف اور ان کی صد سالہ بری کے موقع پر ان کی روح کے حضور ایک ادنیٰ ساپا نامہ ہے۔" (۳)

۱۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری اور غالب شاعری، "تحقیق ہدایہ، شمارہ ۳۔ ۳، ص ۱۰۴

۲۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری "مقالہ" نگار، ڈاکٹر سلمان اختر، مشمولہ یادنامہ، "محفل" لاہور، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۳۲

۳۔ یہ کتاب سے پہلے، "مقدمہ" ص ۷

اس کتاب میں شامل مظاہیں کا الگ الگ تحریکی طرز مطابعہ کر کے ڈاکٹر فرمان فتحوری کی بصیرت اور ان کی غالب شاعری کی محبرتی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱)

" غالب کے اولین تعارف نگار" ڈاکٹر فرمان فتحوری کی تصنیف " غالب شاعر امرزو ز فردا" کا پہلا مضمون ہے۔ یہ مضمون تحقیقی نوعیت کا ہے۔ کتاب میں شامل ہونے سے پہلے یہ مضمون " س ماہی اردو" کراچی کے شمارہ جنوری ۲۰ مارچ ۱۹۶۹ء (یا اس غالب) میں شائع ہوا۔

اس مضمون میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے غالب کے بارے میں اولین تاثرات یا مظاہیں قلم بند کرنے والوں کا سرائش لکھا ہے اور جو والوں اور دلائل سے اپنی رائے اور خیالات کو قابل اعتبار بنا لیا ہے۔ سب سے پہلے ان کی مدت عمر کا تصنیف میسیوی اور بھری کی مناسبت سے کیا ہے اور تباہی ہے کہ غالب ۱۹۲۱ء برطانی ۷۹ء اور ۱۸۶۹ء میں بیوی اہوئے اور ذہنی القعد ۱۸۸۵ء برطانی فروری ۱۸۶۹ء میں وفات پائی۔ اس طرح یہ تصنیف کیا گیا کہ سن بھری کے لحاظ سے غالب نے تہر (۲۳) سال اور سن بیوی کے اعتبار سے بہتر (۲۴) سال کی عمر پائی۔ غالب کی زندگی میں یہ ان پر اور ان کی شاعری پر بہت کچھ لکھا گیا۔ پھر غالب کی صد سالہ بری فروری ۱۹۶۹ء تک ان پر بے شمار جواب پارے سامنے آئے جن میں ہر زاویے اور نقطہ نظر سے اس عظیم شاعر کی عظمت اور مرتبے کی بلندی کا تصنیف کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اس مضمون میں اس مردوجہ خیال کی دلائل سے تردید کی ہے کہ غالب کا ذکر سب سے پہلے مریمہ احمد خان کی مشہور تصنیف " آثار الصنادیہ" مرقوس ۱۸۲۴ء میں ہتا ہے۔ ان کے خیال میں " آثار الصنادیہ" سے پہلے کی تذکرہ تھا کہ غالب کا تعارف کرو، اپکے تھے۔ پھر ڈاکٹر فرمان فتحوری غالب کی تصنیف اور شاعر ان عظمت کے متعلق اولین تعارف کی حیثیت سے میر تقی میر کی پیش گوئی کا حوالہ دیتے ہیں۔ مولانا حافظی نے کہا ہے کہ میر نے مرزا غالب کے اشعار سنتے بعد اپنے خیالات کا انتہا ریجس کیا ہے:

" اگر اس لڑکے کو کوئی کامل استاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے راستے

پر ڈال دیا تو لا جواب شاعر بن جائے گا ورنہ بھل بکھنے لگے گا۔^(۱)

غلام رسول میر نے اس روایت کی صحت سے انکار کیا ہے لیکن ڈاکٹر فرمان فتحی ری، مالک رام کے حوالے سے اس بات کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں کہ غالب کی عکس اور مریت کو تحسین کرنے میں میر کے ان مکالمات کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور میر نے تین معترضوں سے جن میں مولانا حاتی^(۲)، مالک رام^(۳) اور انتیاز علی عرشی^(۴) کا حوالہ شامل ہے، یہ تاثر کیا کہ غالب نے بہت کم عمری میں شاعری شروع کر دی تھی اور ان کے کلام نے بہت جلد سب انتیار بھی حاصل کر لیا تھا۔

میر کے سن وفات ۱۸۲۵ء اور غالب کے سن پیدائش ۱۸۱۲ء سے اندرازہ ہوتا ہے کہ جس وقت غالب کے اشعار میر نکل پہنچے، اس وقت غالب کی عمر ۱۲۰۳ بر س تھی اور اتنی عمر میں غالب کے اشعار کا میر تھی میر نکل پہنچا اور پھر ان کے بارے میں میر کا انعامہ خیال بعد ازاں قیاس تھیں رہ جاتا۔

غالب کے ملٹے میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے نواب ضیاء الدین احمد خان میر رخشان کی نشری تقریباً کو "آثار الصنادیہ"^(۵) سے پہلے کی چیز قرار دیا ہے۔ اس نشری تقریباً میں نواب ضیاء الدین احمد خان نے غالب کو سرخیل الجنم بخدا ان قرار دیتے ہوئے ان کی توصیف میں چدا اشعار بھی کہے ہیں جو ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مطابق غالب کے کلام پر اولین تقدیمی خیالات کی جیشیت رکھتے ہیں۔ ان اشعار کو ڈاکٹر فرمان نے اس مضمون میں شامل کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ "آثار الصنادیہ" میں شائع ہوتے کے باوجود یہ نشری تقریباً اس سے بہت پہلے کی ہے اور یہ اردو دیوان ۱۸۳۱ء مطبوعہ سید الاخبار، دہلی میں بھی

۱۔ "یادگار غالب"، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۷۱۹۸ء، ص ۱۳۸

۲۔ "یادگار غالب"

۳۔ "ذکر غالب" اور "دیوان غالب کا دیباچہ"

۴۔ "دیوان غالب" بھاری در تحریک عرشی (۱۹۵۸ء)

شامل تھی لیکن ہیئتیا یہ تقریباً اس سے تین سال پہلے دیوان اردو کے قلمی مسودہ کے لئے کمکی تھی اور مولانا انتیاز علی عرشی نے یہ واضح کیا ہے کہ یہ ۱۸۲۸ء میں تکمیلی تھی ہے۔^(۱) لیکن نواب ضیاء الدین احمد خان کی یہ نشری تقریباً بھی تعارف غالب کے ملٹے کی پہلی تحریر نہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے اس سے پہلے لکھنے جانے والے تذکروں کا ذکر کیا ہے، جن میں:

- ۱۔ عیار الشرا م مؤلف خوب چند کا
- ۲۔ محمد مفتح م مؤلف اعظم الدولہ سرور
- ۳۔ گھشن بے خار م مؤلف نواب مصطفیٰ خان شیخہ

خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ "دیباچہ گھشن بے خار" سے یہ پہلے چھٹا ہے کہ یہ تذکرہ جوں ۱۸۳۲ء میں شروع ہوا اور اپریل ۱۸۳۵ء میں ختم ہوا۔ اس لحاظ سے یہ سرسری احمد خان کی "آثار الصنادیہ"^(۲) سے پورے گیارہ برس پہلے لکھا گیا۔ غالب کے حوالے سے اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحی ری لکھتے ہیں:

"گھشن بے خار، غالب کے ملٹے میں یوں اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ بھلی باریہ بات بہانے آئی کہ غالب نے اپنے اردو کلام کا بہت سا حصہ حذف کر کے موجود دیوان مربج کیا تھا گویا نہیں حمید یہ کا سراغ سب سے پہلے شیخہ نے دیا ہے۔ بعد کے تذکرہ نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے، انہیں کے حوالے سے لکھا ہے۔^(۳)

محمد مفتح اور عیار الشرا میں بھی غالب کا ذکر صراحت سے آیا ہے اور یہ دونوں تذکرے گھشن بے خار سے پہلے لکھنے گئے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے اپنی تحقیقی بصیرت سے کام لیتے ہوئے ان تذکروں کے زمانہ تحریر کو مختلف حوالوں سے تحسین کیا ہے اور ان دونوں

۱۔ "دیباچہ دیوان اردو نسخہ عرشی" (۱۹۵۸ء)

۲۔ "دیوان غالب" کے اولین تعارف ٹکارا، مشمول "دیوان غالب شاعر امروز و فردا" ص ۱۱

تم کروں کی اہمیت کے بارے میں بتایا ہے کہ:

"یہ دونوں تذکرے غالب کے سلسلے میں خاصے اہم ہیں۔ ان

کے ذریعے غالب کے بعض ایسے نایاب اشعار سائے آتے ہیں

جو فتوحہ مجدد یہ میں بھی شامل نہیں۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے ان دونوں تذکروں نئی شامل غالب کے اشعار کو علیحدہ علیحدہ نقل کر کے یہ بتایا ہے کہ ان میں سے کون کون سے اشعار نجومی، نجی ماں کر رام میں شامل ہیں اور کون نہ ہے یہں جو فتوحہ مجدد یہ میں بھی شامل نہیں اور ان کا واحد مآخذ ادب تک بھی تذکرے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے ہدی باریک بھی سے اور دلائل سے ہر کوکہ کی وضاحت کی ہے جو ان کی غالب شاعری کا عدم و ثبوت فراہم کرتی ہے۔

کہی دوسرے تذکروں میں بھی غالب کا ذکر "آثار الصنادید" سے پہلے آپکا ہے۔ اس حصن میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے ایک تذکرے "مگدست ناز بخان" کا ذکر کیا ہے۔ یہ تذکرہ کریم الدین صاحب کا ہے اور اس کے دیباچہ میں خود کریم الدین نے کہا ہے کہ یہ ۱۸۲۳ء میں مکمل ہوا ہے۔ یہ بھی غالب کے حوالے سے مقید معلومات فراہم کر رہا ہے۔ ڈاکٹر فرمان کے خیال میں مگدست ناز بخان کے ساتھ قطب الدین بالٹن کے تذکرے "گلستان بے خزان" کا ذکر بھی ضروری ہے، اس کا تاریخی نام "عندلیب" ہے جس سے اس کا سال تصنیف ۱۲۶۴ھ تھا ہے اور یہ تذکرہ ۱۲۶۵ھ میں مکمل ہوا۔ اس کے دیباچہ میں بالٹن نے لکھا ہے کہ یہ دراصل گلشن بے خار کے جواب میں لکھا گیا۔ شیخزادے "گلشن بے خار" میں بالٹن کے استاذ نظر اکبر آبادی کے متعلق لکھ دیا تھا۔

"ان کے اشعار ہزاری لوگوں کی زبان پر جاری ہیں۔ ان اشعار

کی بناء پر نظیر شاعروں میں غارب ہونے کے لائق نہیں۔" (۲)

۱۔ " غالب کے اویں تعارف ٹکار، مشمول " غالب شاعر امروز و فردا" ص ۱۳

۲۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" ص ۷۶

چنانچہ بالٹن نے اپنے تذکرے میں اس کا اعتمام لیا اور شیخزادے کے استاد اور مددوں میں کوئی کھول کر بردا بھلا کہا۔ غالب بھی قدرتنا ان کے طعن و تعریف کا شاند بنتے۔ ڈاکٹر فرمان نے ان کے بیان کو اس مضمون میں لفظ کیا اور ساتھ ان چھوڑو اشعار کو بھی درج کیا جو بالٹن نے تجویز کلام کے طور پر بیش کے اور اس کے بارے میں اپنے رائے دیتے ہوئے کہا تھا:

" بالٹن کا بیان خاصاً بچپ ہے اور غالب کے کلام اور رحمتیت پر جائز و ناجائز بہر حال اولین تقدیمی تحریر کی حیثیت رکھتا ہے۔" (۱)

گویا ڈاکٹر فرمان نے اس مضمون میں غالب کے اولین تعارفی مضامین کے ساتھ ساتھ ان پر لکھے جانے والے تقدیمی مضمون کا بھی سراج لگایا ہے۔

ڈاکٹر فرمان نے اپنی تحقیقی بحیرت سے کام لیتے ہوئے ان تعارف نگاروں کو تعارف کروانا ہے جنہوں نے غالب پر اولین مضامین لکھ کر غالب کے عقیدت مددوں کی تعداد میں اضافہ کیا اور یہ مضامین غالب کو مقبول بنانے میں سمجھ میل کی حیثیت اختیار کر گئے۔ "آثار الصنادید" سے پہلے غالب کے بارے میں لکھی گئی متفرق تحریروں کی تاریخی اہمیت ہے لیکن فرمان صاحب نے "آثار الصنادید" کی اہمیت کو بھی اس لحاظ سے نہایت وقوع اور اہم قرار دیا ہے کہ یہ انسویں صدی یوسوی کے ممتاز ترین ادیب اور مرزا غالب کے ایک معاصر دوست کا لکھا ہوا ہے لیکن ساتھ ہی اس پر تقدیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لیکن افسوس کہ مریمہ کا بیان غالب کے سلسلے میں یکسری ہے اور اس میں غالب کی زندگی یا کلام کے بارے میں کوئی ایک بات نظر نہیں آتی جس کی کسی محاصرہ تذکرہ بارے میں توقع کی جاتی ہے۔" (۲)

۱۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" ص ۷۶

۲۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" ص ۷۶

ڈاکٹر فرمان فتحوری کا یہ مضمون ان کی تحقیقی بحث کا منہ بوتا شوت فراہم کرنا ہے۔ سید وقار علیم نے بھی اس مضمون کی بنیادی خوبی متحقی خوش استدالی کو بتایا ہے۔ فرمان صاحب کے تحقیقی مفہومین کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ:

”ان میں بڑی سبک رفتاری سے اگھر نے اور آگے بڑھنے والی حمیل کی کیفیت ہے جو شوق اور تجسس کو ابھارتی، ذہن کو شک و یقین کے زیرِ دہم سے گزارتی ایک ایسے انجام سمجھ کر بخوبی ہے جو ہر پڑھنے والے کے لئے قائل قبول ہو۔“^(۱)

(۲)

” غالب، شاعر امروز و فردا“ کا دوسرا مضمون ” غالب اور غالب تخلص کے اردو و شراء“ کے نام سے ہے۔ یہ مضمون اس سے پہلے ” صحیح“ لاہور کے غالب نمبر میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ تحقیقی نوعیت کا مضمون ہے جس میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے ایک ہم تخلص رکھنے والے مختلف شعرا کا جواہر دیتے ہوئے مرزا اسد اللہ خاں غالب اور ملک کے ہم تخلص اردو و شاعر دوں کا تذکرہ کیا ہے۔ غالب کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحوری کہتے ہیں:

” غالب کا نام افغانی شاعری پر آفتاب ہن کر اس طرح چکا کر اس تخلص یا ہام کے دوسرے ستارے نکرماند پڑ گئے۔“^(۲)

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اپنے زیرِ نظر مضمون میں ان ہی دوسرے ستاروں کا ذکر کیا ہے۔ مرزا اسد اللہ خاں صاحب اس زمانے کے عام رواج کے مطابق اسد اور غالب تخلص کرتے تھے۔ اسد اردو کے لئے تھا اور غالب فارسی کے لئے۔

ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب نے بہت جلد احمد تخلص ترک کر دیا اور اردو و فارسی دونوں میں صرف غالب کا استعمال کرنے لگے۔ چنانچہ مشفی شیبوز رائے کے ۱۸۵۹ء کے ایک

- ۱۔ ”نقوش“ غالب نمبر ۳، شمارہ ۱۱۶ (تہران)، ص ۶۰۳

- ۲۔ ” غالب، شاعر امروز و فردا“، ص ۳۶

خط میں خود لکھتے ہیں:

” میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدائیں اسد تخلص رکھا تھا ورنہ
 غالب ہی لکھتا رہا ہوں۔“^(۱)

امیر علی مریضی نے ان دو چار برسوں میں غالب کی شاعری کا دور اول قرار دیا ہے۔^(۲)
 غالب تخلص کے اور کئی شاعر اردو شاعری کی تاریخ میں ان کے دو شہنشہ موجود رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جس شہرت اور جس مرتبہ کو مرزا غالب پہنچ، وہ کسی دوسرے غالب کو سیرہ آیا اور ان میں ایسے قادر الکلام اور صاحب کلام شاعر بھی ہیں جو اساتذہ قدیم کی صفحہ میں آتے ہیں اور ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق ان کے حالات و کلام کا مطالعہ بہر حال ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس تذکرہ کی ضرورت کا ایک پہلو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ:

” غالب کے بعض محققین اور ان کے کلام کے بعض مرتبین نے پہنچ
ایسی غزلیں اور اشعار بھی مرزا غالب سے منسوب کر دی ہیں جو
حیثیاً مرزا تو ش کے نہیں بلکہ اسی دوسرے غالب کے ہیں۔ یہ دھوکا
محققین کو صرف اس لئے ہوا کہ انہوں نے غالب تخلص کے دوسرے
شعراء کے حالات و کلام پر تحقیقی نظر ڈالنے کی وجہ نہیں کی۔“^(۳)

چنانچہ اس مضمون میں خالصتاً اس تکذیب پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے کہ غالب تخلص کے اردو و شراء، کا سراغ لگایا جائے ڈاکٹر فرمان فتحوری نے ان شعرا کا الگ الگ جائزہ لیا ہے، بہت ہی مقدم معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے وہ شعرا کے نام درج کئے ہیں جن میں مرزا تو ش، اسد اللہ خاں غالب، بکرم الدولہ بہادر بیگ خاں دہلوی (غالب)، اتور علی غالب، غالب علی خاں غالب، نواب مرزا مان ملی خاں غالب، نواب سید الملک اسد اللہ خاں غالب (جو مرزا تو ش کے ہم تخلص ہونے کے ساتھ ہم نام بھی ہیں)، بحکم محمد خاں غالب،

۱۔ ”خطوط غالب“، مرتبہ غلام رسول ہجر، ص ۲۱۳

۲۔ دیباچہ دیوان غالب، اردو نوٹ عرشی، ص ۱۳، مطبوعہ اتحاد ترقی اردو، ٹکنیکر ۱۹۵۸ء

۳۔ ” غالب، شاعر امروز و فردا“، ص ۳۸

لال موبہن لال غالب، وکی غالب اور حاجی سیاں غالب شافل ہیں۔

ڈاکٹر فرمان نے ان تمام شعراء پر مصروف الگ الگ تبصرہ کیا ہے بلکہ ان کے حالات جس تذکروں میں تفصیل یا برائے نام موجود تھے، ان کا بھی الگ الگ جواہر دیا ہے اور اس طرح جامع اور مدلل انداز میں ان شعراء کو متعارف کروایا گیا ہے۔ ہر تذکرے میں جو اشعار جمیونہ کلام کے طور پر درج کئے گئے ہیں، ان کو بھی اس مضمون میں محفوظ کردیا ہے۔ ایک اور اہم تذکرہ جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، وہ ان غزلوں کا ذکر ہے جو مرزا اسد اللہ خاں غالب کے نام سے منسوب کردی گئیں جبکہ ڈاکٹر فرمان کے مطابق یہ غزلیں ان کے ہم تخلص شعراء کی معلوم ہوتی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے بھی تفصیل اس مضمون میں پیش کی گئی ہے جو غالب سے معتقدت رکھنے والوں کے لئے کافی کافی گرہوں کو محوالی ہے۔

اس مضمون میں صرف اردو شعراء کے تذکروں کی مدد سے غالب تخلص رکھنے والے اردو شعراء کے حالات اور اشعار کا سرائی لکھا گیا ہے اور اس تمام مدلل تحقیق کے بعد ڈاکٹر فرمان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:

" غالب تخلص کے متعدد شعراء اردو میں گزرے ہیں، ان میں سے بعض غالب کے معاصر تھے اور اردو فارسی دونوں میں نہایت اچھا کہتے تھے۔ بھی وجہ ہے کہ بعض تذکرہ تذکروں نے ایک کے اشعار غلطی سے درسے کے نام منسوب کر دیے ہیں۔" (۱)

(۳)

" غالب، شاعر امروز و فردا" کا تیراضمون " غالب کا نفیاقی مطالعہ" ہے۔ یہ تحقیقی توجیہ کا مضمون اس کتاب میں شائع ہونے سے پہلے "لٹار" کے نومبر ۱۹۶۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

اس مضمون میں غالب کے بیانات اور تحریروں کی روشنی میں غالب کا نفیاقی مطالعہ

۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" میں ۲۷

کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان کی تحریروں اور بیانات میں تقاضا ہے بلکہ ان کے متعلق جامع رائے قائم کرنے کے لئے ان کی تمام تحریروں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے ورنہ یہ رائے تقاضا کی تحقیدی صلاحیت کی کمی کو خلاہ کر کرے گی۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق کسی ادبی تحقیقت کے بیانات کو حدیث قدی خیال کرنا یا ان بیانات کی روشنی میں اس کی سیرت و کلام کی قدر و قیمت تحسین کرنا اور تحدیق و تحقیق کے بغیر اس کی باقی پر یکتہ بحث و سارہ کسی طرح درست نہیں ہے کیونکہ شاعر عام طور پر خارجی زندگی میں ویسا نہیں ہوا اگر تا جیسا کہ وہ اپنے کلام میں نظر آتا ہے۔ چند ایک کو چھوڑ کر دنیا کے سارے بڑے شاعروں کی کیفیت بھی رہی ہے۔

کسی شاعر کی جو تصویر اس کے کلام میں ابھرتی ہے، وہ عموماً اس کی عملی زندگی سے مختلف ہوتی ہے بلکہ اس کی سیرت و مزان کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے کے لئے ان دونوں تصویروں کو سامنے رکھنے اور ان کے مقناد و مخالف پہلوؤں کے اسباب و معلل پر غور و خوض کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان یہاں شاعر ادلبی کا حوالہ دیتے ہیں جو تمام شعراء کے ہاں قدر مشترک کی جیشیت رکھتی ہے، لکھتے ہیں:

" اب اگر ان تعلیٰ آمیز اشعار یا اقوال پر اعتاد کر کے اوپی
مراتب کا قصین کیا جائے تو سب سے کم تر درجے کا شاعر عرب سے
بڑا اور اعلیٰ درجے کا شاعر ادنیٰ نظر آئے گا۔" (۱)

غالب کے ضمن میں بھی اس مضمون میں ڈاکٹر فرمان نے مختلف شاخیں دی چیز اور ان کے اقوال اور بیانات کے سلسلے میں خصوصاً مختصر طریقے کی ضرورت پر زور دیا ہے کیونکہ ان کی تحقیقت بھی ان کے کلام کی طرح اکبری نہیں، پرست و درپرست ہے اور اس پر طرز ہے کہ اس کو بے قاب کرنے کی بجائے اس پر پرداہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ ہولوگ ان کے سارے بیانات پر نظر نہیں رکھتے اور صرف کسی خاص بیان یا شعر کی روشنی میں رائے قائم کرتے ہیں تو وہ عموماً گراہ کن اور غلط تابوت ہوتی ہے۔

غالب کے بعض اردو اشعار ان کی خود داری اور انتیت کے عکاس ہیں، مثلاً بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود میں ہیں کہ ہم ائمہ پھر آئے در کعبہ اگر دانتہ ہوا اس کے برعکس ان کے قصائد پر نظر ڈالیں تو بقول شخصیہ وہ "پر لے در جے کے خوشنامدی اور بحاثت ہیں"، اُنہیں قضاۓ اور مدحہ تقطیعات کے پیش نظر ڈاکٹر فرمان فتحوری کہتے ہیں:

" غالب اگر کسی کے سامنے اس حتم کی تحریر ہیں ہوں تو وہ غالب کو محض حکماً اور خوشنامدی خیال کرے گا لیکن یہ خیال درست نہ ہو گا۔ سچ تجھے پر پہنچنے کے لئے سارے اقوال کو ظفر میں رکھنے اور ان کے ماحول و نسبیات کا تجویز کرنے کی ضرورت ہو گی۔" (۱)

غالب کی شاعری کے مختلف غالب کے محدود بیانات کا حوالہ دینے کے بعد ڈاکٹر فرمان نے غالب کی خطوط شماری یا اردو مشہوں میں پائے جانے والے مختلف بیانات کو تحریر کر کے اپنی رائے کو مزید تقابل اعتماد بنا لیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان نے زیر نظر مضمون میں غالب کی حلم و نیز دونوں سے مختلف ان کے بیانات اور تحریروں میں تصادم کی مزید کمی مثالوں کو پیش کر کے یہ واضح کیا ہے کہ غالب کے ہر قول کو شاعری و دلائلی دونوں حتم کے عوامل و دلائل کی کسوٹی پر پر کھانا چاہئے کیونکہ غالب بذات خود یہ بھی کہہ گئے ہیں:

ہیں کو اکبِ کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
 دیتے ہیں دھوکا، یہ بازی گر کھلا

(۲)

" غالب اور اقبال" (۱)، " غالب، شاعر امروز و فردا" کا چوتھا مقالہ ہے۔ یہ چیلی مرتبہ دسمبر ۱۹۵۵ء کے رسالہ "نگار" نامکمل میں اسی عنوان سے شائع ہوا، پھر ۱۹۷۰ء میں اس کتاب کی زینت بننے کے بعد بھی یہ مضمون "اقبال، غالب کا تعلیٰ مطابع" کے عنوان سے "نگار" کے غارے نومبر دسمبر ۱۹۷۱ء (اقبال نمبر) میں پھپا۔ البتہ اس کا کچھ حصہ اختتام سے حذف کر دیا گیا۔

یہ مقالہ ہم تصدیقی و نیم تحقیقی توبیت کا ہے، اس میں ایک طرف تو ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اپنی تحقیقی بصیرت سے اقبال اور غالب کے وہ اوصاف دریافت کئے ہیں جو کسی قدر مشترک ہیں اور پھر ان پر تصدیق و تبصرہ کے ذریعے ان میں روپاً و تسلیم پیدا کیا ہے۔ مضمون کی صورت تقابلی ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے پہلے اقبال کی ایک خصوصیت بیان کی ہے۔ پھر اس خصوصیت کو غالب میں جلاش کر کے ان دونوں کی فکری ہم آہنگی کو بیان کیا ہے۔ دونوں کو عظیم المریجت قرار دیتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ انہوں نے ہماری شاعری کوئی اوح گاہوں پر پہنچا دیا۔

اقبال کی ابتدائی شاعری پر داعی کارنگ نہیاں ہے لیکن بہت جلد ان کی طبیعت غالب کی طرف مائل ہو گئی اور اقبال کا غالب سے یہ تعلق پھر آخوندی دم بکھر قائم رہا۔ ڈاکٹر فرمان لکھتے ہیں:

"جادیہ نامہ میں" اردو اخلاقیہ "کے عنوان سے روی غالب اور اقبال کا جو مکالمہ ملتا ہے، اس سے پہلے چلتا ہے کہ اقبال آخر تک اپنے ذاتی سائل کے حل میں روی غالب کے فیض سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔" (۱)

اپنی رائے کے ساتھ انہوں نے خلیفہ عبدالحکیم کا خواہ بھی دیا ہے اک وہ روی،

لٹھے، بکانت، برگسائیں، کارڈل مارکس، لیپسین، بیدل اور غالب کے اثرات جو اقبال نے قول کئے، ان کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی پہنچی کہتے ہیں کہ:

"اقبال کے اندر ان سب میں کسی کی بیشیت جوں کی توں

باتی نہیں رہی، اس نے اپنے تصورات کا قائمین بچھے ہوئے

پکھر لکھیں، دھاگے اور بعض خاکے ان لوگوں سے لئے ہیں

لیکن اس کے تکملہ قائمین کا نقشہ کسی دوسرے نقشے کی ہو، بھوپ

نقش نہیں ہے۔"^(۱)

ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے "روج اقبال" کے حادثے میں غالب اور اقبال کے

ذوق ہاطنی کی طرف کہیں کہیں اشارے بھی کئے ہیں۔^(۲)

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے بھی اس مضمون میں غالب اور اقبال کے ذات و شخصی

اشتراك کا وضاحت سے جائزہ لیا ہے اور میں (۲۰) سے زائد ایسی خصوصیات کی نشاندہی

کی ہے جو ان دونوں مایہ ہزار فنکاروں میں پائی جاتی ہیں اور ہر لکھنے کو ڈاکٹر فرمان نے

ولائک اور جواز کے ساتھ چیش کیا اور اس صحن میں اردو اور فارسی اشعار کے جوابے بھی پیش

کئے ہیں۔

غالب اور اقبال دونوں فن اور آرٹ کو با اشتراک نے کئے ہوں و جگر کی آمیزش

کو ضروری خیال کرتے ہیں، دونوں شاعری کوبوز دل کے نکاس کی صورت بتاتے

ہیں، دونوں حقیقت شناسی کے قائل ہیں، دونوں کے پیش نظر ایک مقصدیت ہے البتہ ڈاکٹر

فرمان فتحوری ان دونوں کی مقصدیت میں امتیاز اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اقبال کی مقصدیت متعین، منصفہ اور حکیمانہ ہے اور غالب کی مقصدیت

۱۔ "روج اقبال" اور اقبال، (مشمول "اقبال" مرتبہ بابے اردو مولوی عبد الحق) ص، ۹۹-۹۸

۲۔ "روج اقبال" ص، ۲۳، ۲۱، ۲۵، ۳۹، ۵۲، ۵۹، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۳۲، ۱۰۰

منتشر، رندانہ اور شاعرانہ۔ اقبال اپنی بات اکثر ذہن کے ذریعے سے دل میں آتا تھے جس اور غالب دل کے ذریعے سے ذہن میں۔^(۱)

ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب اور اقبال دونوں کے ہاں آتش توائی کی صورت ہے۔ دونوں احساسات کی نزاکت کے پیش نظر ذہنی پنچھی کے ساتھ ہاطنی شور کا سہارا لیہ ضروری خیال کرتے ہیں اور جس طرح اقبال اور غالب دونوں خودی کی نیکین کے لئے مرگروں ہیں، وہاں ان میں ایک تضاد ہے کہ اقبال خود کو شاعر کہلوانا پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک تکملہ قلچہ حیات رکھتے ہیں۔ اور اس کی تبلیغ و اشاعت ان کا مقصد ہے جوکہ غالب کے پاس کوئی متعین مقصد حیات نہ تھا، اس لئے انہوں نے بیشیت شاعری خرچوں کیا۔

زیر نظر مقامے میں ایک لکھتے یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ رجایت جہاں اقبال کی شاعری کا تمہارا پہلو ہے وہاں غالب کی شاعری میں پورنگ اقبال کی مانند نہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری اس حقیقت کا اعتراف تو کرتے ہیں کہ غالب نے کوئی رجائی قلچہ چیش نہیں کیا لیکن ساتھ ہی ان کے قومی شاعر ہونے کی تردید بھی کرتے ہیں اور اس طرح ان کو اس متوقع الزام سے بچاتے ہیں:

"اگر ان کی بھجوئی شاعری کا نسبیاتی تحریر کریں اور انہاں کے عمل کی سوتی پر اس کے تاثرات کو پرکھیں تو پھر انہیں رجائی شاعر کہنے کے ملاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔"^(۲)

اقبال کے ہاں خودی کی جو صورت ہے، وہ غالب کے ہاں تو نہیں ملتی لیکن وہ اور اک ذات ہے اقبال خودی سے تحریر کرتے ہیں، وہ غالب کو بھی عزیز تھی۔ اس بیان کے جواز میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے حالی کا بیان درج کیا ہے:

۱۔ " غالب، شاعر امروز و فردا"، ص، ۹۹

۲۔ " غالب، شاعر امروز و فردا"، ص، ۱۰۲-۱۰۱

"مرزا خودداری اور حفظ وضع کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ امراء و عالمک سے برابری کی ملاقات رکھتے تھے۔ جو کوئی ان کے مکان پر ن آتا، وہ بھی اس کے بیان نہ جاتے اور وقار و عزت کو سب پر مقدم جانتے۔" (۱)

لیکن شاعر کے قول و فعل میں قطعی مطابقت نہیں پائی جاتی اور اسی کے پیش نظر ڈاکٹر فرمان فتحی ہیں:

"عالم باغل کبھی نہیں ہوتا اور اس میں غالب و اقبال و دونوں برادر ہیں۔" (۲)

اس کے علاوہ اقبال اور غالب کے انکار میں جو ممالک ہیں اس مقابلہ میں بیان کی گئی ہیں، ان میں جہاں ان کا تصورِ عشق اور دصل اور انسانی غصیلت کا تصور شامل ہے، وہاں غالب اور اقبال دونوں ہی نوع انسان کو صرف یقین، عمل اور محبت کے رشتہوں سے ہاتھ مربوط کرنا چاہئے ہیں اور عالمگیر اخوت کے حایی ہیں۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق ہی آرزوؤں اور خواہشوں کی تمنا زندگی کی دلیل ان دونوں مضمرا کے کلام میں ملتی ہے۔ اقبال اور غالب دونوں انسانیت کی مراجع یہ خال کرتے ہیں کہ اس کی قوت تغیریں جہاں ظاہر سے بلند ہو، اسی لئے دونوں اپنے ماحضر سے مطہری نہیں اور اپنی دنیاۓ تمنا کا اندازہ کرنے سے قادر ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے نقطہ نظر کے مطابق غزل کا ریگ اقبال کی نسبت غالب کے ہاں اپنی تمام تر جلوہ افروزیوں کے نظر آتا ہے کیونکہ غالب کے اشعار میں جو حرمت ناک اور پر خلوص تاثر کام کر رہا ہے، وہ اقبال کے بیان نہیں ہے اور یہ اسی تاثر کے ضعف و توہانی کا فرق ہے کہ غالب کے اشعار ضرب المثل بن گئے اور زندگی کی ہر شدید اوجھن میں اس طرح ہمارے لب پر آ جاتے ہیں کہ:

۱۔ "یادگار غالب" مطبوعہ مکتبہ عالیہ لاہور، ص ۴۱،

۲۔ " غالب، شاعر امروز و فردا"، ص ۱۰۸

"میں نے یہ جانتا کہ گویا یہ بھی سب سے دل میں ہے۔"

ان مصالحت کو جو اقبال اور غالب کے کلام میں پائے جاتے ہیں، بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر فرمان اس تجھ پر بیٹھنے ہیں کہ اقبال کے خیالات و ادھار اگر غالب سے ماخوذ نہیں تو ان کے معنوی فیض سے بکر خالی بھی نہیں ہیں۔ اپنے اس خیال کو مزید تقویت دینے کے لئے ڈاکٹر فرمان سر عبد القادر کے دیباچہ کا حوالہ دیتے ہیں:

" غالب و اقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔۔۔۔۔ مرزا

اسداللہ خاں غالب کو اردو فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اس نے ان کی روح کو عدم میں بھی جہنم سے نہ رہنے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جسد خاکی میں جلوہ افروز ہوں اور شاعری کے چم کی آپیاری کریں اور اس نے پنجاب کے ایک گوشہ میں ہے سالکوٹ کہتے ہیں، دوبارہ جنم لیا اور اقبال نام پایا۔" (۱)

لیکن ڈاکٹر فرمان فتحی ری اقبال کو غالب کا دوسرا جنم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ جو قول عام غالب کو سیر آیا، وہ اقبال کو تھیب نہ ہوا کیونکہ غالب بھی شاعر ہیں اور اقبال شاعر و فلسفی دونوں درجہوں پر فائز ہیں۔ اس نے وہ زیر نظر مقابلہ میں تمام بحث کا منطق تجھی سی کیا لائے ہیں کہ اقبال غالب کی ارتقائی روح اور غالب، اقبال کے پیش رو نہیں بلکہ اقبال نے جہاں دوسرے حکماء سے استفادہ کیا، وہاں غالب سے بھی مستفید ہوئے۔

(۵)

" غالب شاعر امروز و فردا" میں " غالب اور اقبال" کے عنوان سے دو مضامین شائع ہوئے۔ ایک کا ذکر ہم نے پہلے کیا، یہ دوسرا مضمون اسی کی توصیح قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ دوسرا مضمون "نگار" مگی ۱۹۵۶ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اسے ہم تحقیقی و تنبیہ دی دوں۔

او صاف کا حامل مضمون قرار دے سکتے ہیں۔ " غالب اور اقبال " کے عنوان سے جو مضمون "نگار" دسمبر ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا، اس میں ڈاکٹر فرمان نے دو توں شعراء کے کلام میں پائی جانے والی مخالفتیں اور ان میں احتیازات کو بیان کر کے غالب اور اقبال دونوں کو عظیم المرتبت شاعر قرار دیا تھا، اس کو بعض حضرات نے اس زادیہ نگار سے دیکھا کہ اسے اقبال کی تحقیق خیال کرتے ہوئے اس سے ہ پسندیدی گی کا انکھار کیا اور ایک حضرت نے قیام قدر طور پر "نگار" کے مارچ ۱۹۵۶ء کے شمارے میں ان نکات کو انھیا جس میں بقول محرض اقبال کی تحقیق اور غالب کی بے جا تعریف کی گئی ہے، نہ صرف یہ ہلکہ اتنا مایک صفحہ سے زائد غالب کے ایسے اشعار پیش کروئے جن میں غالب نے فارسی اساتذہ سے استفادہ کیا ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری لکھتے ہیں:

"اگر اس سے کسی شاعر کی ہاہیت یا کمزوری ہابت کی جائیتی
ہے تو یہ کمزوری و ناہیت اقبال میں پائب غالب کے زیادہ
نمایاں نظر آئے گی۔ اس لئے کہ ان کے اکٹھ افکار و خیالات
دوسروں سے ماخوذ ہیں۔" (۱)

زیر نظر مقالے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اعترافات کا جواب نہایت مدل
انداز میں اور ہابت قدی سے دیا ہے اور اس اعتراف کی لغوی کی ہے کہ اس میں اقبال کی
تحقیق کا پہلو لکھتا ہے ہلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس مقالے میں اقبال کے کمزور پہلوؤں
اور اشعار کو دانتہ طور پر نظر انداز کیا گیا ہے اور صرف ایسے اشعار پیش کئے گئے ہیں جو
مقبول ہوئے اور ان کے شاعرانہ مقام و مرتبہ کی بلندی کا سبب ہیں۔ اس حافظے سے وہ اس
مضمون کو اقبال کی تحقیق قرار دینے کو ہلکہ ظفری اور تھیسیت پرستی سے تحریر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اول ان تمام اعترافات کو جواہرئے مجھے، بیان کیا اور
پھر ہر اعتراف کے جواب میں ایک سے زائد نقادوں کے حوالے دیے ہیں اور وہ بھی

صرف ان نقادوں کے جو اقبال شاعر کی حیثیت سے اہم مقام و مرتبہ رکھتے ہیں یا اقبال
سے قسمی و ذاتی اعلق میں بندھے ہوئے ہیں تاکہ ان کی رائے سے اختلاف کی تجھیش کم
ہو۔ شاعر کے طور پر ڈاکٹر فرمان نے اپنے پہلے مضمون میں غالب و اقبال کے تقابلی مطابع
کے بعد یہ تجھے نکالا:

"اقبال کے خیالات و افکار اگر غالب سے ماخوذ نہیں تو ان
کے مخوبی فیض سے بکسر خالی بھی نہیں ہیں۔" (۱)

جسے اقبال کی تحقیق خیال کیا گیا تھا ڈاکٹر فرمان اس کی تردید اور اپنے ہلکہ نظر کی چاہیہ
میں پائی چاہیے اقبال شاعر کے حوالے دیتے ہیں۔
ڈاکٹر فرمان فتحوری کے بقول اقبال نے بذات خود اپنی شاعری کے ابتدائی دور
سے اعتماد تک غالب سے مخوبی فیض حاصل کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان نے
یہاں مولوی عبد الحق کا قول نقل کیا ہے۔

"اگر غالب نہ ہوتے تو حالی اور اقبال بھی نہ ہوتے۔" (۲)

بلکہ آں احمد سرور جو اقبال کے بڑے مدح ہیں، "نے اور پرانے چراغ" میں نہ صرف
اقبال کے افکار بلکہ اسلوب کو بھی غالب سے متاثر تھا ہے۔

زیر نظر مقالے میں ڈاکٹر فرمان نے اپنے ہلکہ نظر کی چاہیہ میں نہ صرف اقبال سے
عقیدت رکھنے والے نقادوں کے حوالے دیے بلکہ غالب کی عظمت کے اعتراف میں خود
اقبال کی آراء کو بھی پیش کیا ہے۔ اپنے پہلے مضمون میں ڈاکٹر فرمان نے غالب و اقبال
میں پائی جانے والی تمام مخالفتوں کے باوجود اقبال کو غالب کا دوسرا جنم تسلیم کرنے سے
انکار کیا ہے کیونکہ اقبال کی فن شاعری پر گرفت بہت زیادہ مضبوط ہے اور جو
شاعر ان عظمت اور اثر آفرینش غالب کے کلام میں پائی جاتی ہے، وہ اقبال کے ہاں کیا ہے۔

۱۔ " غالب اور اقبال " (۱)، مشمول " غالب، شاعر امروز و فردا "، ص ۱۴۳

۲۔ " تجدیدات عبد الحق "

ہے چنانچہ جادیہ اقبال خود غالب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"غالب آج بھی زندگی کا سب سے بڑا عکس ہے۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری غالب کی ملکت کو اس طرح سراہتے ہیں:

"اپنیں اپنے فن کی تو اتنا کی اور تازگی پر اعتماد تھا اور سیکی وجہ ہے کہ وہ زمانہ کی آشنائی و ناقدردانی کے باوجود صرف اپنے دم غم کے سہارے آگے بڑھتا چلا گیا۔" (۲)

ڈاکٹر فرمان نے اپنے پہلے مضمون "غالب اور اقبال" مطبوعہ "نگار" (دسمبر ۱۹۵۵ء) کے خواہ سے اخراجے گئے اعزاز اضات کے جواب میں واضح کیا ہے کہ اس مضمون سے کسی طور پر اقبال کی تتفیص کا پہلو نہیں لکھا اور یہ کہ اقبال کی اہمیت دوسرے حکماء، علماء اور غالب سے فیض حاصل کرنے کے باوجود اپنے دورہ اپنے زمانے اور اپنے فلسفہ حیات کے لحاظ سے مسلم ہے۔

(۲)

"غالب کے اسلوبِ خن کا ایک پہلو،" "غالب، شاعر امروز و فردا" کا چھٹا مضمون ہے۔ تحقیدی نوعیت کا یہ مضمون اس سے پہلے اسی نام سے رسالہ "نگار" کے "غالب نمبر" جنوری، فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب کی اشاعت کے ۲۵ برس بعد بھی اپنے موضوع کی اہمیت کے جیش نظر اس مقامے کو ڈاکٹر فرمان نے اپنی دوسری کتاب "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" میں شامل کیا۔

اس مضمون میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کے کلام کے ایک اور اہم پہلو "ظرف" سے بحث کی ہے اور اس طرز کی انفرادیت یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں بر جنگی کے ساتھ معنوی تہہ داری بھی ملتی ہے اور یہ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ غالب اپنے ماحول و

شخصیت میں مطابقت پیدا کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے اور اپنے لاشور یا ذات سے آگاہ تھے۔

حالی نے یادگار غالب میں غالب کو جیوان ظریف کہا اور یہ لکھا:

"ظرافتِ حراج میں اس قدر تھی کہ ان کو بجاۓ جیوان ناطق

کے جیوان ظریف کہا جائے تو بجا ہے۔" (۱)

لیکن غالب کے خطوط اور کلام میں یہ شوٹی وظرافت ہی ان کے اسلوب کا طرزہ

امتیاز نہیں بلکہ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مطابق ان کے اسلوبِ خن کا امتیازی نہیں ان کا وہ طریقہ ہے جو کم از کم اردو غزل کی تاریخ میں بالکل نیا ہے۔ غالب کے طریقہ اسلوب اور لمحجہ کا اثرِ حادیٰ نہیں بلکہ اس میں مخفی خیز طریقہ دیر پا نظر پیش ہوتے ہیں، اسی طبقاً ان کے طریقہ میں اعلیٰ درجے کی ادبیت کا آ جانا یقینی تھا۔

غالب کے ہاں طریقہِ امداز اور نوعیت کے سلسلے میں ان کی شخصیت اور ماحول کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کیونکہ غالب کا تعلق ایک ٹکڑت حال زمانے سے تھا لیکن انہوں نے اپنے ماحول سے کبھی ٹکڑت نہ کھانی بلکہ ان کی آرزو و خیز طبع اس ماحول سے نہردا آزمائی ہوتی رہی لیکن وہ اپنی صرتوں کو مادنے پر کبھی آمادہ نہ ہوئے۔ غالب کی ٹکڑت نہ ماننے والی شخصیت نے فکری طور پر انہیں اپنے پیش روؤں اور معاصر شرکاء سے نہ صرف ممتاز کیا اور ان کے طریقہ لمحجہ میں تیریخِ کش کی طلش پیدا کر دی۔

غالب کے کلام میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں حراج برائے حراج کے سوا اور کوئی بات نظر نہیں آتی لیکن غالب کے ہاں ڈاکٹر فرمان کے امدازے کے مطابق ایسے اشعار کی تعداد بہت کم ہے اور اس کی نسبت طریقہ لمحجہ کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس لحاظ سے وہ غالب کو اتنا کاہا اور سواد پر ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"انہیں محض شوئن ڈاکٹر نہیں بلکہ اردو کا پہلا طریقہ غزل گوش اور بھٹکنا پائیے۔" (۲)

۱۔ "یادگار غالب" مطبوعہ مکتبہ عالی، لاہور، ص ۲۰

۲۔ "غالب، شاعر امروز و فردا"، ص ۱۵۳

۱۔ "دیوان غالب" مرقع چھٹائی

۲۔ "غالب شاعر امروز و فردا"، ص ۷۴

غالب کے کلام کا طنزیہ اندراز موضوعات کے اختبار سے وسعت و تنوع کا حامل ہے اور اس طفر کی نسبت تحریری ہے۔ ذاکر فرمان نے غالب کے طرزیہ اسلوب کو ان کے کلام کے مختلف حوالوں سے روشن کیا ہے اور یہ کہتے بھی واضح کیا ہے کہ غالب برادر است کسی کو طفر کا ہدف نہیں ہاتے، بلکہ عام و اتفاقات کے بیان میں صرف اسلوب کی مدد سے خصوصی طرز کا لمحہ بیدا کر دیتے ہیں۔

ذیر نظر مضمون میں ذاکر فتحی ری نے غالب کی حضرت عیین علیہ، حضرت موسیٰ علیہ، حضرت یوسف علیہ، حضرت ابراہیم علیہ، منصور، فرباد، داعود، ناسح پر طفر کی مالیں پیش کی ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ غالب کا ان تمام افراد کو شناخت کھڑا ہا با لو اسط تمام سماج پر طفر ہے کیونکہ ان افراد کے ہیں مظہر میں سماج کا ایک بڑا گروہ ہے۔ ذاکر فرمان فتحی ری نے اس مضمون میں غالب کے ان اشعار کو بھی درج کیا ہے جن میں غالب نے استاد شہد، بہشت نامہ بر، حلی کر اپنے محبوب پر بھی طعن کی ہے بلکہ خود پر طفر کی جب کوئی صورت ہیں نہیں تو یہ کہہ کر مسکراتے ہیں:

چاہتے ہیں خور دیوں کو اسم

آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے (۱)

ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب کے اسلوب کے لحیے پن میں طرزیہ لمحہ کو ناص دخل ہے۔ مراج کہیں کہیں ہے اور طفر جگہ جگہ۔ اپنے رائے کے جواز میں وہ شیخ محمد اکرام کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" غالب کا نکات کی ہر بیچ کی نہیں اس طرح اڑاتے ہیں جیسے
کا نکات کے ہر نادان دادا کے راز سے آشنا اور
کمزور دیوں سے دافق ہیں۔" (۲)

(۷)

" غالب، شاعر امروز و فردا" کا ساتواں مثال "مکمل شرح دیوان غالب پر ایک ظفر" میں ہم سے ہے۔ یہ تحدیدی نوبت کا مقالہ ہے جو ابتداء "نگار" کھنڈ جواہی ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔

اس مقالہ میں ذاکر فرمان فتحی ری نے مولانا عبدالباری آئی لکھوی کی شرح دیوان غالب بعنوان "مکمل شرح دیوان غالب" کا بنیادی تعارف کر دیا ہے اور دیوان غالب کے آٹھ اشعار کا انتخاب کر کے اس پر تقدیم کرتے ہوئے جہاں عبدالباری آئی کی تحریر کردہ شرح کے ناتھ بیان کئے ہیں، وہاں ان نکات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جو غالب اختبار ہیں۔

ذیر نظر مضمون میں شامل اشعار کی تجزیع کرتے ہوئے ذاکر فرمان فتحی ری نے کلام غالب سے اس مخصوص شعر کے ہم مضمون اشعار کا حوالہ دیا ہے اور دوسرے قابل قدر شعرا کے ہاں اس نوبت کے جو اشعار ہیں، ان کو بھی درج کر کے اپنی شرح کا جواز پیدا کیا ہے۔ آئی کی شرح پر تقدیم کرتے ہوئے اور اشعار کی اپنے نقطہ نظر سے تجزیع کرتے ہوئے ذاکر فرمان فتحی ری نے غالب کی عظمت اور انفرادیت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ مثال کے طور پر غالب کے شعر

موت کا ایک دن میتھیں ہے

نیند کیوں رات بھرنہیں آتی

کی وضاحت میں غالب کے صحن کلام کو یوں سراہئے ہیں:

" جس رمز و تجسس عارفانہ سے " نیند کیوں رات بھر نہیں آتی " کا استجوابی استفسار قائم کیا گیا ہے، اس کی مالیں اردو شاعری میں کم میں گی۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے ان اشعار کے متعلق اپنے نقطہ نظر کو بیان کر کے اپنی رائے گوہار سے ذہنوں پر مسلط کرنے کی کوشش تھیں کی بلکہ ہر لفظ اور ہر جملہ کی غرض و مقایت و رفعیت کو بیان کر کے گویا شعر کے تمام رسموں آٹھا کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی عبد الباری آنی کی کمزور مطلب لگا ری پر تجھ کا انتہا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ڈاکٹر بحوری، نظم طباطبائی اور حسرت کی شرمنی آسی صاحب کے سامنے چیز۔ پھر بھی خدا جانے کیوں سمجھ اور قرین قیاس مضمون سے گریز کیا گیا ہے۔" (۱)

اس مقالہ کے تجزیے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبد الباری آسی نے اشعار کے قریب کے معنی بیان کئے ہیں یا پھر ان کی سادہ تصریح کردی ہے تجذب ڈاکٹر فرمان فتحوری ہر شعر کی تہہ میں پہنچ کر بعد کے معنی تک رسائی حاصل کر کے شعر کے اصل گوہ کو ہائل دیتے ہیں۔

غالب صدی پر بلا مبالغہ کئی سو کتابیں لکھی گئیں۔۔۔ لیکن بہا صرف ان چیزوں کے لئے ہے جو عالم انسانیت کے لئے نقش بخش ہوں۔۔۔ غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کی کتاب " غالب، شاعر امروز و فردا"، آن کے کم و بیش ایک چوتھائی صدی کے خود و فکر کا نتیجہ ہے۔ فرمان صاحب کے نقطہ نظر میں تازگی اور اسلوب میں توانائی ہے، اور اس نے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اہم کتاب غالب صدی پر شائع ہونے والی آن سیکھڑوں کتابوں میں سے ایک ہے، جو بیش زندہ رہیں گی۔

ڈاکٹر سید معین الرحمن

پانچواں باب

ڈاکٹر فرمان فتحوری کی اہم کتاب:
" غالب، شاعر امروز و فردا" کا تجزیاتی مطالعہ (۲)

ڈاکٹر فرمان بھی اسی نقطہ نظر کی توجیہ اس مقالے میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ بعض ادوات بیرے کی کان میں بیرون کی بے پناہ آنہاں کی سے ہے سے ہے جو ہری کی نظر انتخاب چوک جاتی ہے اور نگاہ جلوہ حقیقی سے خودم روہ جاتی ہے۔ اسی نامہ پر کلام غائب کی بھی ان کو خصوصیتیں نظر آتے ہوئے بھی نظر نہیں آتیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غالب نے ہدایت بیان میں عموماً استھان ایوب دلپھ سے کام لیا۔

استھان ایوب کلمات کو کس توہینت اور کن حوالوں سے استعمال کیا جاتا چاہیے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحوری نے غالب کے کلام سے مثالیں دے کر اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔ کلمات استھان کو جن معنوں میں استعمال کیا جاتا چاہیے، اس کی وضاحت کے بعد غالب کے کلام میں ان کلمات کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ غالب نے کلمات استھان کی مکمل ایجاد اور لفاظوں کو شدت سے گھسو کیا اور استھان ایوب اندیز بیان میں پورا ذور صرف کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب کے اسلوب بیان کی جدت کا راز بڑی حد تک اس استھان ایوب دلپھ میں پوشیدہ ہے اور انہیں نے اپنی تخلیق کو جدت خیالی سے اس طرح ہم آنکھ کی کہ شعربت کے نفعی دلکش سے دلکش تر ہو گئے۔ اسی مضمون کے حوالے سے عبدالرحمٰن ناصر لکھتے ہیں:

”ان کے استھان ایوب دلپھ سے ان کی جدت طرازی بخشکل پسندی، اور قلصیانہ طرز فکر، تینوں چیزوں کا سراغ ملتا ہے، ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کلمات استھان کے استعمال سے جیسا فائدہ شاعری میں غالب نے اٹھایا ہے، کسی دوسرے شاعر نے نہیں اٹھایا۔“ (۱)

غالب کی ایک غزل جس کا مطلع ہے
— یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور بیتھے رہے، یہی انتظار ہوتا

۱۔ ”نکھلی، نظریاتی مباحث اور فرمان فتحوری، مضمون نگار، عبدالرحمٰن فرمان فتحوری (حیات و خدمات)، ترتیب و تدوین: امراء طارق، ص: ۲۲۱۔“

تجزیاتی مطالعہ (۲)

” غالب کے کلام میں استھان، فکر غالب کے حوالے سے اردو میں ڈاکٹر فرمان کا پہلا تجیدی مضمون ہے جس میں غالب کے مطرادہ رویے کی شاذی کی گئی ہے۔ یہ مقالہ ”ہلی بار“ نگار، نکھنٹو اکتوبر ۱۹۵۲ء میں چھپا، دوسری مرتبہ ”تجیق و تجید“ (طبع اول ۱۹۶۳ء، ۱۹۶۴ء) میں، اس کے بعد ”نگار، نکھنٹو“ کے غالب تجبر جنوری دفروری ۱۹۶۹ء میں، اس کے علاوہ ”تجید غالب“ کے سو سال، ”مرتبہ فیاض محمود (۱۹۲۹ء)“ اور پھر ” غالب، شاعر امروز و فردا“ کی نہادت بننے کے بعد ”نگار، فردری ۱۹۸۷ء“ کے شمارے میں اور پھر سماں ادیب علی گزہ جنوری تا جون ۱۹۹۲ء میں چھپا۔ یہ تجیدی توہینت کا مقالہ ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ غالب کی صد سالہ تاریخ فنات کے سلطے میں شائع ہونے والی ایک اہم کتاب ”تجید غالب“ کے سو سال“ میں اسے جگہ ملی۔

زیرنظر مقالہ میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے کلمات استھان کی روزمرہ تقریر و تحریر میں اہمیت کو بیان کرتے ہوئے غالب کے کلام میں ان کی توہینت اور اہمیت کو واضح کی ہے۔ ” غالب کے کلام میں استھان“ پر با اعتماد موضوع ہلکی مرتبہ قلم اخیا گیا اور غالب کو ایک نئے رش سے بکھر کی کوشش کی گئی۔

ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”کلام غالب کے استھان ایوب دلپھ کے بارے میں اس خیال افروز اور خیال اگیز مقالے نے خود فکر کی راہیں بجا کیں اور بعد کے سورنگاوی نے اس جیائش سے اپنی چانگ اُغروشن کیا۔“ (۱)

۱۔ ”ڈاکٹر فرمان فتحوری اور غالب شایی“ از ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن ارٹس، مشکوں، ڈاکٹر فرمان فتحوری (حیات و خدمات)، ترتیب و تدوین: امراء طارق، ص: ۲۲۱۔“

میں کلمات استھنام کی اہمت کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحوری لکھتے ہیں:
”پوری غزل حیارہ اشعار پر مشتمل ہے لیکن اگر اس غزل سے وہ
اشعار حذف کردیے جائیں جن کا انداز استھنام سے ہے تو غزل
بے جان ہو جائے گی۔“ (۱)

چنانچہ اس غزل کے مذکورہ اشعار کو بھی اس مقالہ میں ڈاکٹر فرمان نے درج کیا
ہے اور اس طرح یہ واضح کیا ہے کہ ایک تہائی سے زائد اشعار اسی رنگ کے ہیں۔

”یادگار غالب“ میں حالی نے غالب کی اس صوصیت کو کہ ان کے اشعار پا دی
اظہر میں پکھا اور مخفی اور مظہوم رکھتے ہیں مگر غور و فکر کے بعد ایک دوسرے مخفی تہائیات لطیف
پیدا ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری، غالب کی اس انفرادیت کی وجہ ان کے استھنام سے
لب دلچسپی میں خلاش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کلام غالب میں جہاں کہیں توجیہہ اور اہم کی صفتیں ملتی
ہیں، وہ صرف غالب کے استھنامی انداز کا کمال ہے۔“ (۲)

چنانچہ اس مقالہ میں غالب نے جس انداز میں کون، کیا، کب، کیوں، کب تک اور
کیوں کر، وغیرہ کے استعمال سے استھنام کی جن مختلف اقسام کو پیدا کیا ہے، اس کو بیان کیا ہے
اور غالب کے ذمہ میں اشعار کو بھی انہیں کلمات کا تجھ قرار دیا ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر فرمان کہتے ہیں:

”یہ استھنام کہیں برائے استھناب ہے کہیں استھنار سے صفت
سوال و جواب پیدا کی گئی ہے، کہیں توجیہہ و ادھام، کہیں قوانی
استھنامیں ہیں کہیں ردیف، کہیں ایک مسرع میں استھنار قائم کیا
گیا ہے، کہیں دوقوں میں کہیں کلمات استھنام کی مدد سے یہ
رنگ چڑھایا گیا ہے، کہیں صفت اب و لمب سے۔“ (۳)

۱۔ ”غالب، شاعر امروز و فردا“، ص ۱۹۲

۲۔ ”غالب، شاعر امروز و فردا“، ص ۲۰۰ (۳) ایضاً، عل ۱۹۶

اس طرح یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ غالب کے دیوان کے جزو تھے
انہیں غزوں میں بیٹھے جن کے قوانی اور ردیف استھنام سے ہیں اور وہ غزل میں جوز بیان زد
ہو چکی ہیں، اگر انہیں دیوان سے خارج کر دیا جائے تو دیوان غالب بے جان
ہو جائے۔ چنانچہ اس مقالہ میں زیر بحث موضوع کی نمرت اور انفرادیت کو بیان کرتے
ہوئے ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن کہتے ہیں:

”جالب برس سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کی
محتوی دلپڑی ہی اور اس کی شادابی اور جاذبی میں سرموفر نہیں
آیا۔“ (۱)

(۹)

”غالب شاعر امروز و فردا“ کا نواس (۹) مقالہ ”غالب، ”نحو صیدیہ“ کی
روشنی میں، ہم تقدیمی اور نہم حقیقی نویجت کا ہے۔ اس تصنیف کی زیست بننے سے پہلے یہ ماہ
نوفمبر (کراچی) میں جنوری فروری ۱۹۶۹ء (غالب نمبر) میں شائع ہوا۔ اس مقالے
میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے غالب کے اردو دیوان کے قدم نے ”نحو صیدیہ“ اور ان
کے متداول اردو دیوان کا تجویز کر کے ”نحو صیدیہ“ کی اہمیت کو بیان کیا کہ اس سے
غالب کے ذائقہ ارتقا، کوئی بھی ملکیت ہے۔ اس ملکے میں مدد طبقی ہے۔ اس ملکے میں انہوں نے ان تبدیلوں کا حوالہ
دیا ہے جو غالب نے ”نحو صیدیہ“ میں کہیں اور ان تراجم، تفسیخ اور اضافے کے بعد اس
خطب کلام کو اردو دیوان کے نام سے شائع کیا۔ اپنی بات کی دفاحت میں ڈاکٹر فرمان نے
اشعار کے حوالے بھی پیش کیے ہیں۔ غالب کا اہم اردو دیوان ”نحو صیدیہ“ ہے خود غالب
نے ابتداء ردیف و اور مرجب کیا تھا۔ بعد ازاں اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ صیدیہ بھوپال سے
دستیاب ہوا اور پھر انوار الحلق ڈائریکٹریٹ تعلیمات ریاست بھوپال نے اسے عبد الرحمن

۱۔ ”ڈاکٹر فرمان فتحوری اور غالب شناختی“ مضمون بگار ڈاکٹر سید مصطفیٰ
الرحمن، مشمول ”ڈاکٹر فرمان فتحوری (حیات و خدمات)“، ترتیب و تدوین: امراض طارق، ص ۲۶۶

بجوری کے مقدمے کے ساتھ ۱۹۲۱ء میں بھوپال سے شائع کیا۔ غالب کی زندگی اور اس کے بعد بھی ان کے موجودہ دیوان کے کئی ایئر لائٹ مختلف مطبوعوں سے شائع ہوئے لیکن ان سب کا آخذ "انونز جید یہ" نہیں قرار پاتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق "انونز جید یہ" کی اشاعت سے ان کی تقویت دشہرت کے امکانات پکھے اور بڑھ گئے ہیں کیونکہ جب کسی عظیم شخصیت کے سامنے اس کی کمزوریاں رکھی جاتی ہیں تو اس کی عظمت پکھے اور نکھر جاتی ہے اور "انونز جید یہ" کی اشاعت سے غالب کے نکار و فتنہ کی ارتھانی مذنوں کو سمجھنے سمجھانے کے علاوہ اس بات کا بھی تین ہوا کہ غالب کا "اردو کلام" صرف چھ بیس (۲۳) سال کی عمر میں دیوان کی صورت میں مرتب ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر فرمان کے مطابق "انونز جید یہ" کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ:

" غالب کے بعض ایسے دعووں اور بیانات کی تعداد بیش ہو جئی
جنہیں کسی خارجی شہادت کی عدم موجودگی میں غلط سمجھا جاتا تھا
شبہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔" (۱)

اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اس مضمون میں غالب کے ان خطوط کے اقتضاءات لائے ہیں جن میں کسی بیان یا دعویٰ کا ذکر نہیں اور پھر "انونز جید یہ" کی روشنی میں ان کی صحت کا اعتماد کیا ہے۔

ذیر نظر مقالہ میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے ان غزوتوں کے ابتدائی حالات کو بیان کیا جن میں غالب نے تجدیلیاں کر دیں۔ غالب نے "انونز جید یہ" میں جگد جگد شعروں اور مسرحوں میں تجدیلیاں کی ہیں، کہیں پورا مصرح بدلتا ہے، کہیں مصر سے کا ایک نکولا اور کہیں صرف ایک آدھہ لفظ۔ جو تجدیلیاں نہ صرف شعر کے حسن ظاہری و معنوی کو عیاں کرتی ہیں بلکہ غالب کے تقدیمی شور کا بھی پتہ دیتی ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے یہاں اشعار کے حوالے دے کر دیوان جید یہ اور موجودہ دیوان دونوں میں فرق کی صورت کو بیان کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ

اصلاح، ترمیم اور تفسیخ کا یہ عمل سارے نئے صیدے میں نظر آتا ہے۔ غالب نے جن روپیوں کی پوری غزلیں مدد و فریضی، ان کم طرف ڈاکٹر فرمان فتحوری نے واضح اشارے کرتے ہوئے یہ لکھا:

"کسی شاعر کے لئے اپنے اشعار کا اس طرح قصرد کر دینا
آسان نہیں ہوتا۔" (۱)

اس خیال کے جواز میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے حالی کا بیان بھی تسلی کیا ہے:
"اپنے معمولی اشعار کا مجھے ہوئے لوگوں کا دل دکھاتا ہے تو مرزا
کا دل اپنے اشعار فخری کرتے ہوئے کیوں نہ دکھا
ہو گا۔" (۲)

لیکن اس عمل تفسیخ کا یہ مطلب ہرگز تسلی کر انہوں نے موجودہ دیوان میں اصل نفع سے پکھ لیا ہی نہیں یا صرف چند اشعار لئے ہیں بلکہ ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب نے اس میں سے ایک چوتھائی یعنی ساڑھے چار سو سے پکھ زائد اشعار تفسیخ کے ہیں جو غالب کے موجودہ دیوان میں عطر خیال کی جیشیت رکھتے ہیں۔ اس مقالے میں ۴۹ غزوتوں کے حوالے دیئے گئے ہیں جو تجویل عام ہوئیں اور انہیں "انونز جید یہ" ہی سے منصب کیا گیا لیکن صرف یہی غزلیں قابل انتہا ب ر تھیں بلکہ "انونز جید یہ" میں ایسے سیکھوں اشعار موجود ہیں جو مضمون میں خیالی یا رنگ بیدل سے پاک ہیں اور غالب کے غلوٹ کے بالکل پورے پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں، ان میں غالب کا یہ مشہور شعر بھی شامل ہے۔

بے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب

ہم نے دشتِ امکان کو ایک نقش پہاڑا

یہ اشعار صرف "انونز جید یہ" کی دین ہیں اور غالب کے موجودہ دیوان میں نہیں ملتے۔

۱۔ " غالب، شاعر امرودز و فردا"، ص ۲۲۳

۲۔ "ماہگار غالب" مطبوعہ ملک نذر احمد، تاج پکنڈ پور، اردو بازار، لاہور، ص ۱۳۱

لیکن ڈاکٹر فرمان کے مطابق اگر یہ سامنے نہ آ جائے تو کلام غالب کے بعض اہم نکات ہماری نظر میں سے پوچھ دیجئے۔ لیکن وجہ ہے کہ مختلف مقالات و مختصرات کے ذریعہ لوگ، ان اشعار سے اس طرح نہ تو سیاسی کو یاد نہیں، غالب کے مردود یا ان میں مدت سے پڑھتے چلے آئے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اسے غالب کے فکر فہم کا بجادو قرار دیا ہے۔

غالب نے مولوی عبد الرزاق شاکر کو اپنی ریتی شاعری کے متعلق لکھا تھا کہ:

"۱۵ بر س کی عمر سے ۲۵ بر س کی عمر تک مضا میں خیالی لکھا تھا، ۰۰ بر س میں دیوان جمع ہو گیا، آخر تیر ۲۰۱۱، اس دیوان کو دور کیا، اور اتنی یک قلم چاک کئے۔ دس پندرہ شعر و اسٹے نہ نہ نہ کے دیوان حال میں رہنے دیئے۔" (۱)

اس بیان کے آخری بگرے کے موالا نہ امتیاز علی عرشی نے مباحثہ خیال کیا کہ مخفی اشعار کی واقعی تعداد دس پندرہ نہیں کہیں زیاد و تھی اور اس کے اور اتنی یک قلم چاک کر دینا صاف مبالغہ ہے۔ (۲)

لیکن ڈاکٹر فرمان فتحوری، امتیاز علی عرشی کی غالب شاعری کو حلیم کرتے ہوئے ان کے اس خیال کو قبول کرنے میں ہائل کرتے ہیں اور غالب کے خلا کے سیاق و سماق کے پیش نظر اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ غالب نے اپنے دیوان کے اس حصے کو جس پر بیبل کی تحرید کا گہرا اثر ہے، اپنی سمجھ میں پورا انتخاب سے خارج کر دیا ہے اور صرف دس پندرہ شعر بطور نمونہ اپنے انتخاب میں شامل کرتے ہیں تاکہ ان کے ابتدائی رنگ بخشن کا اندازہ لگا جاسکے۔ بھرنا بھر کے بیان کا کیا یہ آخری نکلا کر:

"دس پندرہ شعر و اسٹے نہ نہ کے دیوان حال میں رہنے دیئے"

اس کا جواز ڈاکٹر فرمان یہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں سادگی و سلاست کو معیار

۱۔ "خطوط غالب" مرتبہ غلام رسول میر، ص ۲۵۲۔

۲۔ "مقدمہ دیوان غالب اردو نظر عرشی" مطبوعہ الجمن ترقی اردو علی گزہ، ۱۹۵۸ء، ص ۲۲

قرار دے کر غالب نے اپنے ابتدائی مجموعہ کلام سے تقریباً ساڑھے چار سو اشعار منتخب کئے، وہاں پندرہ اشعار بطور نمونہ، مشکل و محقق بھی منتخب کرنے تاکہ ان کے ذریعہ ان کے پرانے اور نئے اسلوب بخشن میں امتیاز کیا جائے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان نے اس مخالفہ میں غالب کے منتخب درود و دیوان سے بارہ اشعار کو درج کر کے غالب کے ابتدائی اور مشکل پندرہ بگرے بخشن کی وضاحت کی ہے اور غالب کے خلا کے اس آخری بگرے کو جس میں دس پندرہ اشعار کو نہ نہیں تھے دینے کا اشارہ کیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق آسان و عام فہم اشعار کی جانب نہیں بلکہ مشکل و تزوییہ کی طرف ہے چنانچہ اس طرح اس مخصوصون میں ڈاکٹر فرمان تھیج پوری غالب کا مطالعہ "نحو جید یہ" کی روشنی میں کرتے ہیں اور اس کی اہمیت کو بنیادی قرار دیتے ہیں۔

(۱۰)

" غالب، شاعر امروز و فردا" جس کی مناسبت سے ڈاکٹر فرمان نے غالب پر اپنی پہلی تصنیف کا نام تجویز کیا۔ اس تصنیف کا حصہ بننے سے پہلے "شاعر" بھی کی غالب نومبر ۱۹۶۹ء اور ہمدرد صحت، کراچی جون ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکا تھا۔ یہ مقالہ نوعت کے اعتبار سے نیم تحدیدی اور نیم تحقیقی مراجع کا حامل ہے۔
سید وقار عظیم کے خیال میں:

"کسی شاعر کو ہے یک وقت شاعر امروز و فردا کہلانے جانے کا حق صرف اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے دل کی وہڑہ کوں میں ہر انسان کے دل کی آواز سن سکے اور جب اس کی نظر آج کے انسان اور مل کے انسان کے درمیانی فصل و بعد سے گزر کر اس رشتے کا مشاہدہ کر سکے جس میں قانون نظرت نے ہر ہدہ کے انسان کو مشک کیا ہے۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان نے اس مقام پر میں غالب کی اسی انفرادیت کے پیش نظر یہ واضح کیا کہ غالب نے غزل کو مدد و موضعات سے نکال کر اس میں وسعت اور تنوع پیدا کیا اور اردو شاعری کو عموماً اور غزل کو خصوصاً ایک تھے جہاں ممکن سے آشنا کیا اور اسی بنا پر اردو غزل صن و مشق اور مسائل تصوف سے آگے بڑھ کر اپنے رسم و تحریر اور جملہ مسائل حیات کی تربیان بھی بن گئی۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر فرمان فتحیوری نے غالب کو شاعر امراء زوفرا در قرار دیا اور غالب کے لئے اس اعزاز کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے تھے:

” غالب چونکہ اردو شاعری میں بالکل ایک تھی راہ کے مخترع
ہیں، اس لئے بھی کہتا پڑتا ہے کہ وہ صرف اپنے محمد کے شاعر
نمیں بلکہ شاعر امراء زوفرا بھی ہیں۔“ (۱)

غالب کا عہد کہنے کو تو مسلمانوں کا عبد تھا، لیکن مسلمان حکمران عملًا ایک مدت سے اگر بزرگوں کے زیر تھیں تھے اور اس کے ساتھ تھسب و تھک نظری کا شکار تھے۔ لیکن غالب بدلتے ہوئے سیاسی حالات کا احساس اور وقت کی بدلتی ہوئی کرونوں کا شعور اور اپنی عمری کی سے رکھتے تھے۔ بھی وجہ ہے کہ قیام نکلنے کے وقت بھی وہیں الجھن میں گرفتار رہنے اور پیش کی بحالی کا کام نہ ہونے کے باوجود غالب لکھنے کی تجہیزی زندگی سے بدگمان نہیں ہوئے بلکہ ایک وسیع النظر فرد کی حیثیت سے وہاں کی سیاسی و معاشرتی محیط کے متعلق اچھے خیالات و ہدایات لے کر داپس ہوئے۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق اس سیاسی شعور کی بنا پر ”۲۰۰۰“ میں اکبری پر قدریلا کھنکھنی کی فرمائیں جب مرییدے نے کی تو غالب نے اس کام کو رجھت پسندی اور مردہ پروری قرار دیا اور سائنس کی سہولتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تھی تجہیزیں کی آمد کا مژدہ سنایا۔ غالب کی اس خصوصیت کو ڈاکٹر فرمان فتحیوری نے اس طرح بیان کیا:

” ان میں زندگی کی نی قدروں کو خوش آمدید کہنے اور ان کو اپنانے کا خاص ذوق تھا۔“ (۲)

زندگی کے ہارے میں ڈاکٹر فرمان غالب کا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں کہ انسان زندگی کے مردود اقدار و روایات سے یکسر قطع نظر زندگی مر جیسیں کر سکا لیکن اس کے لئے ماحول سے بغاوت بھی ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود چند تقلیدی روحانیات کے غالب کی شخصیت اور شاعری کا قوی ترین روحانی روایات سے بغاوت، موجود ہے بے اطمینانی اور تقلید سے بیزاری ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحیوری نے غالب کے ہاں ان صورتوں کو غالب کے خطوط کے اقتباسات سے واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ کسی کی تقلید سے بچنے کی کوشش کس حد تک کرتے ہیں، اس کا انداز و تفتہ کے نام ایک خط سے لکھا جا سکتا ہے، لکھتے ہیں:

” کیا بھی آتی ہے کرم مانند اور شاعر دوں کے مجھ کو یہ بچھتے ہو کر
استاد کی غزل یا تصیدہ سامنے رکھ لیا یا اس کے قوانی لکھ لئے اور
ان تاثیلوں پر لفظ جوڑنے لگے۔ لاحول والاقوۃ۔“ (۱)

روایتی اور بند لگنے خیالات کی بجا ہے تازہ اور نئے میلانات کو اپانے کی وجہ سے ان کی تھنگ کوئی مردوجاً انداز غزل گوئی سے بہت الگ ہو گی اور اسی بنا پر ان کی شاعری کا مذاق اڑایا گیا اور ساتھ ہی ان کے کلام کو لفڑا، وہ بے معنی گردانا گیا۔ لیکن غالب کو اس بات پر کامل یقین تھا کہ ان کے کلام کو بہر حال قبول عام حاصل ہو گا، ان کی زندگی میں نہ کسی، ہرنے کے بعد کی۔

ڈاکٹر فرمان فتحیوری کی نظر میں غالب کے عہد میں ان کی ۴۰ تقویت کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ مگر وہی کے باب میں غالب کا تقلیدی شعور اپنے اکثر معاصرین سے ذرا مختلف تھا۔ اس سے بڑھ کر کہ وہ اس شعور کے انحصار میں حدود جبے باک واقع ہوئے تھے اور اس بے باکی نے ان کے اکثر احباب و معاصرین کو ان سے بدمغان و ناراضی کر رکھا تھا۔ (۲)

۱۔ ”خطوط غالب“، مرتبہ غلام رسول میر، ص ۱۶۳

۲۔ ” غالب، شاعر امراء زوفرا“، ص ۵۵

۳۔ ” غالب، شاعر امراء زوفرا“، ص ۲۵۵

ڈاکٹر فرمان فتحوری غالب کی اپنے عہد میں ناقبولیت کا ایک سب غالب کا زبان روپ اور فنی برتاؤ کو بھی قرار دیتے ہیں کہ یہ اپنے معاصرین کے مقابلے میں کچھ اتنا مجدد و ان اور اپنے عہد سے اتنا آگے تھا کہ ان کے زمانے کے لوگ برداشت ان کے فلسفہ کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہ کر سکے۔

شعر و غنی سے غالب کا مقصود تائیں بیان کی نہیں، معنی آفرینی تھا۔ اسی نے اقبال کی طرح ان کی زبان بیش خیالات و موضوع کی پابند ہوتی ہے۔ اسی بناء پر ڈاکٹر فرمان غالب کو خیال و غیر کے علاوہ زبان کے فنی برتاؤ کیا ذکشن کے لحاظ سے بھی غالب کے اپنے عہد اور ما بعد کے سارے شاعروں سے الگ قرار دیتے ہوئے ان کے ہم خیال بن جاتے ہیں۔

تجھیں معنی کا علم اس کو سمجھے

جو لفظ کے غالب مرے اشعار میں آؤے

ڈاکٹر فرمان فتحوری شاعری کو تجھیں معنی کا علم بنانے میں غالب کے ایک اور صرف پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ کم سے کم لحاظ میں زیادہ معنی بھر دیتے کی خاص صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس مقامے میں پہلے غالب کے چند اشعار کو بطور نمونہ درج کر کے بھر ڈاکٹر فرمان فتحوری نے ان کی اہمیت کو اپنے نقطہ نظر سے واضح کیا ہے۔

زبان و بیان کے ان تمام اوصاف کو بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر فرمان ان کو تاذی درست پر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جو چیز غالب کو اردو غزل کا مجدد اعظم ہاتھی ہے اور جس میں کوئی دوسرا ان کا شریک نظر نہیں آتا، وہ ان کے غلو خیال کی تازگی و نمرت ہے۔ ڈاکٹر فرمان نے تیس (۳۰) سے زائد اشعار کو جن میں ایسے اشعار بھی ہیں جو تجوید یہ کی دین ہیں اور ان کے مروجہ دیجے ان میں بھی ملتے، نقل کر کے، غالب کے تجدید یہ غلر کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کا یہ خیال بالکل درست ہے۔

"جس نسبت سے ڈاکٹر انسانی آگے بڑھتا جائے گا اور نفیات انسانی کی گریں انسان پر سکھی جائیں گی، اسی نسبت سے غالب

اور کلام غالب کی مقبولیت کا حلقة و سیق سے وسیع تر ہو جائے
گا۔" (۱)

(۱)

" غالب اور تجھیں معنی کا علم " تجیدی توجیہت کا مقالہ ہے۔ اس کتاب سے پہلے یہ مقالہ اسی عنوان سے "نقوش" لاہور کے غالب نمبر ۱۹۶۹ء میں اور " غالب کے علم معنی پر ایک نظر " کے زیر عنوان " تھا " کے اکتوبر ۱۹۶۹ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ ذری نظر مضمون میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے غالب کے اس دعوے کو تسلیم کیا ہے کہ ان کے اشعار کا ایک ایک لفظ تجھیں معنی کا علم ہے۔

ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب نے علم بیان و بدیع کی ساری لفظی و معنوی صفتیں، حتیٰ کہ اردو شاعری کی بدنام ترین صنایع لفظی، ابہام و تناسب لفظی سے بھی جگہ جگہ کام لیا ہے گر اس مہارت سے کہ کسی جگہ بھی یہ عجوسیں نہیں ہوتا کہ وہ کسی لفظ یا تریکیب کو کسی خاص رعایت یا انتظام کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اپنے نقطہ نظر کی توجیہ کے لئے غالب کے اشعار کے حوالے دے کر ہر شعر کی صحت کا الگ الگ بیان کیا ہے۔

اشعار کے حوالوں سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ لفظی و معنوی صفتیں اپنے اندر معنی کی ہے پناہ و سوت رکھتی ہیں۔ تجھیں معنی کا یہ انداز غالب کے ہاں کہیں شعر کے بعض گلودوں میں ہے اور کہیں شعر کے بھوئی بجھ میں اور کہیں الفاظ کے ایسے بکھرے رکھ دیئے گئے ہیں کہ اشعار میں دو مخفاض مخفی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان نے غالب کے ہر طریقے اور ہر انداز کو واضح کیا ہے اور غالب کے ذمہ میں اشعار سے بحث کرتے ہوئے مولا نا عالی کا حوالہ دیا ہے کہ:

" ان کے اکثر اشعار کا بیان ایسا پہلو دار واقع ہو ابے کہ بادی اکٹھر میں

اس کے پچھے اور مخفی ہوتے ہیں لیکن غور کرنے کے بعد اس میں ایک دوسرے مخفی نہایت لطیف پیدا ہوتے ہیں۔^(۱)

ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب کے بیان اشعار کا مخصوص الفاظ کی سلسلہ پر نہیں بلکہ ان کی تہہ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم ان کے الفاظ و تراکیب پر جس قدر غور کرتے جاتے ہیں، اسی قدر ان کی گزیں ہم پر سکھتی جاتی ہیں اور مخفی کا دائرہ وسعت سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ غالب کے کلام میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں بیان کردہ موضوع یا خیال ایسا اچھوڑنا نہیں جس کی مثال اردو فارسی کے شعراء کے شعراء کے بیان نہ ملتی ہو لیکن ایسے اشعار کے حوالے دے کر ڈاکٹر فرمان نے واضح کیا ہے کہ غالب نے انہیں جس قسم کی مثالوں اور استعاروں کے ذریعے پیش کیا ہے، وہ اور وہ میں بالکل نئی چیز ہے اور یہی غالب کا طریقہ امتیاز ہے البتہ اس کی ایجاد نویگی اور مخفی رائی میں مقدرات کو بھی خاص ادخل ہے اور وہ اس سلسلے میں گھرو خیال کی چدت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کے جملہ جملے سے بھی کام لیتے ہیں۔

غالب کے ہاں تجھیہ معنی کا ایک سبب صفت مخفی کا استعمال ہے۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق تلمیحات نے ان کے کلام کو ایک جگہ معنی سے آشنا کیا ہے۔ اس سلسلے میں وہ دیوان غالب کے مطلع کو درج کرتے ہیں۔

نقش فریادی ہے کس کی شوئی تحریر کا
کاغذی ہے بیرون ہر پیکر تصویر کا
اس مطلع سے تلمیحات کے استعمال کا توپہ پہنا ہے لیکن ساتھ یہ امر بھی قابل غور
ہے کہ غالب نے تلمیح روایات کوئی مستوں اور نئے مستوں سے آشنا کر کے تجوہ کی را و دکھانی
ہے۔ ڈاکٹر فرمان نے دیوان غالب سے چند اشعار کو تلمیحات کے زیر عنوان درج کیا ہے
جن سے ان اشعار میں مخفی و صفت پیدا ہو گئی ہے۔

غالب کے کلام کو تجھیہ معنی کا مطلب بنانے میں ہر یہ صفت مخفی کا حوالہ ہوتے ہوئے

ڈاکٹر فرمان فتحیہ ری سہل منع کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور ان کے کلام کو انہی کے شعر کا مدد اور دستی ہیں۔

سادگی و پرکاری تجھوڑی و بھیاری
حسن کو تغافل میں جرأت آزمایا
اور سہل منع کی اہمیت کو خود غالب کی زبان سے بیان کرتے ہیں کہ
”سہل منع کمال حسن کلام ہے اور باغت کی نہایت ہے۔“^(۱)

چنانچہ اس مضمون میں ڈاکٹر فرمان فتحیہ ری نے غالب کے اس دعویٰ کو کہ
تجھیہ معنی کا مطلب اس کو سمجھے
جو لفظاً کے غالب میرے اشعار میں آؤے
جن بجانب قرار دیتے ہوئے بہت سمجھ کھا ہے کہ:

”غالب نے اپنے اشعار کے ایک ایک لفظ کو تجھیہ معنی کا مطلب
ہاتھ میں علم بیان و بدیع کے جملہ حاضر اور زبان و بیان کے
سارے رہنماؤں کا سامنا ہے۔“^(۲)

(۱۲)

”غالب، شاعر امروز و فردا“^(۳) کا پارہواں مقالہ ”غالب کے مقلعے“ کے زیر عنوان ہے۔ یہ مضمون ہلکی مرتبہ ساقی (کراچی) کے اکتوبر ۱۹۵۵ء کے نامہ میں شائع ہوا۔ اس لحاظ سے اس مضمون کو غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحیہ ری ہی کی ابدالی نگارشات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

تجھیہ کی نوعیت کے اس مقابلے میں ڈاکٹر فرمان شاعری میں مقطع کی اصطلاح کو بیان کرتے ہیں کہ ”یہ غزل کے اس آخری شہر کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنا شخص لاتا ہے۔

۱۔ خطہ نام خواجہ قاسم خوٹ بے خبر، ”خطوط غالب“ مرتبہ غلام رسول میر، ص ۲۹۲

۲۔ ”غالب، شاعر امروز و فردا“، ص ۲۸۳

۳۔ ”یادگار غالب“

علاوه ازیں وہ مقطع کے روایج کو فارسی کا تنقیح قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت تاتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اردو فارسی زبان میں مطلع و مقطع کی اہمیت یوں ہے کہ اس کے بغیر غزل، صورتی اشعار سے بھل نہیں ہوتی۔" (۱)

پلاہر مطلع و مقطع کہنے میں کوئی دشواری معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر مطلع و مقطع سے عاری غزل میں دیکھنے میں نہ آتیں۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق یہ دشواری عاری نہیں معنوی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آرٹ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کے آرٹ کا عمل ایسا دیکش و نظر گیر ہو جو نہ صرف یہ کہ آرٹ کے جملہ حاس کو پہ یک نظر جعلی کردے بلکہ اس میں کوئی خالی رہ گئی ہو تو اس کی بھی پردو پوشی کر سکے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ڈاکٹر فرمان مطلع کے مقابلے میں مقطع کی آرائش کے اہتمام کو زیادہ ضروری اور اہم خیال کرتے ہیں کیونکہ مقطع کمزور ترین غزل کے لئے آخری الحالت میں نہیں کا سہارا اباد ہوتا ہے۔

مخصوص کا انتظام اعلیٰ مقطع کی راہ میں حاصل ہوتا ہے لیکن اس دشواری کے باوجود ڈاکٹر فرمان "دیوان غالب" کو دسرے شعراء کے دیوان پر اس نہا، پر ترجیح دیتے ہیں کہ

"ان کے مقطع، جدت خیال و ندرت اسلوب ہی کے حامل نہیں بلکہ غزل کے درمیانی اشعار سے بھی زیادہ خوبصورت و بلیغ ہیں۔ سیکی وجہ ہے کہ جو قبول عام غالب کے مقطوعوں کو تفصیل

ہوا، وہ کسی دوسرے کے مقطوعوں کو سمجھنے آیا۔" (۲)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کے مقطوعوں کو دو خاص گروہوں میں تقسیم کر کے اس کا مطالعہ کیا ہے اور بطور مثال مقطوعوں کے جوابے بھی دیئے ہیں۔ ان میں ایک حم ۵۹ ہے جس میں شعریت اور سمعی آفرینی کی بجائے یہ کیف و اقدح نگاری اور تاثیر یا کلی ملتی ہے اور

- ۱۔ " غالب، شاعر امرزو زوفرا" ص، ۳۸۵
- ۲۔ " غالب، شاعر امرزو زوفرا" ص، ۳۸۷

اس حتم کے مقطوعوں کا حقائق سے بالعموم کچھ زیادہ تعلق نہیں ہوتا بلکہ ان میں تحلیل زیادہ، واقعیت کم ہوتی ہے۔ دوسری حتم کے مقطع تعریل اور شعری حاس سے بھر پور ہیں اور گلفون کے خاتما سے غزل کی جان نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کے مقطوعوں کی مختلف نوعیت کو بیان کر کے غالب کے مقطوعوں کی انفرادیت اور متبولیت کو اجاگر کیا ہے جو ہماری تحریر و تقریر میں ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان نے ذی نظر مقالہ میں مومن، قاتل، بیر، صرت، شیخنا وغیرہ کے حوالے دیے ہیں، ساتھ ہی ان شعراء کے قابل غور مقطوعوں کو بھی درج کیا ہے لیکن ایسے مقطوعوں کی تعداد دوسرے شعراء کے ہاں کمتر جب کہ غالب کے ہاں بیشتر ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کے ایسے مقطوعوں کا حوالہ دیا ہے جن میں گلفون اور زبان و بیان کے محاسن ہوں۔ پہلے اتم مو جوڑ ہیں اور ان کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا ہے:

"ان مقطوعوں میں جو کچھ بھی گیا ہے اور جس طرح کیا گیا ہے وہ

"میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی بیر۔ دل میں ہے۔" کے مصدقہ ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جو غالب کے مقطوعوں کو متبول عام و خاص ہاتھی ہے۔" (۱)

(۱۳)

" غالب کی یادگار قائم کرنے کے اوپرین تجویز" فرمان صاحب کی ذی نظر تصنیف کا تیر ہواں مقالہ ہے۔ اس کتاب کا حصہ بننے سے پہلے یہ مقالہ بہت روزہ "ہماری زبان" (علی گڑھ) کے دسمبر ۱۹۶۸ء کے شمارے میں "قوی زبان" (کراچی) کی مارچ ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں اور سہ ماہی "ہندوستانی ادب" (جیدر آہاد) کے " غالب تیبر" جو ہری تاریخ ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا یہ مقالہ تحقیق

نوعیت کا حامل ہے۔

اس مقامے میں ڈاکٹر فرمان، غالب کی علیمت اور وجاہت کی عکاسی کی اولین تجویز کا حوالہ دیتے ہوئے غالب شناسی کے مستقبل سے پر امید نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان نے اس کتاب میں ایک اور مقامے میں بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ غالب کو اپنے عہد میں تابعیت کے باوجود "ستنسٹ وسٹ کی تباہ" کبھی نہ رہی کیونکہ جنہوں اپنے فن کی توانائی اور تازگی پر اعتماد تھا۔ (۱) بھی وجہ ہے کہ وہ کامل اعتماد و یقین کے ساتھ اعلان کرتے رہے کہ آج تک سی کل سی، بہر حال وہ شہرت کی پنج بیان ضرور سرکریں گے اور ان کا یہ دعویٰ درست بھی تباہت ہوا۔ مولا نما اعلاف حسین خانی کی "یادگار غالب" اور عبدالرحمٰن بھکوری کی "محاسن کلام غالب" وہ معزز کی الاراء، تصانیف ہیں جنہوں نے غالب شناسی کے شعبے کو ہوادی اور پھر یہ آگ بلکل کی آگ بن گئی۔ بھی وجہ ہے کہ آج تک جس اہتمام سے مختلف انواع کی تحریروں میں غالب کو یاد کیا جاتا ہے اور اس کے درجے کو بڑھایا جاتا ہے، کسی دوسرے اردو شاعر کو اس طرح یاد نہیں کیا جاتا۔ غالب کی ای علیمت اور تابعیت کے باعث ۱۹۶۹ء میں ان کی صد سالہ بری منانے کا اہتمام کیا گیا۔

ڈاکٹر فرمان لکھتے ہیں:

"یہ برسی نہ صرف اپنی نوعیت کی پہلی عظیم و بہر گیر ادبی تقریب ہوگی، بلکہ ہماری ادبی تاریخ میں ایک یادگار دلائے کی ہیئت رکھے گی۔" (۲)

ڈاکٹر فرمان کے مطابق اس تقریب کا مقصد غالب کو ان کی شخصیت اور کام کے حوالے سے از سر تو زندہ رکھنا ہے۔ چنانچہ وہ بیان غالب کو روشناس کر دانے کے لئے منصوبوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی یادگار قائم کرنے کی اولین تجویز کا تین کرتے ہوئے

- ۱۔ "خطوط غالب" حصہ دوم، ص ۳۵۱، مطبوعہ کتاب منزل، لاہور، طبع اول
- ۲۔ "تلذذ غالب"، مرتبہ غالب رام مطبوعہ مرکز تصنیف و تالیف، بکودر، طبع اول، ص ۲۸۲
- ۳۔ " غالب، شاعر امروز و فردا"، ص ۷۳۰، ۳۰۸، ۳۰۷

ہاتے ہیں کہ غالب کی وفات کے دوسرے میئے ۲۲ مارچ ۱۸۶۹ء کے اودھ اخبار لکھنؤ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ تجویز غالب کے ایک شاگرد مردان علی خان رعنائی کی ہے۔ مولا نما غلام رسول میرنے رعنائے ہام غالب کے دو خطوط درج کئے ہیں (۱) تین حالات زندگی پر وہ شنی نہیں ڈال سکے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری ماںک رام کا حوالہ دیتے ہیں جنہوں نے ان کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔ (۲) مردان علی خان رعنائی کی اصل تجویز جو اودھ اخبار میں پچھی، ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مطابق اس تک ہماری رسائی تین یکم گارسائی دہائی نے اسے فرانسیسی زبان میں منتقل کر کے اپنی تاریخ بندوستان میں محفوظاً کر لیا ہے اور اسی کا ارد و ترجمہ، ترجمہ مقالہ میں ڈاکٹر فرمان نے منتقل کیا ہے۔

مردان علی خان رعنائی تجویز یہ تھی کہ غالب کی یادگار:

"خلاص ادبی، یعنی ایک کتاب کی صورت میں ہو، جس کے پہلے حصے میں ان تاریخی واقعات کا ارد و فارسی میں مرجب کیا جائے جن کا غالب کی ذات سے گمراحت ہو۔۔۔ دوسرے حصے میں ان تکمیل اور مضاہیں کو جمع کیا جائے جو ان کے شاگردوں نے لکھے ہیں۔ اس کے بعد ان قطعات، تاریخ اور مرشووں کو مرجب کیا جائے جو ان کے شاگردوں نے ان کی وفات پر کہے۔ اس کتاب میں ان کے شاگردوں کا مختصر تذکرہ بھی ہونا چاہئے۔۔۔" (۳)

اس تجویز کے خلفگوار اثرات مانک رام کی "تلذذ غالب" کی صورت میں مظر مام پر آئے تین اس میں کسی پہلو تکمیل ہیں البتہ اکبر علی خان کی "غالبیہ" اور بعض دوسری

- ۱۔ "خطوط غالب" حصہ دوم، ص ۳۵۱، مطبوعہ کتاب منزل، لاہور، طبع اول
- ۲۔ "تلذذ غالب"، مرتبہ مانک رام مطبوعہ مرکز تصنیف و تالیف، بکودر، طبع اول، ص ۲۸۲
- ۳۔ " غالب، شاعر امروز و فردا"، ص ۷۳۰، ۳۰۸، ۳۰۷

کتابوں کی اشاعت کی خبر سے ڈاکٹر فرمان پر امید ہیں کہ غالب کے محتفیں اور پرستاران کی صد سالہ بری کے موقع پر ان کی زندگی اور فن کے سلسلے میں بہت سی اہم باتوں اور کم شدہ کربوں کو سامنے لانے کی طرف بھی توجہ دیں گے اور سو سال پہلے پیش کی جانے والی تجویز اپنی محلی کو پہنچے گی۔

(۱۴)

" غالب کے حالات میں پہلا مضمون" ڈاکٹر فرمان کی غالب پر ذری نظر تصنیف ہے چودھویں (۱۳) مقالہ ہے۔ اس سے پہلے یہ " غالب کے حالات میں پہلا مضمون (وقایت کے بعد)" کے عنوان سے "المعلم" (کراچی) کے چوری تا جون ۱۹۶۹ء کے " غالب نمبر" میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مقالہ تحقیقی نویسیت کا ہے، اس میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے غالب کی وفات کے بعد ان کے حالات و کلام کے بارے میں سب سے پہلے کس نے یا کس لوگوں نے لکھا، اس سے متعلق اپنی تحقیقی بحیرت سے کچھ معلومات کو بیجا کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مسعود حسن رضوی ادیب کے ایک مضمون کا حوالہ دیا ہے جو " غالب کے حالات میں پہلا مضمون" کے عنوان سے ہے لیکن اس کے مطابعے سے ڈاکٹر فرمان کے بقول یہ واضح ہوتا ہے کہ مسعود حسن ادیب نے غالب کی وفات کے بعد لکھے جانے والے مضمون کا کھوج لانے کی کوشش کی ہے اور اس حوالے سے پہلا مضمون اسے قرار دیا ہے جو "ڈختر بمال گوبند" نامی ماہوار رسائلے میں شائع ہوا، اس کا عنوان "مرزا اسد الدین خاں متوفی ۱۸۷۶ھ پر غالب و نوش" ہے۔ یہ مضمون اس رسائلے کے مارچ ۱۸۶۹ء کے پڑھے میں شائع ہوا اور غالب کی وفات ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کے چند روز بعد لکھا گیا۔ (۱) اس کے علاوہ اس مقالہ میں ڈاکٹر فرمان نے اسی نویسیت کے اور مضمون کو غالبیات کے سلسلے کی ایک اہم کریزی خیال کرتے ہوئے لکھ لیا ہے۔ یہ مضمون بھی غالب کی وفات کے فوراً بعد ۱۸۶۹ء کے اودھ اخبار، کھنڈوں میں شائع ہوا تھا۔ اودھ اخبار تک رسائلی تہ ہونے کے

۱۔ "حوال غالب" ص ۹، مرتبہ فخار الدین احمد آرزو، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، علی گز چ ۱۹۵۳ء

باعث ڈاکٹر فرمان نے اس مضمون کو "تاریخ ادب ہندوستانی" میں گار سال دھائی کے حوالے سے قتل کیا ہے۔ اس مضمون میں غالب کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا تھیں ہے۔ غالب کا حسب نسب، عادت و اخوار، ان کی سات (۲۷) تصانیف اور ان کی خصوصیات کو ہمان کیا ہے۔ ان تصانیف میں فارسی دیوان، بھر نہروز، دختروز، خیج آہنگ، قاطعہ برہان، ایک ریخت دیوان اور اردو میں متعلق شامل ہیں اور غالب کی آخری عمر کے بارے میں لکھا گیا کہ آخر دم تک ان کے بھوشن و حواس بجا رہے صرف سختے کم تھے اور جب کسی کو کچھ کہنا ہوتا تھا تو لکھ دیا کرتے تھے۔ (۱)

گار سال دھائی کے اصل مضمون کو بالا اختصار لکھ کیا، اس لئے ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق اصل مضمون کے بارے میں صحیح انداز و اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب اودھ اخبار کی فائلیں ہمارے سامنے ہوں۔ اس لئے وہ اس بات کی خواہش کرتے ہیں کہ کوئی شخص اس مضمون کو اصل صورت میں شائع کرے جس سے لکھن ہے کہ غالب کے متعلق ہی معلومات میں اضافہ ہو۔

(۱۵)

" غالب، شاعر امروز و فرد" کا آخری مقالہ بعنوان "اے کاش بھی مرض اظہار میں آئے" اس سے پہلے ۱۹۶۹ء میں ایک کتاب " غالب، ذاتی تاثرات کے آئینے میں" اور ۱۹۶۹ء میں ہی اسی عنوان سے راوی (لاہور) کے " غالب نمبر" میں شائع ہوا ہے اور اس مقالہ کا طویل حصہ اس کی اہمیت کے پیش نظر ڈاکٹر فرمان نے غالب پر اپنی دوسری کتاب " تھنا کا دوسرا قدما اور غالب" کے مقدمے بعنوان " کتاب سے پہلے" میں بھی شامل کیا۔

ڈاکٹر فرمان کا یہ مقالہ تختیہ نویسیت کا ہے جو " مجلس یادگار غالب" (چخاب بونورشی لاہور) کے ایجاد پر ۱۹۶۹ء میں لکھا، اس میں کام غالب کی اہمیت اور اس کے

۱۔ "تاریخ ادب ہندوستانی" اردو ترجمہ قلمی جلد دوم، مملوک ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

خون ہو کے بکر، آنکھ سے پچانچیں اب تک
رہئے، سے ابھی یاں مجھے کام بہت ہے ۱۱)

ای چشم کی مژاہوں سے ڈاکٹر فرمان نے کلام غالب سے اپنی عقیدت اور اس کی
عقلت کو بیان کیا ہے اور کلام غالب سے جس طرح انہوں نے فیض حاصل کیا، اس کا ذکر
ان اغاثات میں کرتے ہیں:

” غالب اور کلام غالب نے فکر و فتن کے ان گنت لکھنے سمجھائے
جیں، ذہن کے رنجانے کئے گوشوں کو منور کیا ہے، اور
” چشم کو چائے ہر رنگ میں دا ہو جانا ” کی معرفت، میری فکری
اور جذباتی زندگی کو کسی ایک عنوان سے نہیں ہزار عنوان سے
محتاط کیا ہے۔“ ۱۲)

یعنی نہیں بلکہ ڈاکٹر فرمان تو شاعری کی اصل حقیقت تجھ رسانی ہی غالب کی صرفت
حاصل کرتے ہیں کہ شاعری قافیہ پرائی نہیں ممکن آفرینی ہے، جزو کا قصہ نہیں دل گداخت کی تغیر
ہے۔ جزو میں کل کی نمائش ہے اور پادھ و ساغر کا تذکرہ نہیں بلکہ مشابہة حق کی ”کھنکو
رہشت، محکمات شعری، سرمایہ دارانہ سختیاں، زندگی کی حقیقت، طروہ طراحت، ایجاد و انتشار
اور گنبدِ معنی کا ظلم اور اس قسم کے اور کئی موضوعات۔ عنوانات کے تحت غالب کی عقلت
اوہ طرزِ خاص کی طلاوت و جذافت کو اجاگر کیا ہے اور اشعار کے حوالے سے اپنے نقطہ نظر کو
قابلِ اعتماد ہالا ہے۔ شامل کے طور پر لکھتے ہیں:

” زندگی کی محماں گھنی اور کارچا جہاں کی درازی کی خبر دوسرے
شاعروں نے بھی دی تھی لیکن اس خیال کا سچا لفظ اس شعر کے
بعد نصیب ہوا:

۱۔ ” غالب، شاعر امروز و فردا ”، ص ۳۲۲
۲۔ ” غالب، شاعر امروز و فردا ”، ص ۳۲۷

عنوانات کی انفرادیت کے پیش نظر ہاتھی، بکری اور جذباتی زندگی پر اس کے اثرات کا تحریر کیا
ہے۔ غالب کے اس دعوے پر کہ اگر غنی محبی کا شور عالم ہو جائے تو دیوان غالب شہرت کی
بے پناہ بلند یوں پہنچ جائے گا۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری اس وقت ایمان لے آئے تھے جب
” بخوبی امام الف لکھتا ہے دیوار و بستان پر ”

اور پھر غالب سے اپنے تعلق کی مہربانی کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

” یہی سے شعروں کو بچھنے اور اس سے لفظِ اندوڑ ہونے کی
المیت بڑھتی گئی، میرا ایمان ان کی تبوتِ شعری پر پہنچ ہوتا چلا گیا
اور ایک دن آیا کہ زندگی اور ادب کی اکٹھ مژاہوں میں دو
میرے رہنماء اور مشکل کشاہیں گئے۔“ ۱۳)

ڈاکٹر فرمان دوسرے شعراء پر غالب کو اس طبق ترجیح دیتے ہیں کہ ان شعراء کے
ہال پڑھنے کو توبہ پکھے ہے لیکن ذہن سے بڑھ کر دل میں بات اس وقت اترتی ہے جب
 غالب کے لفظِ انواعِ اشعار ہمارے سامنے آتے ہیں جو وہ وقت کی تشنی اور ذہن کی سیرابی کا
سامان فراہم کرتے ہیں۔

زیر نظر مقالہ میں ڈاکٹر فرمان نے ”لفظِ جدیات، زندگی و ادب کا
رہشت، محکمات شعری، سرمایہ دارانہ سختیاں، زندگی کی حقیقت، طروہ طراحت، ایجاد و انتشار
اور گنبدِ معنی کا ظلم اور اس قسم کے اور کئی موضوعات۔ عنوانات کے تحت غالب کی عقلت
اوہ طرزِ خاص کی طلاوت و جذافت کو اجاگر کیا ہے اور اشعار کے حوالے سے اپنے نقطہ نظر کو
قابلِ اعتماد ہالا ہے۔ شامل کے طور پر لکھتے ہیں:

۱۔ ” غالب، شاعر امروز و فردا ”، ص ۳۲۰

چھٹا باب

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا دوسرا مجموعہ:

تمنا کا دوسرا قدم اور غالب

(ایک جائزہ)

تحقید و تحقیق غالب کے سلسلے میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے آنحضرتی مقالات پر مشتمل، ان کی دوسری تصنیف "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کے عنوان سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ناشر "حلقہ نیاز، تھار کراچی" ہیں۔ اس کا مقدمہ "کتاب سے پہلے" کے عنوان سے ہے۔ اس مقدمے کا کچھ حصہ اس سے بہت پہلے ڈاکٹر فرمان کے ایک مقالے "عنوان" اے کاش بھی عرض اظہار میں آؤے۔ میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مقالہ ان کی غالب پر جیلی کتاب " غالب، شاعر امروز و فردا" میں بھی شامل ہے (۱) اور اس سے پہلے یہ مقالہ ۱۹۶۹ء میں " غالب، ذاتی تاثرات کے آئینے میں" مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں بھی چھپا۔ یہ کتاب ۱۳۴ صفحات پر مبنی ہے۔

اس کتاب کے اکثر مقالے نے جس البتہ ایک دو مقالات کو " غالب، شاعر امروز و فردا" سے بھی قدیمگر کے طور پر شامل کتاب کیا گیا ہے جس میں اس تصنیف کے مقالے " غالب کا اسلوب طرز، ظرافت" کا نام لیا جا سکتا ہے ہو۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" میں " غالب کے اسلوب خن کا ایک پہلو" کے نام سے ہے البتہ ہاؤ کتاب میں اشاعت کی غرض سے اس کے کچھ حصے حذف کر دیئے گئے ہیں۔

دوسرا مقالہ جو قدیمگر کے طور پر ہے، وہ اس کتاب میں " غالب کا اندرا گھر اور استقبال فردا" کے عنوان سے ہے جبکہ جیلی کتاب سے اس کا عنوان " غالب، شاعر امروز و فردا" تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور مقالے " کلام غالب میں استنباط" کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ یہ عنوان کے اعتبار سے یہ ان کی جیلی کتاب میں شامل مقالے سے نہیں مذاکہ بحث میں بھی انہیں نکالت کا بیان کیا ہے البتہ اس مقالے میں غالب کے استنباط میراب ولیم کے

ڈاکٹر فرمان فتحی ری اعلیٰ درجے کے تحقیق بھی ہیں اور نہاد بھی۔ حالانکہ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ تحقیق ایک اچھا نہاد نہیں ہوتا، اسی طرح نہاد بھی بہت اچھا تحقیق نہیں ہے۔ لیکن فرمان صاحب نے دونوں میدانوں میں اختصار پیدا کیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے اردو شاعری میں خاصہ کام کیا ہے اور کلاسیکی ادبیوں اور شاعروں میں غالب پر مستقل سنتا ہیں لکھی ہیں۔

ڈاکٹر خلیق احمد

پیش نظر آخر میں کچھ اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان کی اس تصنیف میں شامل کچھ مقالے تقدیدی، کچھ حقیقی اور کچھ شیم تقدیدی و نیم حقیقی نویسیت کے حامل ہیں جنہیں الگ الگ رکھنا چاہیں تو یہ صورت بنتی ہے۔

تقدیدی مقالے

- ۱۔ غالب کی شاعری اور مسائل تصوف (ص ۲۶-۵۱)
- ۲۔ غالب کے اثرات جدید اور دو شاعری پر (ص ۵۲-۶۹)
- ۳۔ کلام غالب میں استھان (ص ۱۲۲-۱۳۲)
- ۴۔ غالب کا اسلوب مطرود مطرافت (ص ۱۱۳-۱۲۳)
- ۵۔ غالب کا انداز نظر اور استقبال فردہ (ص ۹۷-۱۱۲)

حقیقی مقالے

- ۱۔ کیا دیجوان غالب "نحو امردیہ" واقعی جعلی ہے؟ (ص ۸۲-۹۶)
- ۲۔ نیم تقدیدی و نیم حقیقی مقالے

۱۔ کلام غالب میں لفظ "تمنا" کی بکرار بطور استعارہ قلمخا آثار (ص ۱-۲۵)

۲۔ ہم عصر و تہذیب مسائل کا دراک اور غالب (ص ۷۷-۸۳)

ان مقالات کے علاوہ اس کتاب کے آخر میں "نحو حیدیہ" سے چند اشعار کے عنوان سے دیجوان غالب نحو حیدیہ سے ۱۲۹ اشعار کو درج کیا گیا ہے۔

غالب کے گفران کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا یہ دوسرا مجموعہ مقالات ان کی پہلی کتاب " غالب، شاعر امرد و فردہ" کے پیچیں (۲۵) پرس بعد شائع ہوا لیکن اس پات کا دو خواہ اعتراف کرتے ہیں کہ یہ طویل عرصہ دوسری طلبی دادی مصروفیات کے علاوہ غالب اور نابیات کو سینے سے لگانے رہنے میں مزرا۔

انہوں نے اپنے دیگر مطالعات پر مطالعہ غالب کو بیش مقدم رکھا۔ چنانچہ اس تعلق کا عملی ثبوت "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کے روپ میں ہمارے سامنے ہے۔

اس تصنیف میں بھی ایسے مقالے شامل ہیں جو اپنی نویسیت کے اعتبار سے انفرادی

مقام رکھتے ہیں اور ڈاکٹر فرمان کے شعور و لا شعور کا حاصل ہیں۔ ان میں اس کتاب کا مضمون اول "کلام غالب" میں لفظ تمنا کی بکرار بطور استعارہ، قلمخا آثار، قابل ذکر ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر فرمان لکھتے ہیں:

"تقدید غالب کے سلطے میں میرے اس مضمون کی حیثیت وہی
ہے جو میرے ایک پرانے مضمون" کلام غالب
میں استھانم" کی تھی۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی تقدیدی اور حقیقی بصیرت کو پانے اس کی لمبے پہنچنے کی لئے یہاں ان مقالات کا الگ الگ تجویز کرنا بھل نہ ہو گا۔ "کتاب کہیں ہے؟" اس کا اپنی بساط کے مطابق جواب فراہم کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ کتاب میں شامل مقالات پر تجویزی نظر ڈالی جائے۔

(۱)

"کلام غالب میں لفظ" تمنا" کی بکرار بطور استعارہ قلمخا آثار" ڈاکٹر فرمان کی تصنیف "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کا پہلا مقالہ ہے۔ اس کتاب سے پہلے یہ مقالہ اسی عنوان سے "اوراق" لاہور کے خاص نمبر ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا یہ مقالہ "نیم تقدیدی و نیم حقیقی" نویسیت کا حامل ہے۔ اس میں ڈاکٹر فرمان نے اپنی تقدیدی و حقیقی بصیرت سے بہت خوب کام لیا ہے۔ غالب کے کلام کا ایک ایک لفظ تجھیہ سمجھ کا حامل ہے۔ اس کے ذہن کی گردہ کشائی کے سلطے میں ڈاکٹر فرمان نے کلام غالب میں لفظ "تمنا" کا تجویز کیا ہے۔ ان کے نزدیک لفظ "تمنا" کا استھان غالب کے گفران کے بعض اہم عکتوں اور بخاری روایوں کی تناول کرتا ہے اور اسے غالب کی سرفہرست مزاج کا خاص پہلو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن وجہ ہے کہ "تمنا" کا لفظ بعض شعری سن کا باعث نہیں بلکہ معنوی اثر آفرینی اور قلمخا آثار کا بھی استعارہ ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری لفظ "تمنا" کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ علماء اقبال نے "حرف تم" کو لفظ و شعر و دونوں کی حقیقت سے موسم کیا ہے لیکن

غالب کے ہاں اس لفظ کی اہمیت اور کرشمہ سازی کی اہمیت کچھ اس لحاظ سے بھی ہے کہ:
”اس لفظ کے ذریعے غالب کے ذہن کی بعض ہائشودہ
گریں مکملی ہیں اور یہ گریں زندگی کے بارے میں ان کے طرز
گلرے متعلق ہیں۔“^(۱)

غالب نے اپنے کلام میں ”تمنا“ کا لفظ نظرت انسانی کے اس ذوق طلب اور شوق کے
سماں کی تماشیدگی کرتا ہے جو زندگی کو محترم و ہامحمدی ہانے رکھتا ہے۔ اقبال کے یہاں بھی
یہی ”تمنا“ شوق و آرزو کا مطہبہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری ای مشترک اندراز نظر اور رنگ
گلری بدلت اقبال کو غالب کے بہت قریب پاتے ہیں اور اسی بنا پر اقبال گلرہ شعر کے
سارے سفر میں غالب کو محترم جانتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان نے اقبال اور غالب دو توں کے اشعار میں انسان کے وجود کے
انجات سے متعلق سوالات کو پیمان کیا ہے۔ غالب کے یہاں یہ سوالات بقاہر منظر ہیں لیکن
لفظ ”تمنا“ کے آئینے میں یہ باہم مر بوط نظر آتے ہیں۔ یہ ردہ اور تسلیل زندگی کے بارے
میں غالب کے ثابت اندراز گلری کی تماشیدگی کرتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان نے شاعری اور زندگی کے تعلق کے حوالے سے مجھوں گورکھوری کا
لفظ نظر بیان کیا ہے کہ زندگی ہاں، بیجاں اور شریر قوتوں کا اندھیری سی لیکن ہم اسے اپنے
لئے گوارا بنا سکتے ہیں۔ مجھوں گورکھوری اس خیال میں غالب کو اپنا ہم نوا خیال کرتے
ہیں۔ ڈاکٹر فرمان، مجھوں گورکھوری کے اس اندراز گلر کو اپنے خیالات کی علیحدی قرار دیتے
ہیں کہ غالب میں لفظ ”تمنا“ استعارہ لفظ آثار ہے اور ڈاکٹر فرمان کے مطابق اردو
شاعری میں غالب کے ملاوہ صرف اقبال کی زندگی اور شاعری مجھوں گورکھوری کے
خیالات کی مترادف ہے۔

غالب کے ذہن اور اس کی شخصت کی تضمیں کے لئے کلام غالب میں استعمال
ہونے والے بعض الفاظ اور تراکیب سے مدد لی جاتی رہی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے
اپنے ایک قابل قدر مقامے ”کلام غالب میں استھنام“ کے زیر عنوان ۱۹۵۲ء میں کلامات

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
آدمی کو بھی میر نہیں انسان ہونا

ڈاکٹر فرمان نے اس غزل کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے مختلف اشعار
میں لفظ ”تمنا“ کی صورتوں اور معنوں کو واضح کرتے ہوئے بتا ہے کہ تمنا کی ملکت یا
نام ادی غالب کے لئے وجہ دل ٹھنی نہیں بلکہ باعث حوصلہ مندی ہے جو آرزو و مندی کی
ترپ کو کچھ اور بڑا حد تھی ہے۔

زیر نظر مقالے میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے صرف غالب کے مرد جو دیوان کی
غزلیں اور اشعار بطور جواہر دے کر ان میں لفظ ”تمنا“ کے استعمال کی مختلف صورتوں کی

استھام کے مطابق سے یہ تجہی اخذ کیا تھا کہ غالب کے بیان میں اگرچہ کوئی مر بود نظام غیر نہیں ملتا لیکن ان کا ذہن یہ ہے، ہر حال فلسفیات خدا اور اس کی توجیہ ہے یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کوئی، کیا، کیسے، کے بغیر آئے نہیں پڑھتے تھے۔ اس مقام کے اکتوبر ۲۰۱۳ (۲۱) سال بعد ڈاکٹر فرمان کلام غالب میں لفظ "تمنا" کے مطالعے کی مدد سے غالب کے بارے میں اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

" غالب اصطلاحی منہوم میں قلشی رہے ہوں یا شریب ہوں، لیکن فلسفیات ڈاکٹر رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ ایک حیات افروز نظام غیر و فلسفہ بھی رکھتے تھے۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے اس ضمن میں مولانا روم اور علامہ اقبال کا حوالہ دیتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ لفظ "تمنا" کا استعارہ، اردو میں لفڑیا زد کا پہلا اشارہ ہے۔

(۲)

" غالب کی شاعری اور مسائل تصوف، از بر نظر تصنیف کا درود امقالہ ہے۔ سے پہلے یہ مقالہ اسی عنوان کے تحت سالانہ "اصریح" کے جون جولائی ۱۹۹۳ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ یہ مقالہ تحقیقی نوعیت کا ہے۔"

غالب کا اپنی مجموعی شاعری سے مختلف ادعاات کا حوالہ دیتے ہوئے اس مقام پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کی شاعری کے ایک خاص موضوع یعنی مسائل تصوف کے متعلق ان کے طرز بیان کی کیکائی کے دعویٰ کا تجویز کیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان نے بتایا ہے کہ اردو میں جہاں ولی دکنی، خواجہ میر درد، مظہر جان جاناں، میر تقی میر، آتش لکھنؤی اور امیر کوئٹھوی وغیرہ کی شاعری کا فہرست کمال عموماً تصوف کے موضوعات کی ترجیحی میں رومنا ہوا ہے۔ اس کے بر عکس غالب کے بیان تصوف کی یہ نہود بحثیت مجموعی بے کیف و بے اثر رہی ہے۔ لیکن وجہ ہے کہ غالب کا یہ دعویٰ

یہ مسائل تصوف یہ تجہی بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا
شاعری کے پیش نظر حقیقت پر بھی نہیں۔

ڈاکٹر فرمان کے رائے میں غالب نے مسائل تصوف کو اپنی شاعری کا موضوع ضرور بنا یا بے لیکن یہ "تصوف برائے شعر گھن خوب است" کے مترادف ہے۔ لیکن وجہ ہے کہ ان اشعار میں وہ گہرا ای اور تجہی داری نہیں ملتی جو غالب کی شاعری اور عظمت کا طرز انتیاز ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے دنیا کی بے شماری پر "وحدت الوجود" کے تقدیمے کے حوالے سے غالب کے اشعار اور پھر ان کے ہم خیال اور مترادف موضوعات کے حامل دوسرے شعراً، مثلاً ولی، میر، درد، وغیرہ کے اشعار لیٹ کر کے یہ واضح کیا ہے کہ غالب کے اشعار میں پچھے صوفی شعراً، ولی کیفیت نہیں ملتی اور بھی صورت غالب کی انا پندتی سے متعلق اشعار کی ہے، جب وہ یہ کہتے ہیں:

بندگی میں بھی وہ آزاد و خود بیسیں ہیں کہ ہم
ائٹے پھر آئے در کبھی اگر وہ نہ ہوا
 غالب کے زمانے میں تصوف کے مسائل کو شاعری میں جگد دینے کا رواج عام
تھا۔ اسی زمانہ پر غالب نے بھی تصوف کے مسائل کو اپنی شاعری میں جگد دی لیکن بقول ڈاکٹر فرمان فتحی ری:

"اس میں آمد سے زیادہ آور دکانیلہ ہوتا تھا یا پھر ذاتی درزش
اور شوری قفسہ طرازی کا۔" (۱)

غالب کے شاگرد و پرستار مولانا حالی نے "یادگار غالب" میں غالب کی تصوف پسندی کی تائید میں لکھا:
"علم تصوف سے ان کو خاص مناسبت تھی اور حقائق دعماً رف کی کتاب میں

کے حوالے سے نیاز فتحی ری (۱) کی رائے کو بیان کرتے ہوئے غالب کے اس قسم کے محتویات افکار کے حامل اشعار کو ذاتی و رذشی یا معمول کرنے کی مشکل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ غالب کے اندراز تکر کو صوفیانہ مسلک سے بکھر جنحہ گردانے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کے اشعار اور مخطوطہ میں ان پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے جو ایک چھ صوفی شاعر کی روشن کے برخلاف ہیں، مثال کے طور پر غالب کا یہ شعر زندگی اپنی جو اس دلک سے گزدی غالب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

انی حقائق کے چیزوں نظر ڈاکٹر فرمان نے یہ واضح کیا کہ باہم خواری کے علاوہ بھی غالب کے پیغمبر مخالف مسلک تصوف کے متنافی تھے۔ وہ زمانے کے مراجع کے مطابق اپنی رائے تبدیل کرتے رہتے چنانچہ ڈاکٹر فرمان نے غالب کی مصلحت اندیشی اور عافیت میں سے متعلق اس مقامے میں چار (۲) مثالوں کو بطور حوالہ جوشن کیا ہے، مثلاً جب لوگوں نے غالب کو بے استاد کہنا شروع کیا تو مولانا عبد الحمد کے نام سے ایک استاد سامنے لے آئے، پھر خود ہی اس کی تردید اس طور کر دی:

”بھجو کو مبدأ فیض کے مواسکی سے تکنذیبیں۔ عبد الحمد بھن فرضی نام ہے۔ چونکہ لوگ مجھے بے استاد کہتے تھے، ان کا من بند کرنے کے لئے“ ایک فرضی استاد گھز لایا۔“ (۳)

زیر نظر مقامے میں پیش کی گئی مثالوں اور اس قسم کی تردید مثالوں کو ڈاکٹر فرمان نے اپنے ۱۹۶۱ء کے ایک مضمون ” غالب کا انتیاتی مطالعہ“ میں وضاحت سے درج کیا ہے۔ یہ مقالہ غالب پر ان کی پہلی تحقیق ” غالب، شاعر امراء و فردا“ میں بھی شامل ہے۔

- ۱۔ ” غالب، فن اور شخصیت“ ص ۲۱، مطبوعہ اردو اکادمی سندھ کراچی، ۱۹۸۷ء
- ۲۔ ” یادگار غالب“ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۱۳

اور سالے ان کے مطابق سے گزرے ہیں۔“ (۴)

لیکن ڈاکٹر فرمان اس بیان کو غالب کے اقوال پر جمی قرار دیتے ہیں جنہیں حالی ہیسے شریف انسف سیرت لگانے اپنے لفظوں میں دہرا دیا ہے۔

غالب کے کمال میں تصوف کی نوعیت سے متعلق ڈاکٹر فرمان نے علامہ نیاز فتحی ری (۵)، شیخ محمد اکرم (۶)، ڈاکٹر شوکت بیزوہاری (۷) اور ڈاکٹر وزیر آغا (۸) کے بیانات درج کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ اگر غالب باہم خوارت ہوتے تو بھی انہیں بلند مرتبہ صوفی یا اوپری تعلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

زیر نظر مقامے میں ڈاکٹر فرمان نے اس سعیت پر بھی بحث کی ہے کہ غالب کے ندرست تکر اور تخلیل کے حامل اشعار کو بعض حضرات نے اس طرح سمجھا اور سمجھا جاتا ہے کہ غالب ایک صوفی شاعر معلوم ہونے لگتے ہیں لیکن درحقیقت غالب کے ان اشعار کی کشش محتویات افکار کی وجہے غالب کی مسلطیاں سوچ اور جدت پسند اسلوب کی بدلت ہے اور یہ اشعار تصوف کے مفہوم میں بے جا ہیں۔ ڈاکٹر فرمان نے غالب کے نو (۹) اشعار کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر غالب کا یہ شعر

لنش فریادی ہے کس کی شعبی تحریر کا
کاغذی ہے۔ جوہن ہر پیکر تصور کا

اس توجیت کے اشعار میں ڈاکٹر فرمان کے مطابق وہ شاعرانہ حق و مکر ایں جیسے جو غالب کی شاعری کا طرز امتیاز ہے۔ اپنے نقطہ نظر کے حوالہ میں وہ غالب کے مذکورہ اشعار

- ۱۔ ” یادگار غالب“ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۸۸
- ۲۔ ” گار، لکھنؤ، غالب تبر، بنوری ۱۹۶۱ء، ص ۵۷
- ۳۔ حکیم فرزانہ، ص ۱۹۸
- ۴۔ ” قلیف کلام غالب“ مطبوعہ اجمیں ترقی اردو، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۳۲
- ۵۔ اوراق یادیت جوں۔ جوہانی ۱۹۹۲ء

ڈاکٹر فرمان کے مطابق جدید اردو شاعری کی ابتداء اگر غالب کی وفات کے خواز
بعد سے شمار کی جائے اور آزاد اور حادی کو اس کے پانچوں میں شامل رکھا جائے تو دونوں
غالب کے زیر اثر نظر آتے ہیں۔ آزاد نے اگرچہ اپنے استاد شیخ محمد ابراء یم ذوق کو غالب
پر ترجیح دی تھیں وہ بھی ۱۰ شہر عالم وہاں دوام کے تحت غالب کی عظمت کے اس لحاظ
سے محترف ہیں کہ غالب ایک نیاطر زخم لے کر آئے اور حادی تو رہا راست غالب کے
شکر اور غالب کے اوپرین، مرثیاں و قدر دوان تھے۔

بعض حضرات تحریک سٹار پر جدید اردو شاعری کے بانی آزاد اور حادی کی بجائے
اقبال کو خیال کرتے ہیں، اس صورت میں ڈاکٹر فرمان کے مطابق

۔۔۔۔۔
”اقبال کے فکر و فتن پر جتنا اثر غالب کا ہے، اور وہ کسی اور
شاعر کا نہیں ہے۔“ (۱)

غالب اور اقبال کی مخصوصی ہم آہنگی پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان، شیخ
عبد القادر کی رائے سے متفق ہیں:

”اگر میں شاعر کا قائل ہو تو ضرور کہتا کہ ہر زاد اسلام خان
غالب نے۔۔۔۔۔ وہ بارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا۔“ (۲)

ڈاکٹر فرمان نے غالب اور اقبال کے فکر و فتن کی کیمیت کے جواز میں ان
دونوں شاعروں کے تخلی مطابع کے لئے اشعار کے حوالے دیے ہیں اور اپنے نقطہ نکاہ
کو واضح کیا ہے۔ علاوه ازیں جگر کے عمدہ کی روی شاعری، اصنف کا محتوی غالب
و اقبال، حسرت کے کلام میں فاری تراکیب کی کثرت و درست، فانی کی غزل کی مخصوصی گہرائی
اور تہذیب داری، یا گذشت کی پوری شاعری ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب کے اثرات کی حالت
ہے۔ انہوں نے غالب کی غزل کی روایت کو حسرت کی غزل کے بعض اشعار میں رکھ کر ان

۱۔ ”تمنا کا دوسرا قدم اور غالب“ ص ۵۶

۲۔ ”کلیات اقبال“ اردو اقبال اکیڈمی، پاکستان، لاہور، ص ۲۵

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کے فلسفہ کلام پر ڈاکٹر شوکت بزرداری (۱) کی
رائے کا جواہر دیتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ:

”غالب نے مسائل تصوف کے بیان کے باب میں جو دعویٰ کیا
ہے، وہ بھض دعویٰ ہے، نہ تو ان کی اردو شاعری سے اس کی
قدیمی ہوتی ہے اور ان کی زندگی کے معمولات
سے۔“ (۲)

زیر نظر مقالے میں اسی سمجھتے کی دلائل سے وضاحت کی گئی ہے کہ غالب کی عظمت
اپنی جگہ مسلم ہے لیکن یہ مقام مسائل تصوف کے بیان کی بددالت نہیں بلکہ وہ سلسلہ جوئی و گوش
نشیں اور وہ توکل و دروائی، جس کا تعلق تصوف سے ہے، غالب کے بیان ملما مشکل ہے
اور ان کی شاعری کا طرز امتیاز در حقیقت ذہن و فکرانشی کی غیر معمولی دسترس کے امکان
میں پہنچا ہے۔

(۳)

”تمنا کا دوسرا قدم اور غالب“ کا تیرامقالہ ”غالب کے اثرات جدید اردو
شاعری پر“ کے عنوان سے ہے۔ یہ پاکستان آرٹس کونسل آف پاکستان کی ادبی کمیٹی کا دیا
ہوا موضوع ہے جس پر ۱۵ افروری ۱۹۹۳ء کو ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس کے بعد یہ مقالہ اسی
عنوان سے ”تمنا“ کرایجی کی جون ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ یہ مقالہ تنبیہی
نویگیت کا حامل ہے۔

غالب کا اثر صرف جدید اردو شاعری ہی پر نہیں بلکہ سارے اردو ادب پر نمایاں
ہے البتہ موضوع کی مnasبت اور حدود میں ڈاکٹر فرمان نے صرف ”جدید اردو شاعری
پر“ غالب کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔

۱۔ ”فلسفہ کلام غالب“ ص ۳۲

۲۔ ”تمنا کا دوسرا قدم اور غالب“ ص ۲۷

میں ہم آہنگی کو واضح کیا ہے۔

ای طرح اگر پدیدہ اردو شاعری کا آغاز ۱۹۳۵ء کے بعد ترقی پسند تحریک کے زیر اثر سمجھا جائے تو بھی اس زمانے کے شعراء میں موضوع و موارد کی جو رہا کر گئی اور طرزِ ادب کی جو بد جھی نظر آتی ہے، وہ اس سے پہلے غالب کے سوا کسی دوسرے اردو شاعر کے بیانِ دکھانی نہیں دیتا۔ سب سے پہلے غالب ہی نے ماضی پرستی سے الحاف، حق سے گزیر اور جدید سے ہم آہنگ ہونے کے چلن کو اردو میں روایج دیا ہے۔ اس لکھنے کو ڈاکٹر فرمان نے غالب کے خطوط کے حوالے سے واضح کیا ہے اور غالب کے اس شعر:

غارت گر نہ موس نہ ہو گر ہوں زر

کیوں شاہد گل باغ سے بازار میں آوے

کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ سرماں کی کثرت و زرد افراط ازرکی اعتماد کے حوالے سے ترقی پسند شعر اور دوسرے شعرا میں بھی کوئی اور اس سے خوبصورت اور بہتر شعر نہیں بنالیں گے۔

چدیا اردو شاعری کے دو اہم نام، رم راشد اور فیض احمد فیض نے بھی غالب کی تراکیب فارسی اور ترشیلی پیکر وہ سے بقدر استعداد فائدہ اٹھایا اور ڈاکٹر فرمان کے مطابق دونوں کے کلام میں پیکر تراشی کی وجہ میں غالب کی پیکر تراشی سے ملتی جلتی ہے۔ فیض نے تو اپنے ابتدائی مجموعہ کلام "نقش فریدی"، "کلیات فیض"، "نیشن بائے وفا" اور اپنے ایک اور مجموعے "دست تہہ سنگ" کے نام بھی غالب کے زیر اثر کئے۔ ڈاکٹر فرمان نے زیر نظر مختالے میں غالب کے ان مختلف اشعار کو جن پر فیض نے اپنے مجموعوں کے نام رکھے ہیں، درج کر کے فیض پر غالب کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"فیض نے غالب کی زبان سے بھی فائدہ اٹھایا ہے، ان کے خیالات سے بھی استفادہ کیا ہے، ان کے شعری سانچوں کو بھی آزمایا ہے اور ان کی زمین میں غریبیں بھی کی ہیں۔" (۱)

۱۔ "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" ص ۶۴

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے زیر نظر مختالے میں ہر دوسری کی شاعری پر غالب کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ انہیں ۱۹۶۰ء کے بعد کی شاعری پر بھی، جسے عموماً نئی شاعری یا جدید تر سے موسم کیا گیا ہے، غالب کے اثرات دکھانی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے غالب کے ان اشعار کا حوالہ دیتے ہوئے جن میں استخاروں، علامتوں، کتابیوں اور تخلصوں کو استعمال کیا گیا، یہ واضح کیا ہے کہ ان اشعار کی مدد سے نئی شاعری یا جدید شاعری پر غالب کے اثرات کا اندازہ لکھا یا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ یہ شاعری کی ما بعد الطیعتی آواز لفظی بیکروں کے لاثا سے بھی اور معنوی سلسلہ پر بھی غالب کی شاعری کا اثر قول کے ہوئے ہے۔

زیر نظر مختالے میں ڈاکٹر فرمان دوسرے خادوں کی آراء سے قلم نظر صرف اے،
عقل نظر کے مطابق لکھتے ہیں کہ:

"نئی یا جدید اردو شاعری کے ظاہر و باطن دونوں پر اگر کسی اردو
شاعر کا سایہ نظر آتا ہے تو وہ صرف غالب کا ہے۔" (۱)

اپنے اس نقطہ نظر کی توضیح میں ڈاکٹر فرمان نے کہیں طبعوں پر غالب کو جدید اردو شاعری کا پیش رو قرار دیا ہے۔ پہلی سچ آزاد اور حاتمی کی ہے۔ اقبال کے پیش نظر اور پھر اقبال کے بعد ۱۹۳۵ء کی ترقی پسند تحریک کے حوالے سے اگلی منزل پر ن۔ م۔ راشد اور فیض احمد فیض کے نگام کو سامنے رکھتے ہوئے اور آخر میں جدید تر اردو شاعری یعنی ۱۹۶۰ء کے بعد کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر فرمان نے واضح کیا ہے کہ جدید اردو شاعری غالب کی شاعری کے اثرات سے خالی نہیں۔

(۲)

"ہم عصر سمی و تہذیبی سائل کا اور اک اور غالب" ای یہ عنوان غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کی دوسری تصنیف "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کے چوتھے مختالے ہا۔

۱۔ "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب"، ص ۶۹

ہے۔ اس کتاب کی زینت بنتے سے پہلے یہ مقالہ سالانہ "تجویر" کرائی گی ۱۹۹۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس کے بعد " غالب نامہ" (دہلی) جولائی ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ (۱) اس کے علاوہ مذکورہ مقالہ "نکار" پاکستان کی نومبر ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری کا یہ مقالہ "نیم تجیدی و نیم تفہیقی" نویسیت کا حامل ہے۔ اس میں ڈاکٹر فرمان نے غالب کے اپنے ارد گرد کے سیاسی ماخول پر گہر رکھتے، اپنے معاصرین کی نسبت بدلتے ہوئے حالات کو جلد بجا پہنچتے اور نئی تہذیب کا محسن قرار دینے کے روپے کا جائزہ لیا ہے اور غالب کے فلسفی ارتقاء میں ملکت کے سفری اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

انمار ہوں صدی تک اردو شاعری ایک خاص روشن پر گامزن تھی اور انہوں صدی کے آغاز تک اس میں یک رسمی اور سناۓ کی یکیت ہی ملتی ہے ملکت ہے ملکت ہے ملکت ہے اپنے یہ ہے کہ انہوں نے فلکی اور اجتماعی سطح پر اس سکوت کو ختم کر کے شاعری کوئی راہ پر گامزن کیا اور اس کو مقصدی و افادی شے قرار دیتے ہوئے بتایا کہ

"شعری قافیہ پیائی نہیں منی آفرینی ہے، مجدوب کی بڑی
نہیں مطلب و مقصد سے بھم آنکلی ہے، لزکون کا محیل نہیں دیدی،
بینا کی کسوٹی ہے، قدم دیکھو کی آرائش نہیں دادوریں کی آزمائش
ہے، پادہ و سافر یادو شنختر کا تذکرہ نہیں مشاہدہ، حق کی گفتگو
ہے۔" (۲)

غالب نے اپنے دلخواہ میں اساتذہ کے تعلق اور تقلید سے پیزاری اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور نئی تہذیب کو ملکتے کے سفر کے بعدول سے سراہا۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب کے فلسفہ نظر میں غیر معمولی وسعت اور گمراہی کے آثار حیثیت ملکتے کے سفر کے بعد پیدا

ہوئے۔ اس سے قبل غالب اردو اور فارسی کی شاعری میں بیدآل، شوکت اور ایم کا تعلق کرتے رہے لیکن ملکتے سے وہ بھی پر ان میں ایسا ذاتی اختلاف آیا کہ وہ پیغمبر روانی اور تعلیمی باقوس سے تائب ہو گئے۔ سیکھ وجہ ہے کہ اس سفر کے بعد کے دلخواہ اور اشعار دونوں ٹکر انگیز اور جدید زاویہ نظر کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اس مقالے میں غالب کے دس (۱۰) اشعار کا حوالہ دیا ہے اور ہر شعر کا سن تالیف ساتھ درج کر کے ان کی جدت خیال کو ملکتے کے سفر کی دین قرار دیا ہے۔

غالب کے فلسفہ خیال کی ندرت نہ صرف ان کے اپنے اشعار میں نظر آتی ہے بلکہ ڈاکٹر فرمان کے خیال میں اس کی پازگشت علامہ اقبال کے کلام میں بھی ساتھی دیتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فرمان نے غالب اور اقبال دونوں کے کلام سے ایک ہی نوع کے اشعار کھال کر ان میں ٹکر نو کی نئی نہیں کی ہے اور ظاہر ہے اس وصف میں غالب، اقبال کے پیش رو ہیں۔

غالب نے یہ بات بہت پہلے محسوس کر لی تھی کہ بر صغیر کے سیاسی و سماجی حالات میں مغربی تہذیب کے قدموں کے آگے، مشرق کی مٹی کے دیے بہت دیر نمہب عیسیٰ گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سرید احمد خاں نے آئینی اکبری، (۱۸۵۵) کوئے جب سے مردی کیا اور غالب سے اس پر تقریباً لکھتے کی فرمائش کی تو غالب نے سرید کے اس عمل کو ان کی رجھت پسندی اور مردود پر دری سے تعبیر کیا۔ یہ ایک بات ہے کہ بعد ازاں تھی تہذیب کے متعلق سرید کا زاویہ نگاہ وہی تھا جو غالب کا تھا لیکن غالب نے جس بات کو بہت پہلے محسوس کر لیا، سرید اس تک بہت بعد میں پہنچے۔ اس خواستے سے ڈاکٹر فرمان نے ڈاکٹر طیق احمد کی رائے کی تائید کی ہے کہ

"۱۸۵۷ء کے ناکام اختاب تک سرید بھلک رہے تھے اور اپنے لئے مستقبل کا راست تلاش کر رہے تھے اور ۱۸۵۷ء

کے بعد ان کے ذہن میں مستقبل کا راست بالکل صاف اور درجن ہو گیا تھا جس کے واضح نتیجہ ان کی کتاب "اسباب بغاوت

۱۔ " غالب نامہ" (تجزیاتی مطالعہ) از عاصمہ ایگار، ص ۹۶

۲۔ "تنا کا دوسرا قدم اور غالب"، ص ۱۷

ہند میں نظر آتے ہیں جو ۱۸۵۹ء میں شائع ہوئی۔^(۱))
خی سوچ اور نئے طرز کی سختی مطابق غالب اور مغلیے
اپنے عہد میں ہدف بنا گیا ابتدہ بعد ازاں اپنی اہمیت کی بدلت اس روایے کی
پاسداری ہوئی۔

لکھنے کے سفر سے واپسی پر غالب نے خی تہذیب کی آمد کا مژدہ بنایا اور تکلید کو
ٹھیکن قرار دیا۔ ڈاکٹر فرمان نے غالب کے ان نظریات اور نئی اقدار کے مطابق غالب
کے اس نقطہ نظر کو ۱۹۶۹ء میں اپنے ایک اور مقامی بنیادن " غالب، شاعر امرود و فردہ"
میں بھی بیان کیا ہے جو غالب پر ان کی چیزیں تصنیف (غالب شاعر امرود و فردہ) میں
بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب خوشاب پسند و دروغ گونیں تھے بلکہ مجبوری اور بے
بی کے سواب ایک اور عالم میں کسی کی مدح سراہی یا بے جا تعریف نہ کر سکتے تھے۔ ابتدہ
انگریزی اور عربی تہذیب کے متعلق جن چیزوں کو اپنایا، انہیں پوری طرح اپنایا۔ ڈاکٹر
فرمان کے مطابق غالب نے شاعری اور شعر دنوں میں انگریزی المذاق کے استعمال کو نہ تو
فریب جانا، نہ کوئی عیب خیال کیا اور نئی تہذیب کے زیر اثر مکتبہ شاہزادی کو یہ انس طرز کے
طویل اور غیر ضروری القاب و آداب سے بھاڑ کر اسے برادر راست مخاطبیت اور بے تکلفی
کے اوصاف بتتے ہیں۔

غالب نے اپنے خطوط میں اپنی صفت پسندی کا بڑے فخر سے اعتراف کیا۔ مولا نا
حاتی نے غالب کی اس با غیارہ دوش کو اور حجتی (Originality) کا نام دے کر اس کی
تائید کی۔ ان اثرات کے چیزیں نظر ڈاکٹر فرمان فتحوری نے عاتی اور اقبال کو ایک ہی راہ کے
مسافر قرار دیا۔

بر صغیر پاک و ہند میں انگریزوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کے ساتھ ایک نی

۱) آثار الحسناء، جلد اول، مطبوعہ اردو کا دی، دی، ۱۹۹۰ء، مرتبہ طبق اجمیع، ص ۱۲۲

تہذیب بھی اپنی آمد کا انتشار کر رہی تھی۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب ان سارے حالات سے
ابتدائی مدرسے ہی آگاہی رکھتے تھے۔ کچھ واقعات غالب نے اپنے بزرگوں کی زبانی سے اور کچھ
پا توں کو گرد و پیش کے سیاسی مل سے بھانپا تھا۔ انہی اسماں کے پیش نظر انہوں نے خی تہذیب کا اثر
اپنے معاصرین کی نسبت بہت جلد قبول کیا۔ غالب کے اس تکری اور قام میں لکھنے کے سفری اہمیت یہ
ہے کہ اس نے اس اثر کو غالب کے ذہن میں ایک پختہ کی صورت میں موجود یا۔ بھی وجہ ہے کہ اس
سفر سے واپسی پر انہوں نے اپنے اشعار اور خطوط میں ان نئی اقدار کی تائید کی اور انہیں سراہا۔

(۵)

"کیا دیوان غالب" نہ امرو، واقعی جعلی ہے، تحقیقی نویسیت کا مقالہ ہے اور
"تمہارا دوسرا تقدم اور غالب" میں پانچ بیس نمبر پر ہے۔ اس کتاب کا حصہ بننے سے پہلے یہ
مقالہ رسالہ " غالب" کراچی کے شمارہ ۸۹، ۸۹ سال ۷۷-۷۶ء میں شائع ہوا۔

اپریل ۱۹۶۹ء میں کام غالب کا ایک قلمی نہد و محتیاب ہوا، زیر نظر مقالے میں
ڈاکٹر فرمان فتحوری نے بھوپال میں اس نئے کی بازیابی سے اس کی گشادگی کی خبر لکھ کے
اہم نتائج کو بیان کیا ہے اور پھر اس نئے کے اصلی یا جعلی ہونے کے بارے میں مخفف آراء
جاگزہ دیا ہے۔

ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن نے ڈاکٹر فرمان کے اس مقالے کو سڑک آراء ممتاز تحقیقی
مقالات قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

"اس مقالے کے مشمولات سے جزوی یا کلی اختلاف یا اتفاق
ہوتا نہ ہوتا ایک الگ بحث ہے جس کا یہ محل نہیں لیکن یہ مقالہ
فرمان صاحب کی جرأت اظہار کی بہت اچھی مشال ضرور ہے
اور اس موضوع پر بلا قید مقام اور وقت جہاں اور جب بھی بحث
ہو گی، ڈاکٹر فرمان فتحوری کے اس مقالے سے صرف نظر نہیں کر
جائے گا۔"

اس نجع کو عسین کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا، اس کا وقت نظر سے مطابق کر کے مدل انداز میں واضح کیا کہ بیاض غالب کے ہم سے شائع کیا جانے والا دیوان غالب ہے "نجع امر وہہ" کہا جا رہا ہے، بخط غالب تمیں بلکہ جعلی ہے اور ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق غالبیات کے ماہرین اور محققین کو کمال احمد صدیقی کی رائے کی تائید کرنے میں اس لئے تاثل ہے کہ وہ اس سے پہلے "نجع امر وہہ" کو بخدا غالب قرار دے پچے یہیں لیکن ڈاکٹر فرمان فتحوری اس سے قلع نظر کمال احمد صدیقی کی تائید کرتے ہوئے واضح الفاظ میں "نجع امر وہہ" کو جعلی خیال کرتے ہیں۔

(۶)

" غالب کا انداز گھر اور استقبال فردا" اس کتاب کا میکھنا مقالہ ہے۔ تحدیدی نوعیت کا مقالہ ان مقالوں میں سے ایک ہے جسے ڈاکٹر فرمان کے طور پر اس کتاب میں شامل کیا گیا کیونکہ یہ مقالہ ڈاکٹر فرمان کی غالب پر پہلی تصنیف " غالب، شاعر امر وہہ و فردا" میں اسی کتاب کے ہم عنوان مقالے کے تحت شامل ہے۔ البتہ غالب پر اپنی دوسری کتاب "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" میں شامل کرتے ہوئے اس مقالے کے آخر میں ایک بیرونی اکراف کا اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مقالہ غالب کے "انداز گھر اور اسلوب غزل" کے حوالے سے انداز گھر کے عنوان کے تحت ڈاکٹر فرمان کی ایک اور تصنیف "غزل، اردو کی شعری روایت" (۱۹۹۵ء) میں بھی شامل ہے۔ البتہ زیر نظر مقالہ ان تمام تصنیفیں میں شامل ہونے سے پہلے "شاعر" بھی کے غالب نمبر ۱۹۲۹ء، اور "بھروسہ" (محنت) کراپی کے ہوں ۱۹۹۹ء کے شمارے میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

زیر نظر مقالے میں ڈاکٹر فرمان نے غالب کی اس انفرادیت کو واضح کیا ہے کہ غالب نے اردو شاعری کو عموماً اور غزل کو خصوصاً ایک نئے جگہ میں سے آشنا کیا۔ اس مقالے کا تفصیلی تجزیہ " غالب، شاعر امر وہہ و فردا" کے عنوان سے ڈاکٹر فرمان کی غالب پر پہلی کتاب میں ہو جکا ہے اس لئے اس کو درہ اندازی ضروری ہے۔

اینداہ میں "نجع امر وہہ" کو غالب کے باوجود کا لکھا ہوا اور دستیاب مخطوطات میں سب سے قدیم قرار دیا گیا اور اس کی کمزوریوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ تاہم ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق بعض اہل نظر کی توجہ ان کمزوریوں کی طرف اٹھی، ان میں نخدا اکبر آبادی شامل ہیں جن کا حوالہ اس مقالے میں دیا گیا ہے۔ اگر مولوی عبد الباری آسی الدینی کی تحقیق کردہ غزلیں ڈہن تھیں ہوں جو دیوان غالب میں شامل ہوئیں اور ان میں سے ایک اپر میل فول کے حوالے سے حکم اپر میل ۱۹۳۷ء کو ماذل باتی اسکول کے پر ہے "گوہر تعلیم" (بھوپال) میں شائع ہوئی تو یہ بات قریب قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ نجع بھی اسی نوعیت کی میں گھرست کا دوش ہو کیونکہ "نجع امر وہہ" بھی بھوپال میں دستیاب ہوا اور اپر میل ۱۹۲۹ء میں کہ پہلے بھی ڈاکٹر فرمان کے مطابق ڈاکٹر انصار اللہ نظر کے علاوہ کسی نے ان کے متعلق غور و غفر سے کام نہ لیا ابتدہ ڈاکٹر انصار اللہ نظر نے اس کے جعل ہونے کے امکانات کا بڑی وقت نظر سے جائزہ لیا ہے۔ بعض نے ڈاکٹر انصار اللہ نظر کی تائید کی اور بعض نے تردید یہ لیکن کوئی واضح صورت سامنے نہ آسکی۔ جب اس نجع کے گم ہونے کی خبر آئی تو ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق اس گشادگی نے اس نجع کے جعلی ہونے کے خیال کو تقویت دی۔

"نجع امر وہہ" کے جعلی ہونے کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان نے اپنے اس مقالے سے کمال احمد صدیقی کی کتاب "بیاض غالب تحقیقی جائزہ" کا تفصیلہ ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ۳۸۸ صفحات پر بحیطہ ہے جس میں بیاض غالب کے الف سے یہ تک ایک ایک شعر کا تحقیقی جائزہ لے کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ نجع امر وہہ بکسر جعلی ہے اور کسی ماہر جعل ساز کی مشق و محنت کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے کمال احمد صدیقی کی کتاب کی چند خاص باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کمزوریوں کو تقابلی اعتبار جانتے ہوئے مختلف نکات کی صورت میں تفصیل بیان کیا ہے، جن کے پیش نظر کمال احمد صدیقی نے "نجع امر وہہ" کو جعلی قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری، کمال احمد صدیقی کی رائے کی تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت جب

(۷)

زیر نظر تصنیف کا ساتواں مقالہ " غالب کا اسلوب طفرہ نظرافت" کے عنوان سے
ہے۔ یہ مقالہ سب سے پہلے "نگار" کے غالب نمبر جنوری و فردا (۱۹۴۷ء) کے مقالے کے
اسلوب ختن کا ایک پہلو ہے عنوان سے شائع ہوا اور اس کے بعد اسی عنوان کے تحت غالب
پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی پہلی تصنیف " غالب، شاعر امروز و فردا" میں چھپا۔ البتہ غالب پر
ڈاکٹر فرمان کی دوسری تصنیف "تمنا کا دوسرا قدم دور غالب" میں اسے قد کر کے طور پر
شامل کرنے کے لئے اس کا کچھ ابتدائی حصہ اور درمیان سے بھی کہیں کہیں اشعار اور تحقیقی
رائے کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر فرمان کی ایک
اور تصنیف "غزل، اردو کی شعری روایت" میں " غالب کے انداز غلر اور اسلوب
غزل" کے تحت شامل ہوا۔ یہ مقالہ تحقیقی نویسی کا حامل ہے۔

یہ مقالہ تحقیقی نویسی کا حامل ہے جس میں غالب کے کلام کے ایک اہم
پہلو "ظر" کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کے طریقہ اسلوب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس
میں بر جملکی کے ساتھ مفہومی تہہ داری بھی ملتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ غالب اپنے
ماہول و شخصیت میں مطابقت پیدا کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے اور اپنے اشمور یا ذات سے
آگاہ تھے۔

زیر نظر مقالے پر تفصیلی بحث " غالب، شاعر امروز و فردا" کے مقالے
عنوان " غالب کے اسلوب ختن کا ایک اہم پہلو" کے تحت ہو چکی ہے۔

(۸)

"کلام غالب میں استفہام" زیر مطالعہ کتاب کا آنہوں باب اور آخری مقالہ
ہے۔ قسط دوسری کے کچھ مرافق سے گزرنے کے باوجود اس کا زیادہ تر حصہ ڈاکٹر فرمان
فتحی ری کے غالب پر سب سے پہلے مضمون عنوان " غالب کے کلام میں استفہام" پر مشتمل
ہے جو سب سے پہلے "نگار" میں ۱۹۵۶ء میں اس کے بعد "نگار" کے غالب نمبر

جنوری، جنوری ۱۹۴۹ء میں "نگار" کے فرودی ۱۹۸۸ء کے شمارے
میں " غالب، شاعر امروز و فردا" (۱۹۴۷ء) کے آنہوں مقالے کی صورت میں "سر
ماعی" ادیب، علی گڑھ، جنوری تا جون ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوا اور سب سے
اہم بات یہ کہ "تحقیق غالب" کے سال (مرتبہ فاض محدود) میں اسے غالب پر اور بھی
مضمون خیال کرتے ہوئے ۱۹۶۹ء میں اس کتاب کا حصہ بنایا گیا۔ "تمنا کا دوسرا قدم اور
 غالب" میں شائع ہونے کے ساتھ یہ مضمون اپنی اہمیت اور موضوع کی انفرادیت کے پیش
نظر ۱۹۹۵ء یہ میں ڈاکٹر فتحی ری کی ایک اور تصنیف بعنوان "غزل، اردو کی شعری
روایت" میں " غالب کا انداز غلر اور اسلوب غزل" کے حوالے سے "استفہامی ب" و
"لہجہ" کے تحت شائع ہوا۔ یہ مقالہ تحقیقی نویسی کا حامل ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے غالب کے استفہامی ب" و "لہجہ" پر پہلے مضمون اور زیر
مطالعہ کتاب میں شامل مضمون میں کچھ اختلافات ہیں کہ اس مضمون کے ابتدائی حصے کو حذف
کر دیا گیا ہے۔ درمیان میں کہیں کہیں الفاظ کے رو وبدل سے جملوں میں اختصار پیدا کیا گیا
ہے جب کہ اختمام میں اضافے کے طور پر غالب کی بارہ (۱۲) استفہامی غزلوں کے مطلع اغفل
کئے گئے ہیں۔ یہ غزلیں مطلع نامطلع استفہامی ہیں۔ ان غزلوں کے پوش نظر ڈاکٹر فرمان
کے اسلوب غزل کی انفرادیت کو بڑی حد تک ان کے استفہامی ب" و "لہجہ" کا مرہون منت
قرار دیتے ہیں۔ اس مضمون کا بنیادی ماذہ ڈاکٹر فرمان کا وہی مضمون ہے جو "نگار" میں
۱۹۵۲ء میں چھپا اور اس کا تفصیلی تحریر " غالب، شاعر امروز و فردا" کے تحت ہو چکا ہے
اس نے اس کا بیہاں دہرانا مناسب ہے۔



"تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کے آخر میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "آخر
حیدیہ سے چند اشعار" کے عنوان سے ۲۹ اشعار کو درج کیا ہے۔
لیکن حیدیہ کلام غالب کے ابتدائی متن پر مشتمل ہے۔ یہ قلمی نسخہ کتب خانہ بھوپال
سے دستیاب ہوا ہے اور اس کی تحریر ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی تعلیمات ریاست بھوپال نے عبد الرحمن

بجنوری کے مقدسے کے ساتھ ۱۹۲۱ء میں بھوپال سے شائع ہیا۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ

"یہ تدقیق ترین اردو دیوان ہے جسے خواجہ ناب نے ابتداء روایت و امرتیب کیا تھا۔ بعد کو اس میں ترجم، تصحیح اور اضافے سے کام لے کر صرف منتخب کلام کو اردو دیوان کے نام سے شائع کیا۔"^(۱)

اس نسبتی اشاعت پر اعتراض بھی ہوئے تھے یعنی ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق نحو حیدری کی اشاعت سے ان کے رجب شعری پر کوئی حرفاں جیس آیا بلکہ اس کے ذریعہ ان کی مقبولیت و شہرت کے امکانات پچھا اور بڑھ گئے ہیں۔ بلکہ "نحو حیدری" کی اشاعت کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی مدد سے ناب کے فخر و فن دونوں کی ارتقا میں مزروعون کو سمجھنے سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

چنانچہ دیوان ناب "نحو حیدری" کی اسی اہمیت کے قابل نظر ڈاکٹر فرمان نے اپنی اس تصنیف کے آخر میں اس نسبت سے چند اشعار کو نقل کیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری کا ناب سے متعلق تازہ علمی کارنامہ

شرح دیوان ناب اردو

ناب پر دو مستقل مجموعہ ہائے مذاہیں سے قطع نظر
ڈاکٹر فرمان فتحوری کی ناب شاعری کا ایک تازہ
ثبوت، کتابی جنم کی ان کی "شرح دیوان ناب"
اردو" ہے جو ابھی زرعِ علم سے آراستہ جیسی ہوئی۔

سیدہ افسح وحید

۱۔ "ناب"، "نحو حیدری" کی روشنی میں، "مضمون نثار" ڈاکٹر فرمان فتحوری۔ مشمول "ماہ نو"، جنوری فروری ۱۹۲۹ء (ناب نمبر)

ساتواں باب

شرح دیوان غالب:

غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کی اولین کتابی کاؤش " غالب، شاعر امروز و فردا" کے عنوان سے ۱۹۷۵ء میں کتابی صورت میں آئی اور اس کے پیوس برス بعد ۱۹۹۵ء میں "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" کے عنوان سے ڈاکٹر فرمان فتحوری نے باہدگر غالب سے اپنی دایکلی کا ہوت فراہم کیا۔ غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کے کام کا بڑا حصہ ان دونوں تصانیف میں شامل ہے۔ اس کے باوجود کچھ مقالات، تبصرے اور اداری ایسے بھی لٹے ہیں جو ان تصانیف میں شامل تو نہیں لیکن ڈاکٹر فرمان فتحوری اور غالب کے تعلق ہی اہمیت اور توجیہ کو ابھار کرتے ہیں اور غالب شاعری کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مقام درجہ کا قسم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں بعض مقالات اور ادبی کتابیات اگرچہ " غالب، شاعر امروز و فردا" سے بھی پہلے کی ہیں اور باقی بھی قریب قریب "تمنا کا دوسرا قدم اور غالب" سے پہلے قلم بند کی ہیں لیکن ان تصانیف کا حصہ نہیں ہیں لیکن اس کی وجہ ان میں ادبی پاٹنی کا خدا نہیں بلکہ ان کے مطالعے سے بطور غالب شاعر ڈاکٹر فرمان فتحوری کے فکر و فتن کے لئے زاویوں اور ارتقاء کی انوکھی مزماں کی شادی بخوبی کی جاسکتی ہے کونکیدر مقالات، تبصرے اور اداری بجاۓ خود ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری کی غالب پر دو مستقل تصانیف، غیر مرتب ادبی مقالات، تبصرے اور دیگر کتابیات سے قطع نظر حال ہی میں ان کی غالب شاعری کا ایک ہازہ ٹھوٹ کتابی جنم کی ان کی شرح دیوان غالب بے جواہی زیر طبع سے آ راست نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کی غالب شاعری کے حوالے سے ان کے اس نے اور اہم علمی کام کا ذکر ہائز ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری جب ۱۹۷۶ء کو لاہور تشریف لائے تو غالب سے ڈاکٹر فرمان فتحوری جب ۱۹۹۶ء کو لاہور تشریف لائے تو غالب سے

مخلق ان کے کتابی جنم کے ایک بیت کام کا انکشاف ہوا جو شرح دیوان غالب، کی صورت میں عتریہ بمنظراً عام پر آ کر غالب شاعر کو دعوت گلوہ نظر پہنچا کرے گی۔

شرح " دیوان غالب" کے مخلق ڈاکٹر فرمان فتحوری نے جن خیالات کا انکھار کیا، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

* شرح کی غرض و نایابی اور وہ حالات جن میں یہ لکھی گئی، اس سے متعلق انکھار خیال کر جو ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحوری کہتے ہیں:

" مجھے غالب کو کچھ کا خون شروع سے ہی ہے، اسی وجہ سے شرح لکھنے کا ارادہ تو پہلے ہی محدود بار کیا تھاں دیوان غالب کی کمی شرمی پہلے بھی لکھی جا پہلی ہیں مگر شاعر میں نے اسے بے حد پیچیدہ، شاعر نہاد یا ہے حالانکہ غالب اتنا مشکل، چیزیں اور ابھا ہوا تھیں چنانچہ ان حالات میں اس لئے بھی شرح کا خیال چھوڑ دیا کہ میں بھی دیگر شاعر میں کی طرح کہیں غالب کو الجھانہ دوں۔

ہمہ کیف جب میں اپنے بیٹے کے پاس امر لکھ گیا جو بخوبی ایک کی ریاست ٹلوڑائیز میں تھم تھا تو وہاں میرے پاس دیوان غالب کے علاوہ کوئی کتاب نہ تھی میں اسے قرآن شریف کے (جس کی تلاوۃ عبادت کے ساتھ بھری ایک عادت ہے) اور وہاں بیٹے کے پاس بھی ارادہ کی کوئی کتاب نہ تھی۔ کچھ دن تو اخبارات کا مطالعہ اور وہ تھی مضاہیں کہنے میں گزرے ہیں ایک پڑھنے لکھنے والے شخص کو ان حالات میں کہاں بھیں آتا ہے چنانچہ اس تمام پس منظر میں بھر میں نے " دیوان غالب" کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا کہ وقت بھی کہ کا اور کام بھی ہو جائے گا۔"

* ڈاکٹر فرمان فتحوری اپنی شرح کی اقتزادیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

" کسی بھی تحریر کو قلم بند کرنے کے لئے اس دفعہ سوچنا اور پڑھانا پڑتا ہے اور پھر اسے الخاڑ کا لبادہ پہنانا ممکن ہوتا ہے لیکن اس شرح کی تحقیق کے وقت میں تباہ تھا اور " دیوان غالب" کے سوا کوئی اور کتاب بھی میرے پاس نہ تھی لیکن جب میں نے لکھا

”شعر میں لفظ اس طرح مشکل ہوتے ہیں جیسے رمایت لفظی ہوتی ہے، جیسے
 غالب کا یہ شعر:

شُور پند نَجَحَ نَتَ، زَوْمَ پِرْ تَنَكْ چَبَرَا
آپ سے کوئی پُوچھئے، تم نے کیا مرا پایا
یہاں تَنَكْ چَبَرَا کے کا جواز کہاں آیا؟ جہاں تَنَكْ غالب کا تعلق ہے تو وہ بُلَا جواز
ایک لفظ بھی شعر میں شامل نہیں کرتے۔ سیرے خیال میں سور کا لفظ استعمال کر کے غالب نے
اس سے تَنَكْ چَبَرَا کے کا جواز بیجا کیا ہے اور جو شارح پر نہیں لکھتا، میں اسے ضمیں مانتا۔“
★ شارح میں کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحی ری کہتے ہیں کہ
”شارح میں کے لئے قاری اور اردو کلام کی شرح کرنے کے لئے قاری زبان
سے آشنا ہونا ضروری ہے اور اس کے تعلق ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن نے کہا کہ
”فرمان صاحب کی قاری اتنی اچھی ہے بھتی اردو، اور اردو
اتنی اچھی ہے بھتی قاری۔“

(مقالہ نگار سے مکالہ: ۱۸۔ اپریل ۱۹۹۶)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری اپنی شرح کے تعلق لکھتے ہیں کہ:
”یہ ایک خدا ساز بات ہوئی۔“

لیکن ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن ان کی قابلیت کو سراجت ہوئے کہتے ہیں کہ:
”فرمان بھائی کے پاس حاضر اور نہ علم بہت ہے۔“

(مقالہ نگار سے مکالہ: ۱۸۔ اپریل ۱۹۹۶)

★ ڈاکٹر فرمان فتحی ری تحقیق و تقدیم کی وضاحت اور شرح دیوان غالب
کے حوالے سے اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:
”تحقیق اور تقدیم میں فرق ہے۔ تحقیق کے لئے معلوم ہونا ضروری ہے اور پھر اسے
پڑھنے کا عمل تقدیم کہلاتا ہے۔ ملاودہ اذیں تحقیق و اتفاقات کو جمع کرتی ہے۔ ایک تحقیق امر
و ایج کا تقصین کرتی ہے اور دوسرا اعلان ہے کہ آیا یہ تمام ہاتھیں شاعری کی تفصیم میں کس حد

شروع کیا تو ابتداء کی دو تین نغمے لوں تک تو، بھن ری پھر طبیعت نہ صرف اس کام میں لگ گئی
بلکہ دو (۲) ماہ پہنچ (۵) دن میں پورے دیوان کی شرح لکھ ڈالی۔ مکمل شرح دیوان
 غالب جو ہاتھ سے کاغذ پر لکھے ہوئے ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اسے میں اپنے ساتھ
پاکستان لے آیا۔ یہ تمام شرح ایک ہی دفعہ کی تکمیل ہوئی ہے کیونکہ یہ میری عادت ہے کہ اپنی
لکھی ہوئی تحریر دوبارہ نہیں پڑھتا، کتاب تو دور کی بات ہے۔ بہر حال کاتب گئے
دوبارہ لکھوا کر پھر مقدمے کے ساتھ شائع کر داؤں گا۔“

★ ڈاکٹر فرمان فتحی ری سے جب اتنی شرحوں کی موجودگی میں شرح دیوان
 غالب لکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جن نکات کو پیش کیا، وہ درج ذیل ہیں:
اول: ان شرحوں کی طرف سے میری بے اطمینانی ہے کہ شارح میں ”دیوان
 غالب“ کی شرح کرتے ہوئے الغابا کی تہبیح جیسی بیانات
شارح میں نہ شرح لکھتے ہوئے آسان اشخار کو چیزیں بنا کر غالب کو ایک مشکل
اور لمحے ہوئے شاعری صورت میں پیش کیا۔

سوم: غیر اہم بات کا تکھڑ بنا دیا اور جہاں مختصر نہ کرو کر تھا، وہاں سے جا لحوالت
سے کام لیا گیا اور جہاں وضاحت کی ضرورت تھی، وہاں بات کو ایک ہی سطر
میں عنشاد یا گیا۔

چہارم: ہر دو رکی زبان مختلف ہوئی ہے لیکن زبان ہر دو میں بدلت جاتی ہے جیسے
یوسف سلیم پڑھتی کی ”شرح دیوان غالب“ میں جزویان استعمال ہوئی، اس
سے آج کا غالب علم اچھی طرح لفظ اندوز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اس کے بعد
کی زبان نہیں۔ لہذا میں نے یہ سوچا کہ میں جس عہد (age) میں رہتا
ہوں، اس کی زبان میں ”دیوان غالب“ کی شرح لکھوں تاکہ آسان اور
موثر امداد سے ابتداء میں ہو سکے۔

★ غالب کے اشعار کی انزادیت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحی ری
کہتے ہیں کہ:

نکد کرتی ہیں چنانچہ حقیق و تقدیم کو دعاوی میں تضمیم کر سکتے ہیں:

اول: اخلاقیاتی

دوم: اضافی یا معلوماتی

علام رسول مہر کی کتاب " غالب "، محض اطلاع یا معلومات فراہم کرتی ہے جبکہ شیخ محمد اکرم ام کی کتاب " غالب نامہ "، حقیقی حیثیت رکھتی ہے اور محض معلومات فراہم نہیں کرتی بلکہ امر واقع کا تضمین کر کے قاری کی تجیدی رگ کو بھی پھر پھر لاتی ہے، اس لئے ان کی کتاب زیادہ پڑھی جائی۔

تجید میں یہ نکتہ اہم ہے کہ نقد جو ادب پر کام کردہ ہے، وہ محض معلومات فراہم کر رہا ہے یا ادب کی تضمیم کے لئے محاوں و مددگار بھی ثابت ہو رہا ہے، اسی بناء پر حقیق و تقدیم سے مسلک رہنا چاہیے اور کوئی تقدیم کا رد نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حقیق سے مسلک نہ ہو۔ اب حقیق و تقدیم کے ان تو اعداد ضوابط کو مد نظر رکھ کر ہی یہ قابل کیا جاسکتا ہے کہ غالب کو سچے میں کوئی کتاب مدد و نفع ہے یا محض ہیئت کی زیست ہے۔ اچھی تجید کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اسلوب اڑپنے بڑی کی صفت رکھے اور قاری کی وچھی میں اضافہ کرے۔

حقیق و تقدیم سے متعلق ڈاکٹر فرمان فتح ری کے ان خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل قریب میں مظہر عام پر آنے والی ڈاکٹر فرمان فتح ری کی کتاب "شرح دیوان غالب" ان تمام اوصاف کی حامل ہو گی۔

ڈاکٹر فرمان فتح ری خود اپنی شرح پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "دوسری شرحوں کے مقابلے میں اچھا کام ہے۔ آج کے طالب علموں کے لئے کچھ باتیں اس میں ضرور ایسی ہوں گی جو ان کے لئے فائدہ مند ہوں۔"

(ڈاکٹر فرمان فتح ری سے انٹرو موری ۱۸۔ اپریل ۱۹۹۶ء)

آٹھواں باب

بسیاری کے غائب ڈاکٹر فرمان کے غیر مرتب مقالات

فرمان صاحب کا مضمون پڑھنے کے بعد قاری کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتا۔ ان کے مفہامیں کی اپنی ایک زندگی اور چلت پھرت ہوتی ہے۔ ان کے مفہامیں ہانپئے نہیں تیز رفتار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی علمت کا مظاہرہ نہیں کرتے، سیدھی سادی دلیلیں دیں اور مضمون ختم!

سجادہ باقر رضوی

بحیثیت فتح، بحکم اور غالب شناس ڈاکٹر فرمان فتح ری کے قلم کی
قلدر بہت دستی ہے۔

ڈاکٹر سعید اختر

فرمان صاحب غالب کو بہت مانتے ہیں، مگر اس سلسلے میں غالب کے اس مصريع کی محتویت کو منوئے پر اصرار نہیں کرتے کہ ع وہ زخم تھے جس کو کو دکھا کیئے
وہ نشر کی آب داری کو ترجیح دیتے ہیں۔

رشید صن خاں

غالب کے فکر و فن اور ان کی ذات و خدمات کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری
کے مقالات کے دو جھوٹے چھپے ہیں۔ پہلا ۱۹۷۰ء میں اور دوسرا ۱۹۹۵ء
میں۔۔۔ لیکن غالب کے بارے میں فرمان صاحب کے کچھ مقالات ایسے بھی ہیں جو غالب
کے متعلق ان کے مجموعہ ہائے مطامیں میں شامل نہیں ہوئے۔ اس باب میں اسی چند غیر
مرتب اور مختصر تحریروں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱)

"غالب،۔۔۔ تو دریافت بیاض کی روشنی میں" کے زیر عنوان ڈاکٹر فرمان
فتحوری کا نیم تقدیدی و نیم تحقیقی نویسٹ کا حامل مقالہ ۱۹۷۱ء میں "نقوش" (۱۱ ہجر) کے
غالب نمبر ۳، ٹھرہ ۱۱۶ میں شائع ہوا۔ اس کے بعد مذکورہ مقالہ ڈاکٹر فرمان فتحوری کی
تصفیف "نیا اور پرانا ادب" جو ۱۹۷۳ء میں کراچی میں شائع ہوئی، کی زمینت ہے۔

زیر نظر مقالے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے "غالب صدی" کے سلسلے کی ایک نئی
دریافت "دیوان غالب بخاطر غالب" کے خواص سے غالب کی انفرادیت کو اجاگر کیا
ہے۔ یہ دریافت مجملہ میر نقوش کی مناسی سے مظہر عام پر آئی اور اسے کئی تاریخی مثلاً
مرثی زادہ، تند بھوپال بخاطر غالب، تند امر و بهم، "غالب کی تو دریافت بیاض" اور "تو
لہور" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق اس پر درجنوں تحقیقی
مقالات لکھے گئے اور لکھنے جا رہے ہیں جو ان متعدد مقالات کے بساط پر جو اہانت فراہم
کرتے ہیں جو غالب کی "تو دریافت بیاض" کے مطابق کے وقت قاری کے ذمہ میں اپنے
سکتے ہیں۔ البتہ بیاض کا تقدیدی نقطہ نظر سے کوئی قابل ذکر جائزہ نہیں لیا گیا اور یہ باور
نہیں کرایا گی کہ اس کی اصل اہمیت کن و جو باتیں کی بدولت ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری اس مقالے میں "بیاض" کی اہمیت صرف غالب کے باخ

کا ایک قدیم مخطوط ہونے تک مدد و نجیس کرتے ہو گئے غالب کے مرتبہ شعری اور ادعاات
فن کے ثبوت میں نئی دلیلوں اور تاویزوں کا موجب قرار دیتے ہیں۔ اس سے نہ صرف
غالب کے ارتقاءے غلرو فن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ غالب کے بہت سے بے دلیل دعویوں
کی تصدیق ہوتی ہے۔ شامل کے طور پر غالب کا یہ دعویٰ کہ ان کی غزل عموماً بارہ (۱۲) بیت
سے زیادہ اور تو (۹) شعر سے کم نہیں ہوتی اور یہ کہ ان کی غزلیں کسی استاد کی زمین کی
بجائے طبع راز و زی gio میں ہیں۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب کا یہ دعویٰ ان کی قوت تقدید
اور جو لانی طبع کا پڑتا ہے۔

مذکورہ بیاض کی اہمیت اس خواص سے بھی بیان کی گئی ہے کہ اس کے پوش نظر غالب
کے صاحب دیوان ہونے کی عمر پورے چھ سال کم ہو گئی کیونکہ نوٹھ جید یہ (۱۸۲۱ء) کے
مطابق غالب نے اپنا دیوان بھیس (۲۵) بر س کی عمر میں مرتب کیا تھا جبکہ اس بیاض کی
روشنی میں اسی وقت غالب کی عمر انہیں (۱۹) سال سے زیادہ نہ تھی۔ ڈاکٹر فرمان نے چند
اشعار کی معنوی تہہ داری کو بیان کرتے ہوئے غالب کی عظمت کو اس بیاض کی روشنی میں
دوبارا کیا ہے۔ نوٹھ جید یہ کے پوش نظر یہ اشعار بھیس (۲۵) بر س کی عمر کی معنی عین کا نتیجہ تھے
لیکن اس بیاض کے مطابق انہیں (۱۹) بر س کی عمر کا حاصل ہیں۔ مذکورہ اشعار کی اہمیت کو
ڈاکٹر فرمان فتحوری اس طرح بیان کرتے ہیں:

"یہ اشعار ہر چند کر انہیں سال یا اس سے بھی کم عمری کی تحلیق
ہیں لیکن بجا غلام اتنے بلند پایا ہیں کہ اگر غالب ان کے سوا اور
چکونہ کہنے تو بھی ان کے موجودہ مرتبہ شاعری میں فرق نہ
آتا۔ وجہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا اشعار میں سے متعدد اپنے ہیں
جن کا حوالہ دیتے بغیر غالب کی عظمتے شاعر ان کا ذکر آج بھی
مکمل نہیں کیا جا سکتا۔" (۱)

مثال کے طور پر غالب کا یہ شعر ۔

کھلتا کسی پر کیوں میرے دل کا معامل
شعروں کے انتخاب نے رسول کیا مجھے

ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق "یاپش" کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ یہ حالی کی
بیان کردہ اس روایت کو کہ میر قنی میر نے غالب کے اشعار سن کر ان کی طباعی پر جھرت
کا انکھار کیا تھا، مستند قرار دیتی ہے۔ اس روایت کو حالی (۱)، مالک رام (۲)، امیر علی
عرشی (۳) اور خود غالب (۴) کے بعض پیاتاں و اقوال کے باوجود بھی بعض تاقدین کی
طرف سے ڈاکٹر انتخاب اور یا جاری تھا۔ لیکن ڈاکٹر فرمان لکھتے ہیں:

"نور یافت یاپش کی موجودگی میں میر کی بابت حالی کی یاں
گردہ روایت کو باور کرنے میں ہم کی سمجھائش نہیں
راہتی۔" (۵)

جو شخص افس (۱۹) برس کی عمر میں ایسا قابل قدر یوں ان مرجب کر سکتا ہے، وہ اگر
بادہ (۱۲)، یہ (۱۳) برس کی عمر میں قابل توجہ اشعار کا موجود قرار پاتا ہے تو یہ میں قرین
قیاس ہے کہ ڈاکٹر فرمان نے زیر نظر مقامے میں غالب کے تو (۶) اشعار کا حوالہ دیا ہے جو
بعض تذکروں اور شہادتوں کی موجودگی میں افس (۱۹) برس کی عمر سے پہلے معرض وجود

۱۔ یادگار غالب، ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ عالیہ، لاہور

۲۔ ذکر غالب، ص ۶۰

۳۔ دیباچہ لئن عرشی، ص ۱۳

۴۔ خط بنا مبلک رامی مشمول "خطوط غالب" مرتپ غلام رسول میر، مطبوعہ شیخ غلام علی ایڈر
سنر، ص ۳۶۰

۵۔ " غالب" نور یافت یاپش کی روشنی میں "مشمول" نقش، غالب نمبر ۳، ۵۔

۶۔ ۱۸۷۱ء، ص ۲۷۲

میں آئے۔ مثال کے طور پر غالب کا یہ شعر

اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر جڑے
رکھتے ہیں مشت میں یہ اثر ہم بجھے بیٹے

ڈاکٹر فرمان کے خیال میں "یاپش" کی اہمیت اور انفرادیت کا ایک اہم پہلو یہ ہے
کہ اس کے ذریعے غالب کا بہت سا ایسا کلام سائنس آیا جس کا واحد آخذ یہ یاپش ہے، اس
میں پچھوں (۲۵) غزلیں، چودہ (۱۲) رباعیاں اور متعدد منفرد اشعار شامل ہیں۔ ڈاکٹر فرمان
نے زیر مطابعہ مقامے میں غالب کے مذکورہ کلام کے حوالے سے تجسس (۲۳) اشعار کا حوالہ
دیا ہے کہ ہونہ صرف غالب کے ٹلفون کے بعض پہلوؤں کی تضمیں میں مددگار ہیں بلکہ غالب کے
فون شاہری کے عروج بحکم کے سفر میں سُنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان نے اس "نور یافت یاپش" کی پہ یہ ایک اور اہمیت کو متعین کرتے
ہوئے اس کے وجود پر متوجہ الزام کا بھی دلائل سے جواب دے کر اس یاپش کو تجھیدی نقطہ
نظر سے غالب کے کمال فون کو بھتے کے ملے ہی اہم دستاویز قرار دیا ہے۔ اگر غالب کے نقطہ
نظر سے ان اشعار کو ناقابل اشاعت اور ناقابل انتخاب سمجھا جائے تو غالب کی شاعرانہ
عقلت کی بہت سی ناقابلی تردید شہادتیں کوشش کنائی میں پہلی جائیں گی۔ اس لحاظ سے وہ
تاقدین جو غالب کے نقطہ نظر سے حذف شدہ کلام کی اشاعت پر مفترض ہیں، ان کی تشفی
و تسلی کے لئے ڈاکٹر فرمان غالب کے خیال کی وضاحت کرتے ہوئے یہ دلیل دیجئے ہیں کہ

"ایک شاعر پوچھ کے اولاد معمونی ہونے کی حیثیت سے اپنے اشعار
سے جذب آتی لگا رہتا ہے، اس لئے اس کے لئے اپنے کلام کا
انتخاب کرنا آسان نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن شعراء نے اپنے
کلام کا انتخاب کیا ہے، عام طور پر خود کو رسولوی کیا ہے۔" (۱)

۱۔ " غالب" نور یافت یاپش کی روشنی میں "مشمول" نقش، غالب نمبر ۳، ۵۔
۲۔ ۱۸۷۱ء، ص ۲۷۲

اس مضمون میں وہ غالب کے علاوہ بیرققی میر، بیر حسن، قائم، صحقی اور شفقت کا حوالہ دیجئے ہوئے شاعر کے مقام کا تحسین کرنے کے لئے اس کے کلام کے کلام سے کوچیں نظر رکھنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں جیسے شاعر نے اپنے انتساب سے حذف کر دیا ہے اور اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان کے مطابق "لودر یاافت بیاض غالب" بیگھر اعلیٰ توجہ ہے۔
کمال احمد صدیقی، ڈاکٹر فرمان فتحوری کے بیاض غالب کے تحقیقی جائزہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اُسے پڑھ کر احساس ہوا کہ تبصرہ نگار غالب پر اور بھی یکہو اس موضوع سے تحقیق لکھا گیا ہے، پوری طرح واقعہ ہے۔" (۱)

(۲)

"نشہبائے رنگ رنگ" کے زیر عنوان ڈاکٹر فرمان فتحوری کا تقدیدی نویخت کا حامل مقالہ "نگار" اور "ہماری زبان" کے مارچ ۱۹۶۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ زیر مطالعہ مقالہ دراصل شاہ حسین عطا کے اس مقالے کا تقدیدی جواب ہے جو اس مونوان کے تحت "کتابی دنیا" کے اگست ۱۹۶۶ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اپنے مقالے میں شاہ حسین عطا نے غالب کے اس فارسی شعر

فارسی میں تاپ بینی نشہبائے رنگ رنگ
بگذر از جھوٹ اردو کے رنگ رنگ

کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی شرح اور تفہیم کے مضمون میں علماء ادباء کی شعر منی پر تجزیہ کیا گیا کہ ان کے نزدیک اس شعر کا مفہوم ہرگز یہ نہیں کہ غالب نے اپنے فارسی کلام کو اردو پر ترجیح دی ہے۔
ڈاکٹر فرمان نے زیر نظر مقالے میں شاہ حسین عطا کی اس رائے کی تردید کی ہے اور نہ صرف مذکورہ شعر سے پہلے اور بعد کے اشعار، مختلف اغاثات اور غالب کے خلوط کے

۱۔ "نشہبائے رنگ رنگ"، مشمول "نگار" مارچ ۱۹۶۷ء، ص ۵۵
ڈاکٹر فرمان فتحوری (حیات و خدمات)، تحریب و تدوین، امراء الظارق، جلد سوم، ص ۴۲۱

۲۔ "نشہبائے رنگ رنگ"، مشمول "نگار" مارچ ۱۹۶۷ء، ص ۵۶

حوالوں سے اپنے مطلع نظر کو واضح کیا ہے بلکہ اس شعر کی باریک بینی سے وفاہت کرتے ہوئے اس بات کا تحسین کیا ہے کہ

"اردو اور فارسی کلام کا موازنہ کرنے اور فارسی کے متعلق" بین، اور اردو کے متعلق "بینڈ" کا حکم لگانے کا منطقی نتیجہ کیا اس کے علاوہ کچھ اور ہو سکتا ہے کہ غالب اپنے اردو کلام کو فارسی کلام سے گھنیا خیال کرتے تھے۔ (۱)

غالب کا اپنے اردو خلوط کے متعلق یہ دعویٰ کہ انہوں نے مراسلے کو مکالمہ یا دیا، بہت بعد کا ہے۔ ابتدأ تو وہ اپنے خلوط کی اشاعت کے بھی خلاف تھے اور ان کی شہرت کو اپنی سخنوری کے منافی قرار دیتے تھے لہذا ڈاکٹر فرمان فتحوری نے شاہ حسین عطا کے اس نقطہ نظر کو کہ غالب نے خلوط کے مضمون میں اردو کو فارسی پر ترجیح دی ہے، بعد از تیس قرار دیا ہے اور اس مقصد کے پیش نظر شاہ حسین عطا نے جس خط کا حوالہ بینی کیا تھا، وہ بھی ڈاکٹر فرمان کے پیش نظر مخالف آیز ہے۔ چنانچہ شاہ حسین عطا یہی اہل نظر کی اس رائے پر انہمار ترجیب کیا ہے کہ انہوں نے خدا کے

"سیاق و سبق کو محذوف کر کے اپنے کام کی سطریں اس خط سے نکل کر دی ہیں۔" (۲)

ڈاکٹر فرمان نے یہ بات واضح کی ہے کہ غالب نے اپنی فارسی دانی یا فارسی لکھم و شعر کو اردو لکھم و شعر پر بمحض ترجیح دی ہے اور اس حوالے سے شاہ حسین عطا کی آراء قابل اعتبار نہیں۔

(۳)

”ربائی کا ایک اہم دور“ (غالب و انس کا زمانہ) کے عنوان کے تحت ڈاکٹر فرمان فتح ری کا مقالہ ان کی تصنیف ”اردو ربائی“ (۱۹۶۲ء) میں شائع ہوا۔ یہ مقالہ تحقیقی نوعیت کا حامل ہے جس میں ڈاکٹر فرمان نے غالب و انس کے عہد میں ربائی کی قدرویت کا جائزہ لیا ہے جو عہد ربائی کے لئے بہت مفید تھا جس نے ربائی کو اردو شعر و غنی میں ایک بلند مقام عطا کیا۔

زیر نظر مقالے میں ڈاکٹر فرمان فتح ری نے دہلی میں غالب، ذوق، مومان، ظفر اور لکھنؤ میں انس اور دہلی کے کام کے حوالے سے ربائی کی نوعیت اور ربایعات کے کہنے میں ان کے مقام کو تحسین کیا ہے۔ غالب کی ربایعات کا تذکرہ اور ان الخاط میں کرتے ہیں:

” غالب کے بیہاں تو صرف پڑودہ پندرہ
ربایعات ہوں گی۔ دو چار حصہ دفت میں، ایک دو اہل بیت کی
دھن میں، چند پادشاہ کی تعریف میں۔ صرف تین چار ربایعات
عقلیہ میں، وہ بھی بھکل اور بے مزہ۔ یہی نہیں بلکہ ایک جگہ
انہوں نے ربائی کے وزن میں دھوکہ بھی کھایا ہے۔۔۔ غرض
کے شاعری کی وہ بلند سطح جو غالب کی غزوتوں میں ملتی
ہے، ربایعوں میں نظر نہیں آتی۔“ (۱)

اس حوالے سے غالب کی دوربایعوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ غالب کے عہد کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان ذوق کی ربایعوں کو غالب اور ظفر دنوں سے بہتر قرار دیجے ہیں اور مومان کی ربایعوں کے حوالہ کو بیان کرتے ہوئے وہ اس حوالے سے مومان کو غالب اور ذوق پر فوقیت دیتے ہیں۔ اسی طرح لکھنؤ میں انس اور دہلی کے کام میں ربایعات کے معیار کو بیان کیا ہے اور مٹاٹوں سے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔

زیر نظر مقالے میں ڈاکٹر فرمان فتح ری کا مطیع نظریہ واضح کرنا ہے کہ غالب و مومان اور انس و دہلی کا عہد ربائی کے لئے بڑا اسود مند ثابت ہوا کیونکہ:
” بھولی شعرا، کی بدوات مخفی مظاہر میں تنوں اور رازی کی پیدا
ہوئی۔ لکھنؤی شعرا، کے ہاتھوں اغدادی اور مصلحت طرزیوں سے
ربائی روشناس ہوئی۔“ (۱)
ڈاکٹر فرمان فتح ری کے مخابق ان ادوار میں ربائی کی پڑ رائی اس طور ہوئی کہ
وہ دوسرے اسٹاف شمر کے ہم مرتبہ ہو گئی۔ ڈاکٹر فرمان فتح ری کی مذکورہ تصنیف پر تبصرہ
کرتے ہوئے تو زین فردوس لکھتی ہیں:
” فرمان صاحب کی اس کتاب میں تنقید کیا جو حقیقی بھی ملتی ہے
اور غالب کے کام اور زندگی کے بعض خصائص کا انکشاف بھی
کرتی ہے۔“ (۲)

(۲)

ڈاکٹر فرمان فتح ری کا ایک مقالہ ”پروفسر حمید احمد خان اور ممتاز غالب“ کے عنوان سے ”انکار“ کے حمید احمد خان الجیلیش میں شائع ہوا۔ تحقیقی نوعیت کے اس مقالے میں ڈاکٹر فرمان فتح ری نے حمید احمد خان کی غالب شاعری کے دو ایسے خدمات کا تذکرہ کیا ہے اور غالب سے متعلق ان کے تعلق اور عقیدت کی اہمیت اور نوعیت کو واضح کیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح ری، حمید احمد خان کی خوبیوں کو گردانئے ہوئے ان کی دفاتر کو علم و انس کی دنیا کا ایک ہاتھی سانحقر اردو ہے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح ری کے نیال میں ہی سویں صدی میں اردو کے صرف دشمن رائیے ہیں جن کا کام جیسویں صدی کے قارئین کے لئے غیر معمولی کشش کا سامان رکھتے ہے۔ ایک

۱۔ ”اردو ربائی“، ص ۹۱، مطبوعہ: مکتبہ عالیہ، لاہور

۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح ری بطور تحقیق مقالہ نگار، نوریں فردوس، (غیر مطبوع)، ص ۶۲

غالب اور دوسرے اقبال - پروفیسر حیدر احمد خان ان دونوں شاعراء سے گہری عقیدت رکھتے تھے بلکہ غالب کے لئے بیہاں بھک کہتے ہیں:

"میرے خود یک غالب کا یہ کمال جمیٹ اگلیز ہے کہ گوہری زندگی نے کسی پڑی کھانے مگر عمر کے کسی مرطے میں بھی غالب نے میرا ساتھ نہ پھوڑا۔" (۱)

غالب شناسی کے حوالے سے حیدر احمد خان کا سب سے مختصر کام "نحو حیدر یہ" کی نظر تسلیب و تدوین اور تازہ اشاعت ہے۔ (۲) "نحو حیدر یہ" کی اشاعت مفتی اتوار الحن کی گرامنی میں ۱۹۲۱ء میں بھوپال سے ہوئی۔ گوکر یہ اشاعت بڑی احتیاط و اہتمام سے کی گئی لیکن پھر بھی چند نکات پر اہل فخر مغلی نہ تھے لیکن ان کے متعلق حقیقت رائے وقت، محنت اور وقت نظر کی طالب تھی۔ حیدر احمد خان نے ۱۹۳۸ء میں بھوپال کے کتب نالے میں پہنچ کر تحقیق حیدر یہ کے مطبوعہ اور قلمی نسخے کی ایک ایک صفحہ کا تاخالی مطالعہ کیا اور پھر اس کی از سرخ تحریک و تدوین کی اور حواشی اور مقدمہ کے ساتھ اس کو شائع کیا۔ حیدر احمد خان نے مفتی اتوار الحن کے مطبوعہ نسخے کے دیباچے میں بیان کر دے چکدھیا ات کی ترجمہ کر کے ان کی مطلقی و ضاحیت بھی کی ہے اور منیزہ معلومات بھی پہنچائی ہیں۔ ساتھ ہی بہت ہی کمزوریوں کا ازالہ کیا ہے جو مفتی اتوار الحن کے مطبوعہ نسخے میں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ "نحو حیدر یہ" میں حیدر احمد خان نے اہل تحقیق کے لئے اہل توجہ سوالت اخراجے ہیں اور ایسے سائل کی تندی کی ہے جن کی تحقیق غالب کے سلطے میں بہت ضروری ہے۔ سیکی وجہ ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتحی ردی "نحو حیدر یہ" مرتبت پروفیسر حیدر احمد خان کو مفتی اتوار الحن کے مطبوعہ نسخے پر غوقت دیتے ہیں اور اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اردو زبان و ادب اور غالب سے وظیفہ رکھتے والوں پر پروفیسر

- ۱۔ "حیدر احمد خان اور مرز اقبال" منشوی، انکار، ۱۹۷۰ء، ص ۲۵
- ۲۔ "مطبوعہ مجلس یادگار غالب" بنا بیو نورانی، لاہور، ۱۹۶۹ء
- ۳۔ "میسان کلام غالب" منشوی، "تحقیق غالب" کے سوال، ص ۱۲۳، ۱۵۲
- ۴۔ "حیدر احمد خان اور مرز اقبال" منشوی، انکار، ص ۲۰، ۲۵
- ۵۔ مرتبت پروفیشن محمود اور اقبال میں ۱۹۶۹ء

حیدر احمد خان کا ایسا احسان ہے کہ ادب کی تاریخ کبھی بحد پیش نہیں ہوتی۔ (۱) ڈاکٹر فرمان فتحی ردی نے تحقیق غالب کے سلطے میں حیدر احمد خان کے ایک اور منفرد مقالے " غالب کی شاعری میں صن و مشق" کا حوالہ دیا ہے جو اندھا فروری ۱۹۳۹ء میں "ہابوں" (لاہور) میں شائع ہوا اور نظر ہانی کے بعد "تحقیق غالب" کے سوال کے بعد سال، (۲) میں چھپا۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالرحمن بھنوری (۳) کے مقالے کے بعد غالب پر دوسرا ہم تحقیقی مقالہ ہے لیکن عبدالرحمن بھنوری کے مقالے کے بعد اس کی نویسی چند باتیں نہیں بلکہ بجید و غریب کا حامل ہے۔ اس مقالے میں حیدر احمد خان صن و مشق کے ہاں میں غالب کے اشعار کو تعلق و تجویز کا حامل قرار دیتے ہیں اور ان کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر مرز اقبال اپنے کلام کا صرف یعنی حصہ چھوڑ جاتے تو بھی ان کا شمار دینا کے بڑے شعرا، میں ہوتا۔ ان اشعار میں بعض رنگارنگ طہارت کے بند دروازے ہی فیض کھلتے، ان میں شاعری کی ایک نئی دنیا کا اکٹھاف ہے۔" (۴)

حیدر احمد خان نے اپنے مقالے میں بعض روپی کے لئے بند جگہ اشعار و امثال کے مرتقاوں سے اپنی بات کو قابل اعتماد کیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ردی کے خیال میں حیدر احمد خان نے نہ صرف غالب پر خود توجہ دی بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی چنانچہ بحثیت واکس پاٹری حیدر احمد خان کی سرپرستی میں مجلس یادگار غالب نے تصادیف غالب اور اس کے علاوہ تحقیق غالب کے سلطے کی چار سو ایکس کیسیں جن میں "تحقیق غالب" کے سوال، (۵)

- ۱۔ "حیدر احمد خان اور مرز اقبال" منشوی، انکار، ۱۹۷۰ء، ص ۲۵
- ۲۔ "مطبوعہ مجلس یادگار غالب" بنا بیو نورانی، لاہور، ۱۹۶۹ء
- ۳۔ "میسان کلام غالب" منشوی، "تحقیق غالب" کے سوال، ص ۱۲۳، ۱۵۲
- ۴۔ "حیدر احمد خان اور مرز اقبال" منشوی، انکار، ص ۲۰، ۲۵
- ۵۔ مرتبت پروفیشن محمود اور اقبال میں ۱۹۶۹ء

" غالب ذاتی مشاہدات کے آئینے میں "(۱) "اشارتی غالب" (۲) اور "Ghalib a Critical Introduction" (۳) شامل ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے ذکر کردہ کتابوں کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حمید احمد خان کی غالب سے دلچسپی کو سراہا ہے۔ حمید احمد خان کی تجھیاں خدمات کو بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اگرچہ حمید احمد خان نے تعلیم امگر یزدی کی حاصل کی تھی محبت اور وہ سے کی اور مجلس ترقی ادب لاہور میں ناظم کی میثیت سے اڑاکنے والے بیکس کے سلطنت اشاعت کو چیز کیا۔ اس کے علاوہ نہ صرف جشن غالب کے موقع پر اہم کتابیں شائع کیں بلکہ شدید بحثات کے باوجود یہ نورانی میں ہماری ادیبات کا ایک شعبہ قائم کیا۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری حمید احمد خان کے انجی کاربائے تجھیاں کا حوالہ دیتے ہوئے اور خصوصاً حقیقت و تقدیم غالب کے سلطنت میں ان کی خدمات کو اہل نظر کے دلوں میں ان کی یاددازہ رہنے کا موجب ترقی اور ایجاد ہے۔

(۵)

"دیوان غالب سے بھی فال نکال سکتے ہیں" کے زیر عنوان مقالہ "نگار" کے " غالب نمبر" ڈیوری فروری ۱۹۶۹ء کا اداریہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ "قوی زبان" کراچی کی فروری ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں بھی شائع ہوا۔ عام طور پر لوگ دیوان حاجت سے فال نکالتے تھے لیکن ڈاکٹر فرمان نے یہ کام "دیوان غالب سے لیا ہے کیونکہ وہ عبد الرحمن بختوری کی رائے "ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔ وہ مقدس اور دیوان غالب۔ لوح سے تھت تک مشکل سے سچھے ہیں لیکن کیا ہے جو بیہاس خاطر نہیں، کون سا غریب ہے جو اس ساتھ زندگی کے ہاروں میں

۱۔ مرتبہ عبد الرحمن احسن اور سجاد بخار رضوی ۱۹۶۹ء

۲۔ از سید مصطفیٰ الرحمن ۱۹۶۹ء

۳۔ از سید فیاض محمود ۱۹۶۹ء

بیدار یا خوابید و موجو نہیں۔" (۱)

کو حقیقت پر مبنی خیال کرتے ہوئے غالب کے اس شعر کے مصدقہ قرار دیتے ہیں۔
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانتا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے
اس نقطہ نظر کی بدوالت یہ مقالہ ایک آپ بھی اور "دیوان غالب" میں متعلق
ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے ذاتی تاثرات کا مکاں ہے۔

غالب کے جشن صدر حال (۱۹۶۹ء) پر ڈاکٹر فرمان "نگار" کا " غالب نمبر" نکالنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتے تھے کیونکہ ان کی خیال میں غالب کی زندگی اور فن کے ہر پہلو پر اتنا کچھ لکھا جا پکا تھا کہ ان کے متعلق کوئی تازہ اور کار آمد مضامین کا فراہم کرنا آسان نہ تھا چنانچہ انہوں نے اس سلطنت میں غالب سے مشورہ لینے کی خاطر "دیوان غالب" سے فال نکالنے کا کام لیا اور یہ شہر سائے آیا۔

غالب خست کے بغیر گون سے کام بند ہیں

رویے زار زار کیا سمجھے باعے باعے کیوں؟

بس سے گویا غالب نے " غالب نمبر" نکالنے کی مخالفت کروئی لیکن آرٹیکن کے خطوط اور " غالب نمبر" نکالنے کے سادات پر نہیں وہ مرتبہ اور فال نکالنے پر بھروسہ کیا مگر جواب بدستور نہ ہی ملا۔ پھر بعض اور بیویوں نے ڈاکٹر فرمان فتحی ری کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ "جیاز صاحب" ہوتے تو ضرور اس موقع پر پکو کرتے۔ چنانچہ اس سلطنت نے ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے لئے تازیانے کا کام دیا اور انہوں نے ایک مرتبہ پھر "دیوان غالب" سے فال نکالی اور اس مرتبہ یہ شعر آیا۔

مرہ باں ہو کے ہاں لو گھے چاہو جس وقت

میں یہی وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

گویا جواب "شہت" میں آیا۔ اس وقت صرف ایک مادرہ گیا تھا لیکن اس محض
مدت میں نہ صرف ڈاکٹر فرمان کو "نگار" کے " غالب نہر" کی انفرادیت کی پیشیں
گوئی "دیوان غالب" نے وی بلکہ مظاہر کے انتخاب میں بھی رہنمائی کی ہے ڈاکٹر فرمان
فچوری نے یوں محسوس کیا:

"تیر سے پاس تو غالب نہر کا بڑا میتھی ساز و سامان موجود ہے، تو

اس سلسلے میں ہے وجہ پر بیثان ہے۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان فچوری کے مطابق "دیوان غالب" کی بدوال انجیں "روج
 غالب" کے سامنے سرخود ہونے اور پہنچار ان غالب کی خوشیوں میں شریک ہو لے کا موقع
ملا۔ اس طرح یہ مقابلہ بالخصوص ڈاکٹر فرمان اور غالب کی قربت اور غالب سے ان کی محبت
اور عقیدت کا ترجمان ہے۔

(۲)

"مولانا حامد حسن قادری مر جوم اور غالب شایع" کے زیر عنوان مقابلہ "نگار"
پاکستان کی نومبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ تقدیمی تحریکت کے حامل اس مقابلے
میں ڈاکٹر فرمان فچوری نے مولانا حامد حسن قادری سے اپنی شناسائی کا ذکر کیا ہے جو مر اس طے
سے شروع ہو کر مکالمہ و ملاقات اور پھر تقدیمی تحریکت مندی تک پہنچ جاتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان
فچوری "مولانا حامد حسن قادری کی اولیٰ خدمات کا" "باقاعدت کثیر اور بقیمت بہتر" کے
متراوہ تراویح ہیں۔

زیر نظر مقابلے میں ڈاکٹر فرمان فچوری مولانا حامد کی وضع دار اور ٹھنڈی اوس اساف
میں حاتمی کی قربت کو بیان کرتے ہوئے بطور خاص مولانا حامد حسن قادری کی غالب شایع
کے حوالے سے بحث کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فچوری کے خیال میں مولانا حامد، غالب کے

شاگرد خاص مولانا اکفاف حسین حاتمی سے بھی کئی اعتماد سے ممتاز رکھتے۔ بھی وجہ ہے کہ
چنان میتوں صدی میں غالب شایع کا سرکار حاتمی کی "یادگار غالب" (۱۸۹۷ء) ہے،
وہاں مولانا حامد حسن قادری کی غالب شایع کا یہ حال ہے کہ حاتمی کی ماندہ:
" غالب کا نام کیا آتا، گویا جام آ جاتا اور ان کے ہاتھ کی سب
کیسری رُگ جان بن جاتیں۔" (۲)

اسی تقدیمیت کی وجہ پر مولانا حامد نے غالب پر اس وقت قلم اخایا جب "یادگار
غالب" کے سارے دو انگریزی میں کوئی کتاب یا مقالہ وجود میں نہ آیا تھا۔ اس کے ملاوہ
غالبیات کے حوالے سے مولانا نے غالب کے اردو فارسی دیوان سے اشعار کا انتخاب
بعنوان "غالب" کیا۔ ڈاکٹر فرمان فچوری کے خیال میں یہ قابل تدریکام ہے کیونکہ یہ
انتخاب "دیوان غالب" کے اس نئے سے کیا گیا تھا جو غالب کی وفات سے
پہنچ (۵) سال پہلے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا اور اس کے پروفیل مولانا حامد حسن قادری

خود غالب نے پڑھے تھے۔ (۲)

ذکر درہ مقابلے میں غالب اور کلام غالب سے مولانا حامد حسن قادری کی محبت اور
عقیدت کا اعلیٰبار کیا گیا ہے۔ ریاضی اور تاریخ کوئی پر مولانا کی توجہ خاص کے ملاوہ مولانا
حامد کی تضمین نگاری کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فچوری کے خیال میں تضمین نگاری کے ضمن میں مولانا حامد کی توجہ
زیادہ تر غالب کی طرف رہی اور انہوں نے غالب کی بعض پوری غزلوں کی تضمین کی ہے
اوہ ایک ایک مصرع کی بجائے تین تین مصرع لکھے ہیں۔ پیش نظر مقابلے میں چند مشاہد
کو بطور خوار تقلیل کر کے کلام غالب کے طبقے میں مولانا حامد کی تضمین نگاری کی اہمیت کو یہی
 واضح کیا ہے کہ:

۱۔ "نگار" پاکستان، نومبر ۱۹۶۹ء، ص ۳۰

۲۔ "نگار" پاکستان، نومبر ۱۹۶۹ء، ص ۳۰

"یادگار غالب اور محسن کلام غالب کے درمیانی عہد میں وہ
 غالب شناختی اور غالب فہم کا موڑ ذریعہ خیال کی جاتی
 تھیں۔" (۱)

مولانا حامد کی تفصین نگاری کے بیان میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے شاہ
 دلکش، مدیر "نقد" کا بھی حوالہ دیا ہے جنہوں نے مجی ۱۹۱۳ء کے پرستے میں مولانا حامد کی
 تفصین نگاری کو سراہا۔

زیر نظر مطالعے میں مولانا حامد صن قادری کا بطور غالب شناس یہ طریقہ امتیاز بیان
 کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں غالب پر جو لکھا گئی (بیہول شرمن) ان کا عطر غالب
 مطابعہ کیا اور ان کے عیوب و محسن پر بھی روشنی ڈالی گئی وہ غالب کے طرف داری دتھے
 بلکہ انہوں نے کلام غالب سے زبان و مجنح اور عروض و بیان کے معاون کو بھی حلاش کیا ہے
 اور اس پر کڑی تجدیدی نظر ڈالی ہے۔ ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھ کر یہ وہ غالب کو قدم
 غزل کے مبند و اور جدید غزل کا محسن قرار دیتے ہیں۔ (۲)

غالبیات سے متعلق ڈاکٹر فرمان کے تصریح

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے "غالبیات" سے متعلق میں
 کتابوں پر تبصرے کے۔ یہ تبصرے ریڈیو سے شر
 ٹے یا ادبی رسائل باخصوص 'نگار' کے صفات کی
 صحت بنے۔ ان سے غالب شناختی کا دائرہ وسیع
 ہوا پڑھنے والوں میں غالب فہم کا شعور بڑھا اور خود
 صاحب کتاب کو ان تبصرہوں سے روشنی، راست اور
 بڑھا اگلا۔

ڈاکٹر سید محبین الرحمن

۱۔ "نگار" پاکستان، نومبر ۱۹۶۶ء، ص ۳۳

۲۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کی بعض درمیانی تحریروں کے لئے رجوع کیجئے:

(الف) غالب، ایک گم نام قطعہ، ۱۱ نکار نو، ۱۰۰ کراچی، فروری ۱۹۶۱ء

(ب) غالب و محسن، ہماری زبان، علی گز، ۱۵ نومبر ۱۹۶۸ء

(ج) غالب کی ایک غزل کے بارے میں استفسار کا

جواب، "نگار" کراچی، مارچ ۱۹۶۸ء

ڈاکٹر فرمان فتحی ری گالب کے خواستے سے نظیر صیں زیدی سے مذکور و مذکولوں
تہرے ریلیو سے نظر ہوتے یا ادبی رسائل بالخصوص "نگار" کے صفحات کی زینت
بنتے۔۔۔ بہر صورت ان سے گالب شناخت کا درجہ و سبق ہوا اور پڑھنے والوں میں گالب فتحی کا شعور
بڑھا اور خود صاحب اکتاب کو ان کے تہرہ دن سے روشنی اور بڑھا اماں۔۔۔ انکے صحافت میں گالب
سے متعلق کتابوں اور مقالوں پر ڈاکٹر فرمان فتحی کی تحریر ہے۔

(۱)

"گالب اور دوسرے مضامین" کے عنوان سے نظیر صیں زیدی ایم۔ اس کے
ادبی مقالات کا مجموعہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر فرمان فتحی نے "نگار" کی جتوڑی
۱۹۶۶ء کی اشاعت میں اس پر تہرہ کیا ہے۔

نظیر صیں زیدی کے اس مجموعے میں کل مقالات (۷) مقالے ہیں جن میں سے دو
گالب سے متعلق ہیں۔ یہ مقالے ان معنوانات کے تحت ہیں

- ۱۔ گالب اور نواب حامد علی خاں
- ۲۔ سوائی گالب تاریخی انتشار سے
- ۳۔ اعلیٰ بیرٹھی کے چدید رہنمائیات
- ۴۔ حالی کے ہم عمر
- ۵۔ حالی کی مشنوی
- ۶۔ اردو میں مکتب شاہراہی کے عناصر
- ۷۔ اخبار رفتہ (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری گالب کے خواستے سے نظیر صیں زیدی سے مذکور و مذکولوں
پر تہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"سوائی گالب تاریخی انتشار سے بہت طویل ہے اور تنہائی اس
کتاب کے نام میں گالب کا نام اسی وجہ سے شامل کیا
گی۔ زیدی صاحب کو ارادہ زبان و ادب سے خاص شفف
ہے، ان کے مضامین موضوع کے انتشار سے اپنوتے نہ
کہی، ان کی دیہہ ریزی اور خوش ذوقی کا پتہ بہر طور دیجے
ہیں۔ نظری مسائل کے خارجہ اسے بھی وہ نہیں الجھ بلکہ مخفی
کتابوں کی مدد سے واقعات، آئین کے ساتھ درج کر دیجے
ہیں۔ بخوبی اسہوں نے اس سلسلے میں اہم اور مسترد ماضی کو پیش
نظر رکھا ہے اور اپنے کاموں میں جس جانشناختی و محبت کی
ضرورت ہوتی ہے، وہ صرف کی ہے۔" (۱)

(۲)

گالب پر کوڑ چاند پوری کی مختفات و مقداد تحریروں کو مجموعہ ۲۱۲ صفحات کا
احاطہ کئے ہوئے، "جہان گالب" کے نام سے ۱۹۶۲ء میں مظہر عالم پر آیا۔ ڈاکٹر فرمان
فتحی ری نے "نگار" کی اکتوبر ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں اس پر تہرہ کیا ہے۔
ڈاکٹر فرمان فتحی کے خیال میں "جہان گالب" کے محتاوی سے گالب کی شخصیت و شاعری
کی ایک مکمل تصویر سامنے آتی ہے جو حالی (۲)، عبد الرحمن (۳)، شیخ اکرم (۴)،

- ۱۔ "نگار" کراچی، جتوڑی ۱۹۶۶ء
- ۲۔ "یادگار نواب" (۱۸۹۷ء، ۱۸۹۷ء)
- ۳۔ "محاسن حکام گالب" (۱۹۶۱ء)
- ۴۔ "آئر گالب" (۱۹۷۲ء)

نظام رسول مہر (۱) اور مالک رام (۲) کی پیش کردہ تصاویر سے مختلف ہے۔ ڈاکٹر فرمان اس اختلاف کی توجیہ جذبہ باتی یا تاویل اتنی سچ پر نہیں علاش کرتے بلکہ یہ اختلاف واقعی و تحقیقی ہے جو غالب کے عقیدت مندوں کو فکر کی خیال را چیز دکھاتا ہے۔

"جہان غالب" پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحی ری لکھتے ہیں:

"جہان غالب" کے مقالات میں کوثر صاحب نے غالب کے کلام و سیرت پر جس انداز سے بحث کی ہے، وہ نہ صرف ادبی، بلکہ غالب کے باپ میں تاریخی و سوانحی حیثیت سے بھی نہایت اہم ہے۔ اس کتاب کے ڈریڈ غالب کی زندگی و شاعری کے بعض اہم پہلوؤں کو داشکاف کیا ہے جو جزو پر دہ خطا میں تھے یا جن کے متعلق ہماری معلومات محدود و غیر مربوط تھیں۔ یقین ہے کہ غالب کا یہ جائزہ، غالب پر غور کرنے والوں کوئی نئے راستے سمجھائے گا اور ان کے کلام و بندگی کی تفیرات کا ایسا باپ سمجھو لے گا جو کہ وجہ سے اہمیت کا حامل ہو گا۔" (۲)

(۲)

"حوال و نقد غالب" کے نام سے ایک جنیم کتاب جسے مدد جیات غالب نے معرفت کیا، نظر سزا ہونے جنوری ۱۹۶۷ء میں شائع کی۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" کی تحریر ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں اس پر تبصرہ کیا اور اس کی اہمیت کو جائز اردا یا ہے۔

غالب کی شخصیت اور کلام میں پہاں رہوڑوں کی بدولت غالب کی عظمت اور اغراق دیت یہ ہے کہ ان پر تقریباً یہہ موسال سے مختلف انواع موضوعات کی حالت تحریریں سامنے آ رہی ہیں لیکن ابھی بھی یہ سلسلہ اسی جوش و جذبہ سے جاری ہے اور قارئین غالب آج بھی غالب شاعری کے نت نے رہوڑوں سے واقعیت کے مقاضی ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مطابق شاید اسی احساس کے تحت محمد حیات غالب نے منتخب تحریروں کے ذریعے ایک ایسی جامع کتاب مرتب کی ہے غالب پر اپنی نویسیت کی پہلی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری "حوال و نقد غالب" کو غالب شاعری کے حوالے سے منید قرار دیتے ہوئے حیات غالب کی عرق ریزی اور جانشناختی کو سراہیتے ہیں اور اس کی اہمیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"انہوں نے کمال اختیاط سے غالب کی زندگی اور شخصیت کے سارے ایسے پہلوؤں کو سامنے رکھا ہے جو غالب کو کچھ سمجھنے کے لئے اذ بس ضروری ہیں۔ بھر اس کی تحریخ و تفصیل کے لئے ایسے مقالات اختیاب کیے ہیں جو ہر پہلو کو دیکھ کر کے قاری کے سامنے لے آتے ہیں اور تاریخ کے ذوق و لفظ و نظر کو پیرا بکر جاتے ہیں۔" (۱)

(۱)

شاد ان بگراہی نے "دیوان غالب" کی شرح "روح الطالب فی شرح دیوان غالب" کے عنوان سے کچھ جس پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" مارچ ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں تبصرہ کرتے ہوئے اس کی جامیعت کو اس کی متوہیت کا جواز تقریباً یا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کلام غالب کے شارعین کا حوالہ دیتے ہوئے شاد ان بگراہی کی شرح کی اغراق دیت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

۱۔ "نگار" پاکستان۔ ستمبر ۱۹۶۷ء، ص ۲۵۔

۲۔ " غالب" (۱۹۳۶ء)

۳۔ "نکر غالب" (۱۹۳۸ء)

۴۔ "نگار" اکتوبر ۱۹۶۶ء، ص ۷۹۔

۱۰۰ اس کی اہمیت یوں زیادہ ہو جاتی ہے کہ بعض قدیم شرحوں سے استفادہ کے بعد لکھی گئی ہے۔ علامہ شاداں بھراں نے مولانا حضرت موبانی اور حرم طبا طبائی کی شرحوں کو خصوصیت سے سامنے رکھا ہے اور جن پہلوؤں کو پر حضرت تخدیج چوڑے گئے ہے، انہیں تفصیل و تشریح سے سیراب کر دیا ہے، جہاں جہاں مطابق میں اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے، وہاں وہاں اول المذکروں کی رائیں نقل کر دی ہیں اور بعد ازاں انہیں رائے بھی ظاہر کر دی ہے۔ شاداں صاحب نے یہ بھی کیا ہے کہ ہر شعر کے مضموم کے ساتھ مشکل الفاظ و محاورات کے معنی بھی درج کر دیئے ہیں۔ اس سے یہ قائدہ ہے کہ قاری کو لطف اندوز ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ شرح کلام سے پہلے چوتھے اس کتاب میں "تساہمات و زلات" کے نام سے کلام غالب کی بعض بے امدادالیوں اور کمزوریوں کی شاخہ مدھی بھی کر دی گئی ہے۔ اس نے اس میں شرح کے ساتھ ساتھ تغییر کا لطف بھی پیدا ہو گیا ہے۔^(۱)

(۵)

ڈاکٹر شوکت بیزداری کی ایک فلک اگلیز تصنیف "لفظ کلام غالب" کے عنوان سے ۱۹۶۹ء میں منتظر عام پر آئی۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" کو جون ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں اس کتاب کے تازہ ایڈیشن (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء) پر تبصرہ کیا ہے اور اسے لفظ ٹانی کہا ہے جو لفظ اول سے کمی اقبال سے بہتر ہے کیونکہ یہ غالب شاعری کی راہوں کو پہلے ایڈیشن کی نسبت کہیں زیادہ کشادہ کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری مذکورہ تصنیف کے وہ میرے

ایڈیشن کی خصوصیات یوں بیان کرتے ہیں:
۱۱۱ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مادے مباحث پر مصروف نے اذسر تو نظر ڈالی ہے۔ پہلے ایڈیشن پر مصروف اور ناقہوں نے جو رائیں، وہی تھیں، ان سب کا مغلام نہ اور عالم نہ جائزہ لیا ہے اور سب سے بڑا کہ غالب کی خصوصیت وغیرے بعض ایسے پہلوؤں پر بحث کا اشارہ کیا ہے جو پہلے ایڈیشن میں نظر انداز ہو گئے تھے۔^(۲)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے خیال میں علم کلام، لفظ، تعبیات، علم لغہ اور ایمان وہ بہت پر ڈاکٹر شوکت بیزداری کی گھربی نظر نے ہی انہیں غالب کی روشن تکمیل چیزوں میں مدد و مددی ہے۔ ڈاکٹر شوکت بیزداری نے جس موضوع پر مذکورہ تصنیف میں لکھا، وہ ان پر پوری طرح واضح تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی بات کو بدلتی ہا کرنے صرف بیان کر سکے ہیں بلکہ زبرد بحث موضوع کو دوسروں کے ذمہ نہ کہ پہنچانے میں بھی کامیاب رہے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے خیال میں یہی طریقہ امتیاز انہیں غالب شاعروں میں متاز مقام عطا کر دا ہے۔

(۲)

غالب کی صد سالہ بری (۱۹۶۹ء) کے موقع پر "نگار" جون ۱۹۶۹ء، جون ۱۹۶۹ء کے ۷۱۳ سے یوں نیکٹے لکھ لیا ہے کہ اپنی نے ڈاکٹری کی صورت میں مصوری، خطاطی اور حسن کلام غالب کا ایک قابل توجہ مرتفع پیش کیا جس پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" پاکستان کی جون ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں تبصرہ کیا۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری اس مرتفع کو غالب کی صد سالہ بری کے خواہے سے شائع ہونے والی سب چیزوں پر اس لحاظ سے غوریت دیتے ہیں کہ ان چیزوں کا حلقہ اثر محدود ہے جبکہ

"زیر نظرہ ایسی اس نوع کی بیانی گوناگون خواہوں کے
سب عام و خاص سب کی توجہ کا مرکز ہے۔ اس کے ذریعہ غالب
کا نام اور کلام پاکستان سے باہر دوسرے ملکوں تک پہنچا ہے۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری اس "ازی" کو شعرو مصوری و فن خطاطی کا ایک جتنی طرفت ملتے
ہیں جو عمر تین کی نفاست طبع، ذوق اطیف اور حسن سیاق کا آئینہ دار ہے۔ ساتھ ہی اس تجھے
میں "ازی" کے مشواہت کا مختصر اجازہ بھی لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اس میں غالب کے
ہاتھ کی حریر کا نمونہ، غالب پر اقبال کی مشہور نظم صادقین کے بناے ہوئے تصویری مرغی اور
س سے اہم یہ کہ پہلے ہی سخن پر غالب کی ایک نظر گیر تصویر ہے۔ ڈاکٹر فرمان کے مطابق

"یہ تصویر غالب کے مزان، بیاس، بھل، و صورت، انداز
شست و سکابت اور ماحول، سب کی تربحان ہے۔ اس تصویر
میں صرف سادہ تکڑوں سے کام لیا گیا ہے لیکن اس خوبی کے
سامنے کہ اگر کسی باذوق کے ہاتھ میں آجائے تو سب تکریس
ہاتھ کی رگ جان بن جائیں۔" (۲)

(۷)

پروفیسر عطا والحسن کا کوئی کی نغموں کا جمود جو ۹۲ صفحیت پر مشتمل ہے، "نذر
غالب" کے عنوان سے "علیم الشان" کب ڈپل پڈنے سخید کا نذر پر شائع کیا۔ ڈاکٹر فرمان
فتحی ری نے "نکار" کی اگست ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں اس یہ تبرہ کیا ہے۔
ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے لکھنے کے مطابق کتاب کے مشواہت یہ ہیں:

- ۱۔ غالب پر یک نگاہ
- ۲۔ غالب اقبال کی نکاء میں

۱۔ "نکار" اگست ۱۹۶۹ء، ص ۹۷-۸۰۔
۲۔ "نکار" اگست ۱۹۶۹ء، ص ۸۰۔

- ۳۔ غالب اپنے آئینے میں
- ۴۔ غالب بیری نظر میں
- ۵۔ غالب کی فارسی غزل پر تسمین
- ۶۔ غالب و غالب محمد ان
- ۷۔ غالب بزرگ میں غالب (۱)

ذکر کردہ عنوانات میں سے آخری عنوان "غزلیات بزرگ میں غالب" کے متعلق تبرہ
کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان لکھتے ہیں:

"آخرۃ کر عنوان کے تحت عطا کا کوئی کی انہیں (۹) غزلیں
ہیں۔ یہ غزلیں غالب کی مشہور و مقبول زمینوں میں کہی گئی
ہیں۔ ہر چند کہ کسی استاد کی زمین میں غزل کرنے، شخص سے غالب
چھپے ایجاد اپنے وہ مجرم بیان شاعر کی زمینوں کو ہاتھ لگانہ ہر شخص کے
ہیں کی بات نہیں لیکن یہ غزلیں اپنے اندر پھوایں دیکھنی کا سامان
رمکھی ہیں کہ ادب کا قاری غالب کی شاعرانہ عقافت کے ساتھ
ساتھ عطا کا کوئی کی قادر الکلامی اور فکر و رسم کا بھی قائل ہو جائے
چے۔" (۲)

(۸)

"غالب اور مطالعہ غالب" کے زیر عنوان ڈاکٹر عبادت بریلوی کی تصنیف رائٹر
اکٹیلی گی لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے اس تصنیف
پر "نکار" کی اگست ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں تبرہ کیا ہے۔
ڈاکٹر فرمان فتحی ری "غالب اور مطالعہ غالب" کو غالب تحقیق و تقدیم کی ایک

۱۔ "نکار" اگست ۱۹۶۹ء، ص ۷۹-۸۰۔
۲۔ "نکار" اگست ۱۹۶۹ء، ص ۸۰۔

معیاری تصنیف قرار دیجے ہیں اور ڈاکٹر عبادت بریلوی کی غالب سے ویچیں کی ذیل میں علی گڑھ میگرین کے " غالب نمبر ۱۹۳۹ء میں شامل ڈاکٹر عبادت بریلوی کے مضمون " غالب کی حقیقت شاعری "(۱) کا حوالہ دیجئے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کے خیال میں زیر نظر کتاب ڈاکٹر عبادت بریلوی کی غالب کو ایک خاص زاویے اور انداز سے دیکھنے کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے کورہ تصنیف کے متعلق اپنے تبصرے میں لکھتے ہیں:

" ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اس کتاب میں غالب کی زندگی، شخصیت، احوال، تصانیف، شاعری، شاعری کی عظمت، خلوط کی ادبیت و اہمیت اور غالب کے اہم ہاتھیں سب کا حقیقی اور تحقیقی چائزہ لیا ہے اور اسی تفصیل و توضیح کے ساتھ کہ غالب کی زندگی اور فن کا ہر پہلو پوری طرح بے نقاب ہو کر ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ سادگی اور وضاحت اور تجزیہ و تحلیل جس سے عبادت کا انداز تحریر عبارت ہے، اس کتاب میں بھی ہر ورق پر نمایاں ہے اور قاری کے آسودگی کا ذوق کا پورہ سماں فراہم کرتا ہے۔ "(۲)

(۹)

" ہنگامہ دل آشوب "، ہنگامہ مرتبہ ۱۸۶۷ء میں کتابی صورت میں آئی۔ بعد ازاں اسے سید عطاء صین کے تسطیل سے جنوری ۱۹۳۳ء اور پھر اس کی اہمیت کے پیش نظر انگلیس ترقی اردو پاکستان (کراچی) نے غالب کے جشن صد سالہ (۱۹۴۹ء) کے موقع پر ایک مرتبہ پھر شائع کیا۔ اس اشاعت کے مرتب سید قدرت نتوی ہیں۔

" ہنگامہ دل آشوب " پر ڈاکٹر فرمان نے " ٹکار " کی ستمبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں تبصرہ کیا ہے۔ اس کتاب کے پیش مذکور کیاں کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان اپنے تبصرے

۱۔ " ہنگامہ دل آشوب "، " غالب نمبر "، پاہت ۳۹، ۱۹۲۸ء، ص ۲۱۲-۲۵۲۔
۲۔ " ٹکار "، ۱۹۶۹ء، ستمبر، ص ۸۷۔

میں لکھتے ہیں کہ جب ٹاہم ب نے " بربان قاطع " کی رو میں " قاطع بربان "، لکھی تو دونوں کتابوں کی تائید و تردید کا ایک طویل سلسلہ چھڑ گیا۔ پہنچ پر " بربان قاطع " اور " قاطع بربان " سے متعلق ساری بحثوں کو کتابی صورت میں بجا کر کے اس کا نام " ہنگامہ دل آشوب " رکھ دیا گیا۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے کورہ تصنیف کے متعلق اپنے تبصرے میں لکھتے ہیں:

" کتاب فی نفسہ بہت اہم ہے لیکن کتاب کے مرتب سید قدرت نتوی نے اسے اہم تر ہنا دیا ہے۔ کتاب کے تعارف کے سلسلے میں ان کا بسیط مقدمہ اصل کتاب میں نہ کورہ غصیتوں کے متعلق ان کی فراہم کردہ معلومات اور بعض امور و سائل کے سلسلے میں ان کی توصیفات، اسکی پیچریں ہیں جو ایک طرف کتاب کی افادیت کو بڑھاتی ہیں تو دوسری طرف مرتب کی عرق ریزی اور تحقیقی بصیرت کا ثبوت بھی پہنچاتی ہیں۔ "(۱)

(۱۰)

" ٹکار " کی اکتوبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے عبد الرحمن بخوری کی " محاسن کلام غالب " کے فخری ایڈیشن پر تبصرہ کیا ہے۔ فخری پر ہنگامہ پر لیں کرایہ نے، بخوری کے اس مقدمے کو کتابی صورت میں ایک مفید اور خوبصورت ایڈیشن کی ہٹک میں پیش کیا۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری غالب اور غالباً ہمایات کی تمام تصنیف اور تالیفات میں سے دو چیزوں کو غالب فہمی کے سلسلے میں اساسی اہمیت دیتے ہیں۔ ان میں ایک مولانا الطاف حسین حاتی کی " یادگار غالب " (۱۸۹۷ء) اور دوسرا عبد الرحمن بخوری کا مقابلہ " محاسن کلام غالب " (۱۹۶۱ء) شامل ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کے زدیک تا حال ان پاکوںوں کے

مقابلے کی کوئی کتاب اور کوئی مقالہ مظہر عالم پر نہیں آیا۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری اس تبصرے میں محسن کلام غالب "کے فخری ایڈیشن" کی طباعت، تالیف، جلد بندی اور سرورق کی ترمیم کو سراجج ہوئے اس کی انفرادیت یہ بیان کرتے ہیں کہ:

"اس نئے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو ہر طرح سے مستحدہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ رسالہ اردو، تحریک حیدری اور دوسرے مطبوعہ شخصوں کو سامنے رکھ کر اس کے متن کی اصلاح کی گئی ہے اور اس احتیاط کے ساتھ کتاب "غلاناں" کے بدتری داغ سے محظوظ ہو گئی ہے، یقین ہے کہ محسن کلام غالب کا فخری ایڈیشن ہے ماکان فخری پرنس کے سلسلہ مطبوعات کی جملی کمزی کہنا چاہیے۔ غالب کے ماحوس میں خصوصاً اور ادبی طبقوں میں عموماً قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔" (۱)

(۱۱)

"مجید" سماں کے " غالب نمبر" حصہ اول، دوم اور سوم پر ڈاکٹر فرمان فتحوری نے "کاگز" کی اکتوبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں تبصرہ کیا ہے۔

"مجید" کی صد سالہ بری کے موقع پر "مجید" (سماں) نے ۱۹۶۹ء کی ساری اشاعتیں کو غالب کے لئے وقت کر دیا تھا۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء تک "مجید" کے تین شمارے غالب نمبر حصہ اول، غالب نمبر حصہ دوم اور غالب نمبر حصہ سوم مظہر عالم پر آپکے تھے جب کہ چوتھی زیر تسبیب تھا۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری "مجید" کے نہ کو رہ تین شماروں پر تبصرہ کرتے ہوئے "مجید" کو ان پر چوں میں شمار کرتے ہیں جو غالب اور عالمیات کے سلسلے میں لوچ سے تھے تک "واسن دل می کشہ" کے مصدق ایں۔ "مجید" غالب نمبر کے تین شماروں کی

۱۔ "کاگز" اکتوبر ۱۹۶۹ء، ص ۸۷

ایمیت کو ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اس طور اجاگر کیا ہے:
 "مجید نے غالب کی شخصیت اور فن کے جملہ پہلوؤں کو اپنے اندر سیکھ کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش اس حد تک کامیاب ہے کہ دوسرے پر چوں کے لئے قابل رہنگ ہے۔ مجید کے لئے
 والوں میں چونکہ پیشتر دو لوگ ہیں جنہیں ماہر عالمیات کی شخصیت حاصل ہے یادہ جنہوں نے برسوں کے مطابق کے بعد غالب کی شخصیت اور فن کے بارے میں کوئی رائے قائم کی ہے۔ اس لئے مقدار و معیار، ہر لحاظ سے "مجید" کے غالب نمبر، موضوع ذریعہ کے سلسلے میں مستحدہ ترینی دستاویز ہیں گے ہیں۔" (۱)

(۱۲)

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے سماں اردو کے ۱۹۶۰ء کے شمارہ اول میں "رقائق ادب" کے زیر عنوان سید و زیر الحسن کی مرتب کردہ تصنیف غالب "آج ہنگ" پر تبصرہ کیا ہے۔
 غالب کی صد سالہ بری (۱۹۶۹ء) کے موقع پر جہاں ادیبوں اور دانشوروں نے اپنی اپنی سلیکٹ پر غالب کو سمجھنے کی کوشش کی، وہاں شریک غالب کی شخصیت سے مجلس یادگار غالب ہیجا ہے جو یونیورسٹی کا ہم بھی سرفہرست ہے۔ اس مجلس نے جہاں غالب پر فخر تحقیقی تصنیف کو شائع کیا وہاں غالب کی تصنیف اردو و فارسی کے صدقہ متن، ضروری تحقیقات و خواصی اور مختلف مقدمات کے ساتھ شائع کرنے کا بیڑا بھی اختیا۔ "آج ہنگ" ہے غالب کی فارسی تحریک اردو کا بھجود کہنا چاہئے، اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جو وزیر الحسن عابدی کی تصحیح و تدوین اور بیان مختلف مقدمے کے ساتھ مظہر عالم پر آئی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری وزیر الحسن عابدی کو فارسی کا عالم خیال کرتے ہوئے "آج ہنگ"، جسی فارسی کتاب کی ترتیب و تدوین کے لئے ان کے انتخاب کو عدد درج موزوں

"ش آہنگ" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رکھی القاب و آداب اور پھر قصص بخوبی کی روشن سے متعلق ۱۸۲۸ء سے بہت پہلے ۲۵۔ ۱۸۲۳ء میں علی بخش رنجور کے ایمان پر لکھی گئی القاب و آداب کی آہنگ کی تجدید میں پیاری کا انعام کر پکھے ہیں۔ "ش آہنگ" اسی حکم کے حزیر مستند مأخذات کا پڑ دینی ہے اور چونکہ اب یہ تصنیف غالب مجلس یادگار غالب کی وسائل سے نایاب سے دستیاب ہو گئی ہے، اس نے ڈاکٹر فرمان فتحوری اپنے تبرے میں امید کرتے ہیں کہ غالب کو پکھنے اور سمجھانے کی بھی راہیں نکلیں گی۔

(۱۳)

"اشاریہ غالب" کو سید مسیح الرحمن نے مرتب کیا اور مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ سید مسیح الرحمن کو "اشاریہ غالب" پر ۱۹۷۲ء میں ٹانوی تعلیی بورڈ لاہور نے اساتذہ میں عالمائے عجیتین و تصنیف کا انعام بھی عطا کیا۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے "اشاریہ غالب" پر "نگار" کی بھی جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں تبصرہ کیا ہے۔ غالب کے جشن صد سالہ کے موقع پر غالبات کے ملٹے میں اتنا کام ہوا کہ اس کی توعیت کا انداز و اندازا اور اس کے معیار و مقدار کو بیکھا کر کے اسے کتابی صورت میں مرتب کرنا جو سے شیرازت کے متراوف تھا لیکن اس دفعہ قامت کام کو پروفسر سید مسیح الرحمن نے تن تباہ انجام دیا اور ڈاکٹر فرمان فتحوری کے مطابق "اتنی جامعیت و خوش اسلوبی کے ساتھ کہ اس سے بہتر کی صورت ہمیں سمجھ میں نہیں آتی۔" (۱)

بر صحیح پاک و ہند میں بعض دوسرے ادبیوں نے بھی اس توعیت کا کام کیا لیکن ان کے بر عکس ڈاکٹر فرمان فتحوری، سید مسیح الرحمن کے اس کام کو عجیت و تحسین و دوافع اعتماد سے منجز قرار دیتے ہیں اور اس کی جامعیت کے معرف ہیں۔ ڈاکٹر فرمان کے بھول

قرار دیتے ہیں جنہوں نے اس کام کو بڑی جاگہ تی سے انجام دے کر غالب سے حق عقیدت ادا کیا۔

"ش آہنگ" میں غالب نے اپنی مختلف النوع فاری تحریروں کو بالغاً موصوع پائی ابواب میں تقسیم کر دیا ہے۔ ہر باب "آہنگ" کے نام سے موسم ہے اور ڈاکٹر فرمان فتحوری کے خیال میں اسی رہنمائی سے اس کا نام "ش آہنگ" رکھا گیا ہے۔ ان ابواب کی تقسیم کچھ اس نوعیت کی ہے:

آہنگ اول: القاب و آداب اور ان کے اوازم سے متعلق ہے۔

آہنگ دوم: میں فاری صادرات، افعال اور بعض اصطلاحات و لغات سے بحث کی گئی ہے۔

آہنگ سوم: ایسے منتخب اشعار پر مشتمل ہے جو باہم مراثت میں کام آنکھتے ہیں۔

آہنگ چارم: میں غالب کی وہ فاری تحریریں شامل ہیں جو انہوں نے اپنی یاد و درود کی تصنیف کے لئے تقریباً دینا چاہیے خاتم کے طور پر لکھی ہیں۔

آہنگ پنجم: میں مختلف مکتوب المضم کے نام غالب کے فاری خطوط ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری "ش آہنگ" کی اہمیت کو اس طور بیان کرتے ہیں:

"کوئی شخص "ش آہنگ" کو نظر انداز کر کے غالب کی قادر الکلامی و لفت شناختی، بخشن فہمی و بخشن طرزی، عقائد و افکار، انگریزیات و خیالات، معلومات و اشغال، زندگی کے نیک و فراز اور غصیت کے پیچ و قدم کے واقعہ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔" (۲)

ڈاکٹر فرمان بتاتے ہیں کہ عموماً غالب کے متعلق اردو مکتوب نگاری کے ضمن میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمودہ القاب و آداب کو ۱۸۲۸ء سے ترک کیا لیکن

"یوں سمجھو یعنی غالبات کے سلسلے کی ایک جامع انسانیکوپیڈیا ہے۔ آج تک غالب (کی تصنیف) کے سلسلے میں جو کام ہوا ہے، وہ سب اس کتاب میں بالا نصیر آگیا ہے اور غالب (کی نگارشات) سے متعلق ہر قسم کی معلومات اس میں دستیاب ہو جاتی ہیں۔" (۱)

(۱۲)

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے "نگار" کراچی کی میں جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں پروفیسر حمید احمد خان کے مرتب کردہ "دیوانی غالب" "نگو حمید یہ" (۱۹۶۹ء) پر تبصرہ کیا ہے۔ یہ نوچلس ترقی ادب لاہور نے شائع کیا۔

"نگو حمید یہ" دیوانی غالب کا وہ حلی نہ ہے جو بھوپال کے کتب خانہ حمید یہ میں دستیاب ہوا اور ملتی انوار الحنفی کی ترتیب و مقدمہ کے ساتھ ۱۹۷۱ء میں پہلے پہل شائع ہو کر منتظر عام پر آیا۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کے خیال میں یہ نگو اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ ۱۸۸۲ء میں تھیل کو پہچا جب کہ اس وقت غالب کی عمر ۲۵، ۲۶ بر س سے زیادہ نہ تھی۔ یہ نگو غالب کی شخصیت اور اندراز کلام کی بہت سی ماکشاد و گریزیں کھوتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری کے خیال میں "دیوانی غالب" "نگو حمید یہ" مرتضیٰ حمید احمد خان کی اشاعت دو وجوہ کی بناء پر ہوئی ابھیت رکھتی ہے۔

اول: نگو حمید یہ مرتضیٰ انوار الحنفی ایک مدت سے نایاب تھا اور اس سے استفادہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔

دوم: ملتی انوار الحنفی کے نجع میں بعض ایسی کمزوریاں تھیں جن کا ازالہ بہت ضروری تھا

اس توجہ طلب اور دشوار گزار کام کا متحمل ڈاکٹر فرمان کے خیال میں۔

حمد احمد خان جیسا صاحب قلم اور معتمد غالب ہی ہو سکتا تھا۔
ڈاکٹر فرمان فتحوری "نگو حمید یہ" کی ابھیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:
"نگو حمید یہ" مرتضیٰ انوار الحنفی کے متین و ترتیب میں جو
لغاطیاں رہ گئی ہیں، پروفیسر حمید احمد خان نے صرف یہیں بھی کہ
دقائق نظر کے ساتھ انہیں دور کیا ہے بلکہ ایک بسیط مقدمہ کے
ڈر یعنی نگو حمید یہ کی ابھیت پر پیر ہاصل بجٹ بھی کی ہے۔ بھلی
ترقی ادب لاہور نے اس شائع بھی ہوئے سلیقے سے کیا
ہے۔ اس میں طباعت و مکاتب کی وہ کمزوریاں نہیں جو نو
حمید یہ کی اولین اشاعت میں ظفر آتی ہیں۔" (۱)

(۱۵)

"نقوش" غالب نمبر (حدود) میں (نو دریافت، پیاض غالب، بخط) ڈاکٹر فرمان فتحوری نے "نگار" کی تحریر اکتوبر ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں تھرہ کیا ہے۔ اس تھرے سے قلعے نظر ڈاکٹر فرمان فتحوری نے اپنے ایک مقامے بخواں "غالب۔۔۔ نو دریافت پیاض کی روشنی میں" اس نکر و دریافت کے خواں سے غالب کی افزادیت گواجا گر کی ہے۔ یہ مقالہ ۱۹۷۱ء میں "نقوش" لاہور کے غالب نمبر ۳، نومبر ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری "نقوش" کے غالب نمبر (حدود) کو غالب نمبر کے جشن صد سال کے موقع پر شائع ہوئی۔ والے تمام غالب نمبروں جتنی کہ "نقوش" کے غالب نمبر (حدود) پر بھی فویت دیئے ہیں۔

"نقوش" غالب نمبر (حدود) میں شامل نو دریافت پیاض غالب کا یہ قدم تو یہ نگوہندستان میں دریافت ہوا تھا جس کا غالب کی صد سالہ بری (۱۹۶۹ء) کے موقع

پاکستان تینچ کا کوئی امکان نہ تھا، لیکن محظیل عدالت نقش کی کاوشن سے اس نئے کی تکمیل حاصل ہو گئی ہے جسے محظیل "نقش" غالب نمبر (حصہ دوم) کی صورت میں بہت جلد مظہر عام پر لانے میں کامیاب ہو گے۔ میر نقش نے ایک صفحے پر اصل خلی نیجے کا عکس اور اس کے سامنے درمرے صفحے پر متن کو تسلیق میں پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے خیال میں اس طریقے کی بدلت اصل نسخہ حدود رچ کار آمد ہو گیا اور اس طرح غالب دکام غالب کے مطابق کی تی را ہیں نکل آئیں۔

ذکورہ نئے کی دریافت کی وضاحت کے ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے مولانا احتیاز علی عرشی (۱) اور شماراحمد قاروی (۲) کے مقولات کا حوالہ دیا ہے جو "نقش" غالب نمبر (حصہ دوم) میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری "نقش" کے اس نمبر کو محض ایک "نمبر" ہی نہیں خیال کرتے، بلکہ ان کے مطابق:

"موجودہ صورت میں نقش کا غالب نمبر عالمیات کے سلسلے کی سب سے اہم اور جسمی دستاویز ہے جو ہم تک پہنچی ہے۔" (۳)

(۱۲)

" غالب کون ہے؟" کے زیر عنوان سید قدرت نقی کی ۲۰۸ صفحات پر مشتمل تینیں ۱۹۷۹ء میں ملائی سے شائع ہوئی جس پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" کی سیر ۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں تحریر کیا ہے۔

سید قدرت نقی نے زیر تحریر کتاب میں ہر چند وقت تظر اور وسعت مطالعہ کا ثبوت دیا ہے۔ اس کتاب کے مدد جات پر تحریر کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحی ری لکھتے ہیں:

۱۔ "نقش" غالب نمبر (حصہ دوم) میں (نو دریافت یا پاس غالب) بخت غالب) میں ۳۲۱۶۳۱۳۔
۲۔ اینسا میں ۲۸۶۹۔

۳۔ "نگار" ستمبر اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص ۹۲۔

"زیر نظر کتاب سات مقدمیں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی تین مضمون غالب کی زندگی اور آخری چار غالب کے غیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر مضمون صاحب کتاب کے علم و فضل اور قوت نقد و حقیقت کا مرقع ہے اور غالب دکام غالب کے بعض ایسے گوشنے کو منور کرتا ہے جو اس سے پہلے دھنے لے اور غیر وہی نہ تھے۔ یقین ہے کہ یہ کتاب نہ صرف غالب کے طریقہ اروں بلکہ جن فہموں میں پسندیدگی کی تھاہ سے دیکھی جائے گی اور صاحب کتاب کی بصارت و بصیرت کا سکھنا ہجھائے گی۔" (۱)

(۱۳)

"ادب لطیف" کا غالب نمبر جو ۱۹۶۹ء میں ناصر زیدی کی ادارت میں شائع ہوا، اس پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" کی جولائی اگست ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں تحریر کیا ہے:

ڈاکٹر فرمان فتحی ری اس تحریر میں ناصر زیدی ادب کے زیر ادارت "ادب لطیف" کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں کہ اس وقت "ادب لطیف" میں کسی کے نام کا چھپنا باعیث فخر خیال کیا جاتا تھا لیکن ناصر زیدی ادب کے بعد اور ناصر زیدی سے پہلے کے عرصے میں اس پر زوال آگیا لیکن ناصر زیدی نے ذکورہ درسائے کو از سر نو زندہ کیا جس کی واضح مثال غالب کے جشن صد سال (۱۹۶۹ء) پر شائع ہونے والا "ادب لطیف" کا غالب نمبر ہے۔ ذکورہ خاص نمبر کو جن ادباں میں تقسم کیا گیا ہے، ڈاکٹر فرمان نے تحریر میں ان کو مختار کروایا ہے، یعنی یہ کچھ اس طرح ہے:

- | | | |
|---------------------|-------------|--------------------|
| ۱۔ دروازہ خاور کھلا | ۲۔ رنگ فاری | ۳۔ لش ہائے رنگ رنگ |
| ۴۔ ذکر اس پری وش کا | ۵۔ پردہ ساز | ۶۔ گل نفر |

۷۔ شوخی حیری
۸۔ حکایت خونپکا
۹۔ بخنوہ غالب، اور
۱۰۔ اس اجمن گل میں

اس تعارف کے علاوہ اس تبصرے میں چدایک ایواں کے مشولات پر بھی روشنی
ڈالی گئی ہے اور اس رسائلے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مثلاً ابتدائی تین صفحوں کے محتوى
ڈاکٹر فرمان فتحوری نکھلتے ہیں:

” غالب کی اردو، قاری شاعری کا انتخاب ہے۔ ایسا
انتخاب، جس میں انتخاب کرنے والے کی رسوائی کا خطرہ نہیں
ہے اور یہ کوئی کم اہم بات نہیں ہے۔“ (۱)

ذکر وہ غالب نمبر کے ایواں کے پوش نظر ڈاکٹر فرمان فتحوری اسے رنگارنگ
خاص نمبر کہتے ہیں ہے اس کی رنگارنگی اسی درسرے غالب نمبروں سے متاز کرتی ہے۔

(۱۸)

ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن کی تالیف ” غالب اور انقلاب سناون“ ۱۹۷۴ء میں پہلی
مرتبہ مظہر عام پر آئی ہے ۱۹۷۷ء تی میں پاکستان رائٹرز گلڈ کی جانب سے داڑہ دادلی انعام
دیا گیا۔ اس تصنیف سے متعلق ڈاکٹر فرمان فتحوری نے ”نکار“ پاکستان کی جموری فرودی
۱۹۷۵ء کی اشاعت میں تبصرہ کیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری کے زدیک ” غالب اور انقلاب سناون“ کے مظہر عام پر
آنے سے غالب کی زندگی اور فکر و نظر کے پارے میں اسکی با توں ہا بکشاف ہوا جو اس
وقت تک غالب کے عام قاری ہی سے نہیں، غالب شناسوں سے بھی پوشیدہ تھیں۔

” غالب اور انقلاب سناون“ کی بنیاد غالب کی اہم ” غالب“ پر قائم ہے ہے
 غالب نے ۱۸۵۷ء کی بجنگ آزادی کے دوران روز نامچے کے انداز میں لکھا اور کچھ ایسے
اسلوب خاص کو منتخب کیا کہ جس سے غالب، اگر بر جھران اور اپنے ہم وطنوں، وہ لوں

میں قابل قدر مقام حاصل کر سکیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری ” غالب اور انقلاب سناون“ کی اہمیت پر روشنی ذائقے
ہوئے نکھلتے ہیں کہ ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن نے:

” ” دھنبو“ کے حوالے سے غالب کے متعلق اتنا حقیقی اور نیا مواد
اس کتاب میں جمع کر دیا ہے کہ جو لوگ غالب کے ذہن کو
فی الواقع پر ہونا پا جائے ہیں، ان کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہو
گیا ہے۔۔۔ ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن نے ” ” دھنبو“ کے مطالب
و مباحث تک عام و خاص سب کی رسائی ہو گئی اور غالب کے
بارے میں کئی ایسی باتیں سامنے آ گئیں جو صرف بخوبی تھیں بلکہ بعض
وجوه سے حرمت اگیز بھی ہیں۔ ” ” دھنبو“ کے نکات کو
بھٹا اور اس کے مطہر و پس مظہر پر وثوق سے لکھو کر ہاہر ٹھیک
کے بس کی باتیں دھجی لیکن ڈاکٹر صاحب موصوف چونکہ غالبات
کے پی ایچ ڈی ہیں اور غالب کا مطالعہ ان کی ادنی زندگی کا
محبوب مخلصہ رہا ہے، اس لئے وہ اس مسئلہ کام سے پر آسانی
گزر گئے ہیں اور غالب پر ایک ایسی کتاب دے دی ہے جو
غالب کے سلطے میں کئی کتابوں کی محکم بن سکتی ہے۔“ (۱)

(۱۹)

”حقین غالب“ کے عنوان سے ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن کی کتاب ۱۹۸۱ء میں اردو
اکیڈمی سندھ کراچی نے شائع کی۔ ”حقین غالب“ اور ڈاکٹر سید مصطفیٰ الرحمن کے پارے
میں کتاب کے لیپ پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کے یہ الفاظ ثبت ہیں:
” غالب پر اتنا کچھ لکھا جا پکا ہے کہ بظاہر کچھ اور لکھنے کی مخفیانش نہیں ہے
۔۔۔

۱۔ ” ”نکار“ پاکستان، کراچی، جموری فرودی ۱۹۷۵ء، ص ۲۳

دسویں پاپ

متعارفات، متعلق بغالب اور ڈاکٹر فرمان

---ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کی شناسائی کو
فرودگہ عام دینے میں بھی کوئی دیقند فروگذ اشتھیں
کیا۔

۱۳۱

۔۔۔ غالباً بیان ادب میں ڈاکٹر فرمان فتحیہ ری کی ایک خاموش
خدمت، غالب شناسوں کے جواہر کو ازسرنو سامنے
لانا، گویا "نایاب کو دستیاب" بنانا بھی ہے۔ انہوں نے "نگار" کے
ویسے سے نیاز فتحیہ ری، حضرت موبالی، بیان، ڈاکٹر طیق
المجمم، صادقین اور علیم فاروقی وغیرہ کے غالب سے تعلق کی
نوعیت اور اہمیت کو واحد اگر کہا، اور خوب کیا!

ڈاکٹر سید معین الرحمن

میکن ڈاکٹر سید محسن الرحمن کی تازہ تصنیف "حقیقت غالب" کے مطالعے سے اندازو ہوا کہ ابھی بہت کچھ لکھتا باقی تھا۔ حق یہ ہے کہ "حقیقت غالب" کی معرفت مطالعہ غالب کی نئی جتنی پسرا آتی ہیں اور غالب اور غیر غالب کی بعض ایسی گزینیں ملختی ہیں جو ابھی تاذیہ و تکشید و تحسین۔"

لگئے، اپنے مقام کی جمع و ترتیب کے ایام میں، ڈاکٹر سید مسیح الرحمن کے ذمہ
غالبیات میں "تحتین غالب" کے بارے میں ڈاکٹر فتح ری کی اصل قلمی تحریر جلاش کرنے میں
کامیابی ہوئی۔۔۔۔۔ یہاں اس کا عکس محفوظ کیا جا رہا ہے۔ اس قلمی تحریر کا امتیاز یہ ہے کہ
"تحتین غالب" کے فلاپ پر، اس تحریر کا صرف ایک حصہ پھیلا ہے۔

خاتم برائتی کو کجا پکھے کھلایا رہ جائے اور حکمیت کا خاتم
ہی سے مکن۔

أولى تأليهاتكم يسألكم الله ربكم
كم مصراً - ثم أذريهم من العرش
شغور نافع - كم مصالح - ثم أذريهم من العرش
لهم سك - حق - بعدها يتحقق حالفكم كم مصالح ينالون
علمكم ينالون كلامكم العرش يتحقق - ثم يعود العرش بأذريهم من العرش
خواص - كلامكم العرش يتحقق - ثم يعود العرش بأذريهم من العرش
لهم شفاعة في عروضكم - خارج على مصالحكم العرش ينالون

حضرت مسیح کو اپنی نئے عالمیں سات سو کام کر کر
لے اب تک دُنیا میں کے سارے اسلامی و مسیحی مکانات پر
امروز صادقہ مسلم دعائیں خالق کے نام پر اور نماون میں پر
خیرتی عالیٰ کی سرورت اعلیٰ نئے عالم کی شہر دریافت اور
یہ روحی کفالت و حکم کی حیثیت میں کام و رسانی میں مصلحت
کی ہے وہ مکریتی علم ہے اور مدد و میٹھیتی ختنہ نام فخر ہے
کہ مولانا محمد سعید کے اور اکٹھ دینیانی کے ساتھ یہ بھی شہادت
کی وجہ پرستی میں رکھا ہے۔ مجدد الفیضی ختنہ نام فخر ہے
مسیح شریف پر کراہ کی کامیابی میں ایک دوسرے اور اس کی
خوبیت مصروف کیوں نہ ہے۔

متعلق ب غالب

تعارف

ڈاکٹر فرمان فتحی ری جہاں حقیقت و تجید کے ذریعے اپنے متعدد مقالات اور ادبی نگارشات میں غالب سے اپنی عقیدت کا اٹھار کرتے رہے ہیں، وہاں انہوں نے کئی غالب شناسوں کے جواہر بھی متعارف کروائے ہیں اور اس مقصد کے لئے "نگار" ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" کے مختلف شماروں میں علامہ نیاز فتحی ری، مولانا حضرت مولہانی، میرزا واجد حسین یاس، یگانہ چینیزی، صادقین، آفتاب احمد نماں، مختار الدین احمد، ڈاکٹر اسلام پروین، ڈاکٹر ظہرا اور شمس الرحمن غارودی کے غالب سے تعلق کی خوبیت اور اہمیت کو واضح کیا ہے۔ یہاں کچھ ایسے "تعارفات" کو زیر بحث لانا بے عمل نہ ہو گا۔

(۱)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے علامہ نیاز فتحی ری کی شرح دیوان غالب بعنوان "مشکلات غالب" کو غالب سے دستیاب صورت دینے کی غرض سے اس کا نصف اول حصہ "نگار" اکتوبر ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں شائع کر دیا اور پھر "نگار" جنوری ۱۹۹۴ء کے شمارے کو اول الذکر شمارے کا ضمیر قرار دیتے ہوئے اسے "مشکلات غالب" کے بقیہ نصف حصے پر محيط کر دیا۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری "مشکلات غالب" کی اہمیت دو خاص پہلوؤں سے یاد کرتے ہیں:

- اول: اردو کے ایک عظیم شاعر غالب کے کلام کی شرح ہے۔
- دوم: بیسویں صدی کے ایک عظیم فناوی کی ترجمان ہے۔ (۱)

۱۔ "ملاحظات" "نگار" اکتوبر ۱۹۹۳ء، ص ۲

ای ہنا پڑا کمز فرمان فتحی ری اپنے اس اقدام کو غالب اور نیاز دونوں کی تضمیں میں مدھما رخیاں کرتے ہیں۔

(۲)

محی ۱۹۹۵ء کا "نگار" علامہ نیاز فتحی ری اور مولانا حضرت مولہانی سے متعلق ہے۔ اس کی بیادی وجہ محی میں مولانا حضرت مولہانی (۱) اور علامہ نیاز فتحی ری (۲) کی رحلت ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مطابق یہ دونوں غالب کے شیدائی تھے اور دونوں نے کلام غالب کی شرح لکھی۔ اسی مناسبت سے مذکورہ شمارے میں مولانا حضرت مولہانی (۳) اور علامہ نیاز فتحی ری (۴) دونوں کی شروع کے نمونے کے طور پر غالب کی تعداد دیوان کی ۲۸ دویں غزل تک کی شرح کی گئی ہے۔ یہ شمارہ مولانا حضرت مولہانی اور علامہ نیاز فتحی ری غالب ہمیکا عکاس ہے۔ یہ شمارہ، حضرت، نیاز اور غالب سے ڈاکٹر فرمان کی محبت کا مظہر بھی ہے۔

(۳)

"نگار" جنوری ۱۹۹۲ء کا شمارہ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے نیاز فتحی ری کے ایک مقالے " غالب کی فارسی شاعری" (تفلی مطالعہ و محاکمہ) کے زیر عنوان شائع کیا ہے۔ یہ مقالہ غالب کی فارسی شاعری کے متعلق ہے۔ ڈاکٹر فرمان کے خیال میں مذکورہ مقالہ فارسی شاعری میں غالب کے مقام درتیہ کو تحیین کرتے ہوئے غالب کو اردو کے ساتھ ساتھ۔

۱۔ محی ۱۹۹۵ء

۲۔ محی ۱۹۹۲ء

۳۔ "شرح دیوان غالب"

۴۔ "مشکلات غالب"

قاری کا بھی عظیم المرتبت اور موثر شاعر ثابت کرتا ہے۔ اس کی اہمیت کو یاد کرتے ہوئے
ڈاکٹر فرمان فتحی ری تکھتے ہیں:

" غالب کے اردو کلام کے حق میں جو کام ڈاکٹر عبد الرحمن
فتحی ری کے مقابلے "محاسن کلام غالب" نے کہا تھا، وہی کام
غالب کے قاری کلام کے سلسلے میں نیاز فتحی ری کے اس مقابلے
نے کی۔" (۱)

یہ مقابلہ نیاز فتحی ری کی تحقیدی کتاب "انتقادیات" میں شامل ہے۔

(۲)

"نگار" کا ۱۹۸۷ء کا سالانام "غالب نبر" مطابعات غالب سے متعلق نیاز
فتحی ری کی تحریروں پر مشتمل ہے۔

غالب پر علامہ نیاز فتحی ری کی کوئی تایف یا کتاب نہ ہونے کے باعث عام رائے
یہ تھی کہ نیاز کو غالب سے کوئی خاص دلچسپی نہیں اور اگر ہے بھی تو صرف اس تدریک وہ غالب
کو مومن سے کمتر درجے کا شاعر خیال کرتے تھے کیونکہ علامہ نیاز فتحی ری نے ۱۹۲۸ء
میں "نگار" کا مومن نمبر شائع کیا تو اپنے مقابلے کا آغاز اس طور پر کیا:

"اگر میرے سامنے اردو کے تمام شعراء حقد میں وہاڑیں کا
کلام رکھ کر مجھ کو صرف ایک دیوان حاصل کرنے کی اجازت
دی جائے تو بدلنا مل کبوں گا کر مجھ کیتے مومن دے دواور
باقی سب انداز کر لے جاؤ۔" (۲)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے کوئہ غالب نبر میں علامہ نیاز فتحی ری کے غالب سے تعلق
خاطر کو ان کی مختلف تحریروں کے مقابلے سے یاد کرتے ہیں۔ ان میں ۱۹۳۲ء کا "نگار" ،

۱۔ "نگار" جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۶۔

۲۔ "مطابعات" ، "نگار" ، نومبر ۱۹۸۷ء (سالانام) غالب نبر

"غالب کی شوہنیاں" نمبر، اگست ۱۹۳۳ء کے "نگار" میں شامل یا ز فتحی ری کا معز کے آراء
مخصوص، "لکھنے والے رنگ رنگ" اور یا ز فتحی ری کی شرح دیوان غالب بعنوان "مشکلات
غالب" شامل ہے۔

علامہ نیاز فتحی ری کی غالب شاہی کے مقابلے سے عام خیال اور مخالف طبق کو دور
کرنے کی غرض سے ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" ۱۹۸۷ء (سالانام) "غالب
نبر" میں ان تحریروں کو مخون کر دیا جو غالب کے سلسلے میں نیاز فتحی ری نے تکھیں۔

(۵)

"نگار" اپریل ۱۹۹۳ء کا ٹیکٹہرہ سیر زاد اجد حسین یاس و یگانہ چکنیزی سے متعلق
ہے۔ یگانہ اردو غزل کی تاریخ میں بکسر منفرد حیثیت رکھتے ہیں اور غزل میں ان کا لجد اور
السوب ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مطابق سودا، آتش اور غالب کے لبجھ کا سراغ دتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" کے نذکورہ ٹیکٹہرہ میں یگانہ کی مشہور
کتاب "غالب تکن" کے پہلے ایڈیشن کو شائع کیا ہے۔
"غالب تکن" حقیقتاً اپنی ابتدائی صورت میں ایک تدریس خویل خط تعالیٰ جو
۱۹۳۲ء میں مسعود حسن رضوی کے نام یگانہ نے لکھا تھا، پھر ۱۹۳۳ء میں اسے چھوٹی تلقی کے
بیس (۳۲) صفحات میں بصورت کتابی شائع کر دیا تھا۔

"غالب تکن" کا دوسرا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ شائع ہوا۔

ڈاکٹر نجیب جمال نے اس دوسرے ایڈیشن کو ہنیاد بنا کر اسے اپنے گرائی قدر
مقدے کے ساتھ شائع کیا۔ یہ اضافہ شدہ ایڈیشن (مطبوعہ ۱۹۳۵ء) دستیاب ہے لیکن پہلا
ایڈیشن چونکہ بہت سی نظر سے ہنوڑا جمل ہے، پھر اس ایڈیشن کو عام کرنے کی غرض سے
"نگار" کے اپریل ۱۹۹۳ء کے ٹیکٹہرے میں پہلے ایڈیشن کی فونو کا نی ڈاکٹر نجیب جمال کے
تفصیل مخصوص کے ساتھ شائع کی گئی تھی، جو سیر زاد اجد حسین یاس و یگانہ چکنیزی کی غالب پر
تحقیق و تحقید کی نویعت کو واضح کرتی ہے۔

(۶)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "نگار" فروری ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں " غالب کی شرحی" کے عنوان سے آنکاب احمد خاں کے مضمون کو تعارف کر دیا ہے۔
مذکورہ مضمون میں آنکاب احمد خاں نے غالب کے اس اڈے عالی صحیح حق کا علم اس کو سمجھے جو لفظ کہ غالب بیرے اشعار میں آدے

کو حقیقت پرمنی خیال کرتے ہوئے اس کے جواز میں "دیوان غالب" کی شرح نویسی کا حوالہ دیا ہے۔ شرح نویسی کا یہ سلسلہ حیات غالب سے لے کر آج تک قائم ہے۔ غالب کی محلی یا جزوی شروعوں کے حوالے سے آنکاب احمد خاں نے پچاس (۵۰) سے زائد شروعوں اور ان کے شارحین کے نام اپنے مقامے میں درج کئے ہیں۔ اس حوالے سے مقابلہ کارنے کا علم غالب پر ایک تصنیفات کا بھی حوالہ دیا ہے جو دیوان غالب کی مضمون شرح کا درجہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے "دست زرفاش" پر تبصرے کا حوالہ دیا گیا ہے کہ:

"سبا کبر آبادی نے بھی دیوان غالب کی محلی تصنیف کی ہے لیکن یہ بھی طباعت و اشاعت کی منتظر ہے۔" (۱)

(۷)

"نگار" پاکستان کا اکتوبر ۱۹۸۸ء کا شمارہ ۳۔ انصاری اور شمس الرحمن فاروقی کے مضمون پر مشتمل ہے۔ ان مضمون میں غالب پر ڈاکٹر فتحی اور عالی صحیح و حقیقت غالب اور غالب" بھی شامل ہے جسے ڈاکٹر فرمان فتحی ری تصنیم و حقیقت غالب کے سلسلے میں کئی اعتماد سے گمراہیز اور توجہ طلب قرار دیتے ہیں۔ ابتداء ادب میں چونکہ بت پرستی کی روایت عام

۱۔ "کلام غالب کی شرحی" مضمون نگار، آنکاب احمد خاں، مٹھوں "نگار" فروری ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۹۔

ہے اور غالب کے سلسلے میں بھی مردوج ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری اس روایت کے چائل نہیں۔ وہ حقیقی کو سامنے لانے پر زور دیتے ہیں اور اسی حوالے سے ڈاکٹر فتحی انصاری کے مضمون کو ان الفاظ میں سراہتے ہیں:

"ڈاکٹر فتحی انصاری صاحب نے پہلی بار اس طرف توجی ہے
اور نہایت مدد انداز میں اہل تقدیر و نظر کو کم سے کم غالب کے
سلسلے میں رہا اعجال اختیار کرنے کا مخورہ دیا ہے۔" (۱)

"نگار" کے مذکورہ تصریحے میں ڈاکٹر فرمان نے شمس الرحمن فاروقی کا مضمون "انداز گھنکلو کیا ہے؟" شامل کیا ہے اور ساتھ ہی اپنے مضمون "کلام غالب میں استھنام" کو بھی اسی شمارے میں شامل کیا کہونکہ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے خیال میں غالب پر شمس الرحمن فاروقی کے مذکورہ مضمون اور "کلام غالب میں استھنام" کے درمیان تو اردو زبانی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ (۲) اس ممائش کے پیش نظر عاصرا عجاز نے بھی اس کلکتے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ

"شمس الرحمن فاروقی کے اس مضمون کو ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے
ایک معروف مقامے " غالب کے کلام میں استھنام" (مطبوعہ
نگار، لکھنؤ، مئی ۱۹۵۲ء) کے ساتھ ملا کر پڑھنا لطف اور بصیرت
کا سامان فراہم کر رہا ہے۔" (۳)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری اور عاصرا عجاز کی اس رائے کی ہائیڈ ڈاکٹر سید محمد بن الرحمن نے بھی کہے۔ (۴)

۱۔ "نگار"، اکتوبر ۱۹۸۸ء، ص ۷

۲۔ "نگار"، اکتوبر ۱۹۸۸ء، ص ۵

۳۔ " غالب ناہد"، تحریکی مطابود تھیس، عاصرا عجاز، ۱۹۹۳ء

۴۔ "ڈاکٹر فرمان فتحی ری اور غالب شاہی" مضمون "نقوش غالب" ایڈسٹریشن الرحمن، ص ۲۵۹، ۱۹۸۷ء، ص

چنانچہ ڈاکٹر فرمان نے اسی لگتے کے جواز میں اپنے اور شس ارٹس فارڈتی کے مضمون کو نہ کوہہ شمارے میں ایک ساتھ شائع کیا ہے۔

(۸)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "ٹکار" پاکستان کی اپریل ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں ڈاکٹر الدین احمد کے بارے میں اہم معلومات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں ڈاکٹر الدین احمد کی ایک وجہ شہرت بطور غالب شناس بھی جانتی ہے۔ اس محمد کے پیش نظر مالک رام کی مرتبہ کتاب "نذرِ حکیم" سے مقالات کا انتساب بھی کیا گیا ہے جن میں سے "تصنیف و تایف" کے زیر عنوان ڈاکٹر الدین احمد کی تصانیف میں غالب پر ان کی کادشوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

غالب سے متعلق ان کے ادبی، علمی اور تحقیقی مفہومیں " غالب ہاں" کی زینت ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر الدین احمد نے بعض رسالوں کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں جن میں مالک رام نے "علی گزہ میگزین" ۱۹۲۸ء کے " غالب نمبر" کا فصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ (۱) جس کو بعد ازاں حذف و اضافے کے ساتھ "احوال غالب" اور "نقش غالب" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

مالک رام کی مرتبہ "نذرِ حکیم" کے علاوہ اس طوب احمد انصاری بھی "ٹکار" کے نہ کوہہ شمارے میں شامل اپنے مضمون "ڈاکٹر الدین احمد" ایک دوست "میں ان کا ذکر بطور غالب شناس کرتے ہیں اور ڈاکٹر الدین احمد کی تصنیف "احوال غالب" میں غالب کے صدر کتاب اخلاق کے کو ایک تحقیق کا درج ہے یہ ہیں۔ (۲)

مددوچہ بالامشوالت کے پیش نظر "ٹکار" پاکستان کا فروری ۱۹۸۹ء کا شمارہ ڈاکٹر الدین احمد کے حوالے سے بہت سی غیر معلومات کے ساتھ ان کی غالب شناسی کا احاطہ کرتا ہے۔

۱۔ "ٹکار" پاکستان فروری ۱۹۸۹ء، ص ۳۳

۲۔ "ٹکار" پاکستان فروری ۱۹۸۹ء، ص ۴۲

ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے "ٹکار" پاکستان کی اپریل ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں ڈاکٹر اسلم پرویز کی کتاب "بہادر شاہ ظفر" مطبوعہ اجمیں ترقی اردو و ملی کو تعارف کر دیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے خیال میں یہ کتاب بہادر شاہ ظفر کی شخصیت اور شاعری کو پہلی مرتبہ پوری آب و تاب اور صداقت و حقائق کے ساتھ سامنے لاتی ہے۔
بہادر شاہ ظفر کی زندگی غالب سے بھی علاقہ رکھتی ہے۔ اسی متعلق کو بھی نہ کوہہ تصنیف میں بیان کیا گیا ہے۔ غالب، بہادر شاہ ظفر کے اسناد تو ڈوقت کی وفات کے بعد ہوئے لیکن تکمیل متعلق سے ان کا تعلق اس سے پہلے ہی قائم تھا۔

۱۲ جولائی ۱۸۵۰ء کو بہادر شاہ ظفر نے غالب کو "نجم الدول" و "بیر الملک" نظام بیٹھ کے خطابات عطا کئے اور با تابع دہ ملازمت دے کر انہیں فارسی زبان میں خاندان تیموری کی تاریخ لکھنے کا کام پر دیکھا۔ ۱۸۵۲ء میں ڈوقت کے انتقال کے بعد شاہ ظفر، بہادر شاہ سے اصلاح یعنی لگئے۔ یہ سلسلہ ۱۸۵۷ء تک جاری رہا جس کے بعد بہادر شاہ ظفر معزول کر کے رکھوں بچھ دیئے گئے۔ (۱)

ڈاکٹر اسلم پرویز نے "بہادر شاہ ظفر" کے اسناد کے ضمن میں یہ واضح کیا ہے کہ ظفر کی شاعری پر شاہ نصیر، ڈوقت اور غالب کا اثر نہیں تراز یاد و تھی اور انہی اثرات نے ظفر کے مذاقِ خن کو نکھارا۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا ڈاکٹر اسلم فرنی کی تصنیف "بہادر شاہ ظفر" کو تعارف کر دانے کا ایک مقدمہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ظفر اور غالب کے تعلق کے حوالے سے غالب کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

۱۔ "ٹکار" اپریل ۱۹۸۸ء، ص ۲۲

(۱۰)

"نگار" جولائی ۱۹۹۲ء کا اداری "تصوف اور غالب" کے عنوان سے ہے جس میں ڈاکٹر فرمان فتح ری نے غالب کے کلام میں تصوف کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے سید محمد مصطفیٰ صابری کی تصنیف "غالب اور تصوف" کی اہمیت کو نمایاں کیا ہے اور ساتھ ہی اس شمارے میں اس تصنیف کے چند اجزاء کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

غالب کی انفرادیت یہ ہے کہ غالب شاعری کا سلسلہ حیات غالب سے ہاں جاری ہے بلکہ زیادہ جوش و خروش سے روایا دوایا ہے۔ اس کی وجہ بلاشبہ غالب کی شخصیت اور شاعری کے حیرت انگیز نکات درموز ہیں۔ البتہ ڈاکٹر فرمان کے مطابق غالب کے اس اذعاب:

یہ مسالگ تصوف یہ تحریا بیان غالب

تھے ہم دلی سمجھتے جوند بادہ خوار ہو جا

کی جانب بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ ان کی نظر میں تصوف کے حوالے سے سید محمد مصطفیٰ صابری کی کتاب "غالب اور تصوف" قابل ساخت ہے۔ اس تصنیف کی اہمیت وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"صاحب تصوف اور شاعری دونوں کے شناور معلوم

ہوتے ہیں۔ تجھی انہوں نے اپنے موضوع سے ہر طرح انصاف

کیا ہے اور غالب آگاہی کے ساتھ ساتھ تصوف کا ثبوت بھی دیا

ہے۔"(۱)

گویا "نگار" کے مذکورہ شمارے میں ڈاکٹر فرمان فتح ری نے سید محمد مصطفیٰ

صابری کے غالب سے تعلق کی نویسیت کو متعارف کر دیا ہے۔

"نگار" کا فروردی ۱۹۸۸ء کے شمارے کا اداری "غالب کے خطوط" کے عنوان سے ہے۔ جس میں غالب کو ظیم شاعر کے ساتھ عظیم نژادگار بھی بتایا گیا ہے۔ غالب کی نظر جو ان کے خطوط پر مشتمل ہے، انہیں اردو کی عام نثری تاریخ میں بھیث صاحب طرز نژادگار نہایت بلند و ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔ سبی وجہ ہے کہ ان خطوط کی ترتیب و تدوین کی طرف بہت سے اہل علم نے توجہ دی۔ ان میں ڈاکٹر خلیق احمد کا نام ایک محترم مقام رکھتا ہے۔ "نگار" کے اس شمارے میں ڈاکٹر خلیق احمد کے مرتب کردہ "غالب کے خطوط" کے تقدیمی ایڈیشن کا تعارف کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر خلیق احمد کا تعارف اور ان کی تصنیف کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح ری تجھیں و تقدیم دونوں میں ان کے قلم کو رسمہ اعتبار دیتے ہیں اور دو موضوعات کو ان کی خاص دلچسپی کا حامل قرار دیتے ہیں۔ ایک غالب اور دوسرا سبق تقدیم۔ ان دونوں دلچسپیوں کا بھرپور احکام ڈاکٹر خلیق احمد نے "غالب کے خطوط" کے تقدیمی ایڈیشن میں کیا ہے۔ ساتھ ہی اس میں غالب کے خطوط کا تحقیقی و تقدیمی جائزہ بھی لایا گیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح ری نے اس اداری میں غالب کے خطوط کے پہلے ایڈیشنوں کی خصوصیات اور ان کے مخلوقات کا ذکر کیا ہے اور پھر ڈاکٹر خلیق احمد کے مرتب کردہ تقدیمی ایڈیشن کے امتیازات کو نمایاں کر کے ان کی انفرادیت کو اجاگر کیا ہے۔

خطوط غالب کی ترتیب و تدوین کا کام ڈاکٹر خلیق احمد نے کم و بیش پانچ پانچ سو صفحات کی چار جھیم جلدیوں میں کمل کیا ہے، اس کی جلد اول کے متعلق ڈاکٹر فرمان فتح ری میں:

"جلد اول کا تحقیقی و تقدیمی مقدمہ سوا دو سو صفحات پر مشتمل ہے
گویا "خطوط غالب" پر ایک کمل کتاب ہے۔"(۱)

"نگار" کے اس شمارے میں ڈاکٹر فرمان نے "غالب کے خطوط" مرتبہ ڈاکٹر

ظیق انجم، جلد اول کے مقدمے کا صرف ایک جزو متعارف کروایا ہے جس کا تعلق خطوط
 غالب کے مختلف ایڈیشن، املاکی خصوصیات اور بعض اخالوں کے استعمال سے ہے۔

مذکورہ مطلولات کے پیش نظر، 'نگار'، فروری ۱۹۸۸ء کا شمارہ پیشہ ڈائزن ظیق
انجم کی غالب شایعی کا اعتراض اور عکاس ہے۔

گیارہواں باب

لبطور غالب شاس ڈاکٹر فرمان فتحپوری کا مقام و مرتبہ

فرمان صاحب نے غالب کو "شاعر امروز و فرد"، سمجھ کر محض حسین،
تو صیف کا رکی فریضہ ادا نہیں کیا۔۔۔ کسی شاعر کو بیک وقت شاعر امروز و
فرد اکھلائے جانے کا حق صرف اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے دل کی
دھڑکنوں میں ہر انسان کے دل کی آواز سن سکے۔۔۔ فرمان صاحب نے
غالب کو اسی مفہوم میں شاعر امروز و فرد کہا ہے اور ان کی تحقیق کی خوش
تجیہی اور تجید کی خوش تجیہی نے ان کے احسان اور دعوے کو خوش بیانی
کی ٹھیک دی ہے۔۔۔ بالکل شخصی سطح پر فرمان صاحب نے غالب کو ایک بطل
عظیم کے پیکر میں بھی دیکھا ہے اور اس کی ذات میں انہیں بھروسی کے
جلوے بھی نظر آئے ہیں اور ان دونوں صیہتوں کی انہوں نے پوری طرح
فرانگ دلی سے داد دی ہے۔ اس کے باوجود فرمان صاحب کی تحقیق اور
تجید دونوں کا دامن افراط و تفریط کی دست نہ دے سکھنا رہا ہے۔

پروفیسر سید وقار عظیم

فرمان صاحب ہمیشہ سے غالب پرستی اور غالب کے طرف دار ہیں لیکن
اطلی ذوق شعر رکھنا اور غالب کی طرف داری کرنا دونوں ایک ہی بات
ہے۔ فرمان صاحب نے غالب کی جتنی گریں بھوپی ہیں، وہ واقعی ہمارے
جیسے طالب علموں کی صحیح قسم کی غالب بھی کی طرف اشارہ ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری عہد حاضر کے نامور اہل قلم اور رانشور ہیں جو بطور خاص ایک
نخاد، محقق، مورخ، ادیب، شاعر، انسان پرداز، مقرر اور مہتر کی حیثیت سے پہچانے جاتے
ہیں گویا ڈاکٹر فرمان فتحی ری ایک پبلودار اور ہمہ گیریں حیثیت کے ماںک ہیں۔ اس منوع
حیثیت کا ایک زاویہ تحقیق و تحریک غالب کی صورت میں اجاگر ہوتا ہے جو بلاشبہ اپنی شال
آپ ہے۔

تحمید غالب سے متعلق ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا پہلا دستیاب مقالہ " غالب کے کلام
میں استفہام" کے زیر عنوان میں ۱۹۵۲ء کے ٹکڑا (لکھنؤ) میں شائع ہوا۔ اس مقالے
میں کلام غالب میں کلات استفہام کی اہمیت اور نوعیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی انفرادیت
کے پیش نظر اسے غالب پر اور بھلی مضمون خیال کرتے ہوئے غالب کی صد سالہ
بری (۱۹۶۹ء) کے موقع پر سید فاضل محمود اور اقبال صینی کی مرتبہ تصنیف "تحمید غالب کے
سو سال" میں شامل کیا گیا۔ بعد ازاں یہ ۱۹۷۰ء میں غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی بھلی
کتاب " غالب، شاعر امرزو ز فرد " کی زینت ہنا۔

اس مقالے کی اہمیت کو پہلان کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محمد الرحمن لکھتے ہیں:

"کلام غالب کے استفہامی لب ولیج کے بارے میں اس خیال
افروز اور خیال انگیز مقالے نے خود فکر کی راہیں بھائیں اور
بعد کے نامور نخادوں نے اس چراغ سے چراغ روشن
کیا۔" (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے اپنے ایک بیان کے مطابق تضمیں غالب کا شوق انہیں بچپن سے تھا اور اسی
والہانہ محبت کے نتیجے میں انہیں مکمل دیوان غالب بچپن میں ہی یاد ہو گیا تھا۔ (۱)
" غالب کے کلام میں استفہام" کے بعد ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے غالب سے متعلق
متعدد تحریکی، تحقیقی اور شتم تحریکی نوعیت کے حامل مقالات مختلف رسائل کی زینت
بنتے رہے اور غالب سے ان کی عقیدت اور لگا و ملکی اور ادبی طقوس خصوصاً معتقدین غالب
پر آشکار ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ عہد حاضر میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا شمار متاز غالب شاہزاد
میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ڈاکٹر سید محمد الرحمن کے خیال میں:

" خوش آندھ بات یہ ہے کہ غالب کے بارے میں فرمان
صاحب ہنوز برابر سوچ رہے ہیں، لکھ رہے ہیں اور ان کا قلم
آج بھی غالب کی کھوج میں روایں دوائیں ہے۔" (۲)

غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی دو مستقل تصنیف " غالب شاعر امرزو ز و
فرد " (۱۹۷۰ء) اور " تھنا کا دوسرا قدم اور غالب " (۱۹۹۵ء) کے زیر عنوان مظہر عام
پر آئی ہیں جن کی بدولت ڈاکٹر فرمان فتحی ری کو بطور غالب شاہزاد ملکہ حاصل
ہوا۔

" تھنا کا دوسرا قدم اور غالب " میں شامل ڈاکٹر فرمان فتحی ری کا مقالہ
عنوان " کلام غالب میں نقطہ تھنا کی تکرار بطور استعارہ قفسہ آثار " اپنے موضوع کے اعتبار
سے غالباً میں نقش اذل کی حیثیت رکھتا ہے جسے ڈاکٹر فرمان فتحی ری اپنے شعور والہ شور کا

- ۱۔ "ہمکاری کا شرف" مقالہ نگار خان ظفر انگلی مشورہ ڈاکٹر فرمان
فتحی ری، (حیات و تدبیات) جلد دوم ص ۲۹۸
- ۲۔ " ڈاکٹر فرمان فتحی ری اور غالب شاہزاد " مقالہ نگار ڈاکٹر سید محمد الرحمن، مشورہ
الرحم، مشورہ "نقوش غالب" از ڈاکٹر سید محمد الرحمن، ص ۴۲۶

۱۔ " ڈاکٹر فرمان فتحی ری اور غالب شاہزاد " مقالہ نگار ڈاکٹر سید محمد الرحمن، مشورہ
نقوش غالب، ص ۲۵۹

حاصل اور ایک طرح سے اتفاقی انکشاف و تنقید کا جزو خیال کرتے ہیں۔ (۱)

ڈاکٹر فرمان فتحوری نے غالب کو رسالہ "نگار" (پاکستان) کے مختلف شماروں اور سال ناموں کے حوالے سے بھی غالب کے پڑھنے والوں کے لئے تازہ رکھا اور اس ضمن میں ان کا غالب سے متعلق ایک غیر مرتب مقالہ بعنوان "دیوان غالب سے بھی قال نکال سمجھتے ہیں" "نگار" (پاکستان) کے " غالب صدی نمبر " جنوری فروری ۱۹۶۹ کا ادارہ ہے۔ یہ مقالہ ایک آپ میں کی حیثیت رکھتا ہے اور "دیوان غالب" سے متعلق ڈاکٹر فرمان فتحوری کے ذاتی تاثرات کا فناز ہے۔ ذکرہ مقالے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری "دیوان غالب" سے اپنی عقیدت کا اظہار غالب کے اس شعر سے کرتے ہیں دیکھا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے اسی حوالے سے سید وقار علیم کہتے ہیں:

" غالب کے کلام سے اپنے ذاتی اور تجھی رشتے کا ذکر کرتے ہوئے فرمان صاحب نے یہی صفائی سے اعتراض کیا ہے کہ وہ غالب کی نبوت شعری پر ایمان رکھتے ہیں اور زندگی کے ہر مرحلے پر اسے اپنارہتا اور مشکل کریں سمجھتے ہیں۔" (۲)

یہی ذاتی ذکرہ مقالے میں ملتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتحوری کی غالب پر دو مستقل تسانیف اور غیر مرتب مقالات کے علاوہ مختلف کتابوں پر تبصرے بھی ان کی غالب شایعی کے عکاس ہیں۔ یہ تبصرے بطور غالب شایع نہ صرف ڈاکٹر فرمان فتحوری کے فکر و فتن کے نئے زاویوں اور ارتقاء کی انوکھی مزدوں

۱۔ "کتاب سے پہلے"، مٹھوں "تمن کا دوسرا قدم اور غالب" ص ۷۴

۲۔ " غالب: شاعر امروز و فردا" تبصرہ نگار: سید وقار علیم محمود "انتوش" غالب نمبر ۳، ستمبر ۱۹۶۶ء، ص ۴۰۳

کی تصدی کرتے ہیں بلکہ ان راستوں کا تھیں بھی کرتے ہیں جو ڈاکٹر فرمان فتحوری نے قرب غالب کے دامنے اختیار کیے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بجاۓ خود یہ تبصرے ادبی ایجتاد کے حامل ہیں۔

" غالب پسندی " کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتحوری کہتے ہیں کہ:

" غالب کا بے شک ہونا بھی اس کی ایک خوبی ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں۔" (۱)

اپنی رائے کی توجیہ وہ اس طرح کرتے ہیں:

" غالب کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ بہت بڑے مضمون کو دو صفحوں میں اس طرح ادا کر دیتے ہیں کہ اس مضمون کا ہر پہلو بحجوں میں آ جاتا ہے۔" (۲)

غالب شایعی کی بھی لکھن ڈاکٹر فرمان فتحوری کے علمی انتاشے میں "شرح دیوان غالب" کے خوش آنکھ اضافے کا باعث بھی جو بہت جلد جماعت کے مرطبوں سے گزر کر منتقد سن غالب کے ذیر مطالعہ اپنا مقام و مرتبہ تھیں کرے گی۔ یہ شرح اس اعتبار سے "اپنی مثال آپ" کے مترادف ہے کہ اس کی تلقین کے دوران ڈاکٹر فرمان فتحوری کے پاس مساواۓ "دیوان غالب" کے اور کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس سے استفادہ ممکن ہوتا۔ اس کے باوجود ڈاکٹر فرمان فتحوری کی غالب تھی کے باعث مکمل شرح دیوان غالب صرف دو (۲) ماہ پائی (۵) دن کا حاصل اور ہاتھ سے کاغذ پر لکھے ہوئے چار سو (۳۰۰) صفحات پر مشتمل ہے جو ڈاکٹر فرمان فتحوری کی رائے میں:

" آج کے طالب علموں کو کچھ باقی مضرور ایسی فراہم کرے گی جو ان کے لئے فائدہ مند ہوں گی۔" (۳)

۱۔ مقالہ نگار سے مکالمہ: موری ۱۸، اپریل ۱۹۹۶ء

۲۔ اینٹا

۳۔ اینٹا

غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی اپنی تھارٹسٹ جماں ان کی غالب شناسی کی عکاس ہیں، وہاں انہوں نے محدود غالب شناسوں کی تصانیف تعارف کرو اکر غالب کو محبول عام بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس مقدمہ میں "نگار" ایک اہم دلیل ثابت ہوا۔ ڈاکٹر فرمان فتحی ری نے غالب کو رسالہ "نگار" کے مختلف شماروں اور خاص نمبروں کے حوالے سے بھی پڑھنے والوں کے لئے تازہ رکھا۔۔۔۔۔ "نگار" کے مختلف شماروں میں ڈاکٹر فرمان فتحی ری، علامہ نیاز فتحی ری، مولانا حسرت مولیٰ، میرزا اوادج سینی، یاس وینگا شچنگزی، صادقین، آناتاب احمد خاں، مختار الدین احمد، ڈاکٹر اسلم پوری، ڈاکٹر ظاظ، انصاری اور شمس الرحمن قادری وغیرہ کی تحقید غالب سے مختلف کاوشوں کو مظہر عام پر لائی ہے جن سے بلاشبھ غالب کو بخشنے اور سمجھانے کے بخ درکھلتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری ایک فقاد اور حقیقت کی حیثیت سے علمی وادیٰ دنیا میں اپنا ایک مقام و مرتبہ رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی تحقید و تحقیق کے جو ہر مختلف اصناف اور تحقیقات کے صحن میں اباگر کے اور ہر تصنیف کی داداہل علم و اہل بصیرت سے پائی۔

ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے باہم میں مطہر احمد کے یہ الفاظ بہت بجا ہیں کہ:
"وہ اعلیٰ درجے کے محقق بھی ہیں اور فقاد بھی۔ حالانکہ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ محقق ایک اچھا فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح فقاد بھی بہت اچھا محقق نہیں ہن پا ہے لیکن فرمان صاحب نے دو قوں میدانوں میں اختصاص پیدا کیا ہے۔" (۱)

تحقید و تحقیق کے انجی اوساف کی بدولت ڈاکٹر فرمان فتحی ری، تحقید غالب کے سلسلے میں با جواز غالب کے گن جیس گا تے بلکہ اپنے نقطہ نظر کو تحقیق کی کسوٹی پر رکھ کر بدفل

۱۔ "فرمان فتحی ری، تحقید و تحقیق" کے شہسوار، مقالہ نگار: ڈاکٹر غلیق احمد۔ مشمولہ: ڈاکٹر فرمان فتحی ری (حیات و خدمات) ترتیب و تدوین: امراۃ طارق، جلد اول، ص ۶۳۶

انداز میں قابل اعتبار بنتے ہیں۔
 غالب سے مختلف مذکورہ تمام کاوشوں کی بنا، پر ڈاکٹر فرمان فتحی ری بطور غالب شناس علیٰ وادیٰ حلقوں میں بہیش بلند و ممتاز نظر آئیں گے۔ سید وقار عظیم نے ڈاکٹر فرمان فتحی ری کی غالب شناسی کے بارے میں بالکل صحیح کہا ہے کہ
" غالب کے کلام کے مطالعے سے ہماری جن جن نازک تجربات سے گزرتا ہے، انہیں اور اک سے الہمار میں مختلف کرنے کی سعادت کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ بلاشبھ فرمان فتحی ری کی تحقید اس قابلِ رتیک سعادت کی حصہ دار ہے۔" (۱)

۱۔ " غالب شاعر امروز و فردا" تحریرہ نگار: سید وقار عظیم، مشمولہ: "نقوش" غالب نمبر ۳، شمارہ

ضمیر اول

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب
” غالب، شاعر امروز و فردا“

تحریر:
سید وقار عظیم

مطبوعہ:
(نقوش، لاہور، غالب نمبر ۳، سال ۱۹۷۴ء)

رنگ فن اور ہزار شیوه ادبیت کی دکالات اور وضاحت کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور حقیقی نے مطلق کی خوش استدلالی اور تجید نے مطلق کی خوش فخری کی مدد سے مخفق اور فخاول کی راہ کو آسان ہاتا ہے۔

غالب کے اوپرین تعارف ٹکار، غالب اور غالب شخص کے اردو شعرا، غالب کے حالات میں پہلا مضمون، غالب کی یادگار قائم کرنے کی اوپرین تجویز، اپنی نوعیت کے اعتبار سے حقیقی۔۔۔ اور، غالب اور اقبال، غالب نوح حیدر یہ کی روشنی میں اور غالب، شاعر امروز و فردا، شم تجیدی یا ملے جطے تحقیقی و تجیدی مضمون ہیں۔ ان مضامین کی بیانی خصوصیت، میں نے مطلق خوش استدلالی کو بتایا ہے، اور مطلق میں خوش استدلالی کی شرط اس لئے کافی ہے کہ آپ کی طرح میں بھی سائنس انوں، دیکھوں، داعظوں اور مناظروں کے باحکوم مطلق کی روایتی زیوں حالی کے انبیانہ سن پکا ہوں۔ سلطروں اسندالاں نے زندگی کے ہر دور میں مطلق کو الجھادے ڈالنے اور مقاٹھے پیدا کرنے کا ذریعہ ہاتا ہے۔ مطلق مخالفوں کی جامد دری سے محققوں کے دامن بھی محظوظ ہیں، اس لئے تجھ نظری اور رہبک سری کو نیند ہی ان مخالفوں کی چھاؤں میں آتی ہے۔۔۔ لہذا مطلق، خوش استدلال ہیں تو اس کا عدم وجود برادر ہے۔ بھی، سمجھ اور دیانت دارانہ حقیقی کا راست ہی خوش استدلالی کا راستہ ہے اور یہ بات، ان سب مضامین میں بد رجہ اتم موجود ہے جن کے نام، میں نے ابھی لئے۔

فرمان صاحب، ہات ایک چھوٹے سے دھوے سے شروع کرتے ہیں۔ اس دھوے کی صفات کے اثاثات میں صاف، سیدھے اور واضح مفری اور کبریٰ قائم کرتے ہیں اور ان سے ایک صریکی تجیہ اخذ کر لیتے ہیں۔ یہ تجیہ فوراً اسی ایک سے مطلق قیاس کا مقدمہ بنتا ہے اور مفری و کبریٰ کی ایک، نئی ترتیب، کسی اور تجیہ کے استنباط کا ذریعہ بنتی ہے۔ مقدمات، مفرد، ملت اور مرکب قضیات کی ترتیب، قیاس، انتظام، استقراء، استنباط اور استخراج کے کئی مرطبوں سے گزرتی ہوئی، یہ مطلق بالآخر کسی ایسی روایافت کا سبب بنتی ہے جسے اوب کے مسلمات میں جگہ لئتی ہے۔ فرمان صاحب کے حقیقی مضامین نے مطلق کے اسی

"غالب: شاعر امروز و فردا"

وقایر عظیم

غالب کی سویں بری گذر پچھی تکمیل اس کی آمد آمد کے ساتھ علم و ادب کی دنیا میں جو پہل پیدا ہوئی تھی، اس کا زور اب تک نہیں ختم۔ حقیقی و تجید نے اس عظیم انسان اور عظیم شاعر کی عالمت کے اعزاز کے جو منصوبے بنائے تھے، ان کی تحریک کا سلسلہ اب بھی چاری ہے اور تھوڑے تھوڑے و تھے کے بعد غالب پر کوئی نہ کوئی تحقیق، تجیدی یا ملی جمل تحقیق و تجیدی کتاب شائع ہو جاتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ حقیقی و تجید کا یہ صدقہ چاری یوں ہی چاری رب ہے گا اور خدا کرے کہ چاری رب ہے کہ غالب کے قلروں کی نازگی اور بیکھی اسی کا تھا شاکری ہے۔

اس صدقہ چاری ہی کی نازہ ترین صورت ڈاکٹر فرمان فتحی ری کے مضامین کا مجموع "غالب، شاعر امروز و فردا" ہے۔ اس مجموعے میں پدرہ تحقیقی اور تجیدی مضامین شامل ہیں جن میں غالب کی شخصیت اور شاعری کو مختلف زاد بیوں سے دیکھا، جانچا اور پر کھا گیا ہے اور فن اور فنکار دنوں کی ایسی تصور ہیانے کی کوشش کی گئی ہے جس کے خلاف موزوں اور متناسب ہوں اور رنگ و آہنگ دل آویز اور جاذب نظر۔ یہ منصب جس سیلیخ اور انداز سے ادا کیا گیا ہے، اس میں ہر جگہ نازگی و گلشنگی ہے اور پڑھنے والا ہر مضمون پڑھ کر، یہ محسوس کرنے پر مجبور ہے کہ غالب کے کلام کا مرتبہ و مقام یہ ہے کہ اس میں اب بھی ہادیل و توجیہ کے سنتے رہنگل سکتے ہیں۔۔۔ بڑھنے غالب کے ساتھ تحقیق، تفسیر اور فقاد کا ذہنی اور جذباتی تعلق، زندگی بھر کی رفاقت، رسمازی، خلوص اور یہاں گفت کا تجھ ہو۔ یہ سب مضامین بقول مصنف، غالب کی بہشت پہلو: ات، جامع الصفات شخصیت، صد

امداز پر جمل کر کئی ایسی باتیں دریافت کی ہیں جنہیں ادب کی دنیا میں اعتبار کا درجہ ملا ہے۔ مختل کے جن مرطون کا ذکر میں نے ابھی ان حقیقی مظاہم کے سلسلے میں کیا، ان میں بڑی سبک رفتاری سے ابھرنے اور آگے بڑھنے والی تیلیل کی کیفیت ہے۔ جو شوق اور تحقیق کو ابھارتی، ذہن کو تک و یقین کے زیر و بم سے گزارتی ایک ایسے انجام تک پہنچنے ہے جو ہر پڑھنے والے کے لئے قابل قبول ہو۔ مختل استدلال کا ایک اور وصف جوان سارے مظاہم میں جاری و نساری ہے، اس کے لئے کی ایسی ملت اور بردباری ہے جس نے تخلف روی اور دل داری کو ہمیشہ اپنار فیق اور دوسارے ہایا ہے۔ اس تحقیق نے دیانت و داران اور محبت آمیز دکالت کو اپنا دلخیلہ ہایا اور ہمیشہ خوش بیانی سے اسے پورا کیا ہے۔

محبوعے کے تختیدی مظاہم میں بدیکی طور پر تازگی، قلنگی اور خوش بیانی کا دعف اس سے بھی زیاد ہے جتنا حقیقی مظاہم میں اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔ حقیقی مظاہم جس طرز استدلال کا مطالبہ کرتے ہیں، اس میں ذہنی عمل کو زیادہ دھل ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں شاعری کے خلاف پہلوؤں پر لکھتے ہوئے تختیدی مظاہم میں تبرے اور حسین کے مرٹے، دل کی راہ سے طے ہوتے ہیں اور بھی فرق، تازگی، قلنگی اور خوش بیانی کے مدارج میں فرق پیدا کرتا ہے۔

غالب کے کلام سے اپنے ذاتی اور شخصی رشتے کا ذکر کرتے ہوئے فرمان صاحب نے بڑی مطابقی سے اعتراف کیا۔۔۔ کہ وہ غالب کی:

”نبوت شعری پر ایمان رکھتے ہیں اور زندگی کے ہر مرطے پر اپنارہننا اور مشکل کشا بکھتے رہتے ہیں۔۔۔“

شاعر اور اس کے تاری کے ہاتھ متعق اور رشتے کی نوعیت اس حد تک چند باتیں ہو کر وہ اس کا پرستار ہیں جائے تو تحریف و توصیف میں اسے غلو اور انفرادی کی حدود سے گزر جانے کا حق بھی پہنچتا ہے۔ کسی کو اس سے اس کا یہ حق چھین کا اختیار نہیں۔ یہ اس کے دل کا معاملہ ہے اور دل کی شریعت اس خاص معاملے میں کسی کو دھل امدازی کی اجازت نہیں دیتی۔ چون وچرا کے عالمگیر شاعریں بیان استعمال نہیں کے جاتے۔۔۔ یہ سب کچھ

درست، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دل کے معاملے والی بات، ہوتی بڑی خالم ہے۔ اسے چھپ رکھئے تو دل نا سور بن جاتا ہے اور اسی لئے آدمی پر قانون قدرت کا جرجر ہے کہ وہ دل کی بات کو ہاہرنا لے اور ساری دنیا کو اپنے درد کا ساتھی بنائے، یوں کہ دنیا اس کے درد کو اپنا درد کھٹکنے لگے اور احساس میں سُن و تو کا فرق اور امتیاز پا تی نہ رہے۔ جھولا بینک سے شروع ہوتا ہے اور کیوں اور کیسے کے تیر دل کی بوچمار سے کلیوں چھپنی ہونے لگتا ہے۔ دل کے باہر کی دنیا، تحریف و توصیف کے اسہاب جانانا چاہتی ہے اور اپنے درد کو دنیا کا رددہ تاتے کی آرزو رکھنے والا انسان اپنی ذات سے ہاہر نکل کر دکالت شروع کرتا ہے۔

اس دکالت کا پہلا مرحلہ محابہ نفس ہے، یعنی اس بات کی جاگہ، پر کہ اور تلاش کر میں کسی کے خشن کا پرستار اور فریضت کیوں بن گیا؟ جس دل والے کو اس بات کا صحیح جواب مل جائے، وہ نکاد ہے اور جو خدا اس سمجھ بات کو لکھوں کی مدد سے دوسروں کے دل میں اس اسکے، وہ اچھا نکاد۔۔۔ ذاکر فرمان فتحوری نے غالب کی محبت، شیلی اور پرستاری کا دلائلی سفر انہیں مرطون سے گزر کر لئے کیا ہے اور ان کی سلامتی طبع نے خشن بیان کو اپنار فیض بنا کر اپنے محوسات کی پوری دنیا کو، دوسروں کے محوسات کی دنیا اپنکا پہنچا دینے کا صرکر کر سر کیا ہے۔ غالب کے کلام کے مطابع سے قاری جن جن نازک تحریج باتیں میں سے گزرتا ہے، اپنیں اور اس سے انکھار میں متعلق کرنے کی سعادت کسی کسی کے ہے میں آتی ہے۔ بلاشبہ فرمان فتحوری کی تختید اس قابل رجیک معلومات کی حصہ دار ہے۔

فرمان صاحب نے غالب کو شاعر امرود و فرد اکہ کر حکم قسمیں و توصیف کا رسی فریضہ ادا نہیں کیا۔ ان کی تحقیق اور تختید روا تی آداب در سوم کو محترم بخٹنے اور ان کی بہر دی اور پابندی کرنے کے معاملے میں بڑی قدامت پسند ہے۔ لیکن قدامت پسندی کے اس میلان کو انہوں نے سوچ کیجھ کرو اور اس سے جذباتی طور پر ہم آنکھ ہو کر انتیار کیا ہے۔ کسی شاعر کو یہ یک وقت شاعر امرود و فرد اکہلاتے جانے کا حق صرف اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے دل کی دھڑکنوں میں ہر انسان کے دل کی آواز سن لے اور جب اس کی نظر آج کے انسان اور نکل کے انسان کے درمیانی فصل و بعد سے گزر کر اس رشتے کا مشاہدہ کر سکے جس

میں قانون فطرت نے ہر عہد کے انسان کو فضل کیا ہے۔ یہ جتنی تجزی، جتنی ذور میں اور جتنی ذور س بھوگی، اسی حد تک شاعر کے فکر و تجھل کے ذریعہ ہے میں رسائی کی دو کیفیت پیدا ہو گئی جس کی بدولت وقت کی ٹھانیں سمجھیں کر ماضی، حال اور مستقبل کو ایک نقطے پر لے آتی ہیں۔ آج کا شاعر ہر دور کے انسان کے چند بے کا ترجمان ہن جاتا ہے اور اس کی شاعری میں ہر دور کے انسان کے چند بے کا ترجمان ہن جاتا ہے اور اس کی شاعری میں ہر دور کے احساس کی تعمیر کا دھن پیدا ہو جاتا ہے۔ لفظوں کے پردے میں پچھے ہوئے معانی کی تجھیں یوں محلی ہیں کہ ہر انسان انفرادی طور پر اور ہر عہد پر حیثیت مجموعی ان میں اپنی محرومی، اپنے غم، اپنی آرزو اور اپنے عزم کی تصویریں دیکھتا ہے۔ فرمان صاحب نے غالب کو اسی مضموم میں شعر امروز و فردا کہا ہے اور ان کی تحقیق کی خوش تجدی اور تجید کی خوش تجدی نے ان کو احساس اور دعوے کو خوش بیانی کی صورت دی ہے۔

بانک شخصی سطح پر فرمان صاحب نے غالب کو ایک بطل عظیم کے نیکر میں دیکھا ہے اور اس کی ذات میں انہیں محبوی کے جلوے بھی نظر آئے ہیں اور ان دونوں حیثیتوں کی انہوں نے پوری فراخندی سے داد دی ہے۔ اس کے باوجود ان کی تحقیق اور تجید دونوں کا دامن افراط و تفریط کی دست نہ سے محفوظ رہا ہے۔

(۱۹۷۱ء)

ضمیر دوم

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شناسی

تحریر:

ڈاکٹر سید معین الرحمن

مطبوعہ:

(نقوش غالب، الوقار بلکنیشنر، لاہور، ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر فرمان فتحوری اور غالب شناسی

ڈاکٹر سید معین الرحمن

غالب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری کے پندرہ مقاالت پر مشتمل ایک مجموعہ " غالب، شاعر امروز و فردا" ستمبر ۱۹۷۰ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ پروفیسر سید وقار عظیم کے لفظوں میں، کسی شاعر کو یہک وقت شاعر امروز و فردا کہلانے جانے کا حق صرف اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے دل کی دھڑکنوں میں ہر انسان کے دل کی آوازیں سمجھے اور جب اس کی نظر آج کے انسان اور کل کے انسان کے درمیان فصل و بعد سے گزر کر اس رشتے کا مشاہدہ کر سکے جس میں قاگون فطرت نے ہر عہد کے انسان کو منسک کیا ہے۔ فرمان صاحب نے غالب کو اسی مضموم میں شاعر امروز و فردا کہا ہے اور ان کی تحقیق کی خوش تدبیری اور تقدیم کی خوش تدبیری نے ان کے احساس اور دعوے کو خوش بیانی کی صورت دی ہے۔
(نقش، لاہور، غالب نمبر ۲، ۱۹۷۰ء، ص ۶۰۲)

داتھ یہ ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے جس تو اتر اور انجام کے ساتھ تقدیم اور تحقیق کو اپنا بھل اور شعار بنا یا ہے، اس کی کوئی دوسرا مثال ہماری کسی یونیورسٹی کے کسی اردو شعبے سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ غالب سے فرمان صاحب کو ایک گونہ شفف ہے۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" ان کے اسی مدۃ العمر کے عشق کا مظہر ہے۔ پندرہ مقاالت پر مشتمل اس کتاب کے بعض غالباً تحقیقی مقامیں، غالب کی زندگی کے بارے میں تین معلومات کے حامل ہیں، بعض ایک نئے تقدیمی زاویے سے غالب کے غرور فن کے مخفی گوشوں کو سامنے لاتے ہیں اور بعض مضامین میں تحقیق و تقدیم، دونوں کے خوشنگوار امتراج سے قابل قدر نہائی اخذ کئے گئے ہیں۔

غالب صدی پر بلا مذاکنی سوتا ہیں لکھی گئی اور یہ سلسلہ ایجی تک جاری ہے، خود میرے ذاتی ذخیرہ غالبیات میں صرف غالب صدی کے موقع پر شائع ہونے والی دو سو سے زیادہ کتابیں (یا کتابی اہمیت کی چیزیں) موجود ہیں لیکن باہم صرف ان چیزوں کے لئے ہے جو عامیم انسانیت کے لئے نفع بخش ہوں۔ غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کی یہ کتاب ان کے کم و بیش ایک چھ تھائی صدی کے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ فرمان صاحب کے بخطہ نظر میں ہازگی اور اسلوب میں تو انانی ہے اور اس لئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اہم کتاب، غالب صدی پر شائع ہونے والی ان سیکھوں کتابوں میں سے ایک ہے جو بیشہ زندہ رہیں گی۔ یہ کتاب پاکستان اور پاکستان سے باہر دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے صاحب میں اضافی مطالعے کے لئے جو بحیرز کی گئی ہے اور بہت شوق سے برادر پڑھی اور پڑھائی جا رہی ہے۔

غالب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری کا پہلا معلوم مقامہ " غالب کے کام میں استھنام" کے موضوع پر ہے۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" میں شامل ان کا یہ مقامہ چالیس یا لیس برس پہلے رسالہ " ٹھار، لکھنؤ، شمارہ مئی ۱۹۵۲ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ یہ کام صرف اپنے موضوع پر غالبیات میں پہلا مقالہ اور مطالعہ ہے بلکہ اب چالیس برس سے زیادہ کا عرصہ گزرا جانے کے باوجود اس کی معمونی دلپذیری اور اس کی شادابی اور ہازگی میں سر موافق نہیں آیا۔

کلام غالب کے استھنامیں اب دلچسپی کے بارے میں اس خیال افراد اور خیال اگیز مخالفے نے غور و فکر کی راہیں بھائیں اور بعد کے ہمورنقاویوں نے اس چراگ سے اپنا چراگ روشن کیا۔

جناب شخص الرحمن فاروقی نے رسالہ " غالب نام" دہلی (دہلہ، جو لاہور ۱۹۸۷ء) میں فرمان صاحب کا حوالہ دیئے بغیر " امداد از گھنٹو کیا ہے؟" کے عنوان سے غالب کے طرز استھنام کا مطالعہ کیا ہے۔ عاصمہ ایگاڑ نے بالکل درست کہا ہے کہ "مش ا الرحمن فاروقی کے اس مضمون کو ڈاکٹر فرمان فتحوری کے ایک بہت معروف مقامے " غالب کے کام میں استھنام" (مطبوعہ ٹھار، لکھنؤ، مئی ۱۹۵۲ء) کے ساتھ ملا کر پڑھنا لطف اور

میں قانون فطرت نے ہر عہد کے انسان کو منسک کیا ہے۔ یہ جتنی تحریر، بھتی ڈور میں اور جتنی ڈور رکھی ہوگی، اسی حد تک شاعر کے فکر و تجھیں اور جذبے میں رسائی کی وجہ کیفیت پیدا ہوگی جس کی بدولت وقت کی طناب میں سمجھ کر ماضی، حال اور مستقبل کو ایک نقطے پر لے آتی ہے۔ آج کا شاعر ہر دوسرے انسان کے جذبے کا ترجمان بن جاتا ہے اور اس کی شاعری میں ہر دوسرے کے انسان کے جذبے کا ترجمان بن جاتا ہے اور اس کی شاعری میں ہر دوسرے کے احساس کی تجیری کا وصف پیدا ہو جاتا ہے۔ لکھنؤں کے پردے میں چھپے ہوئے معانی کی جمیں یوں محلتی ہیں کہ ہر انسان افرادی طور پر اور ہر جمدم بہ حیثیتِ محبوبی ان میں اپنی محرومی، اپنے غم، اپنی آرزو اور اپنے عزم کی تصویریں دیکھتا ہے۔۔۔ فرمان صاحب نے غالب کو اسی مفہوم میں شاعر امرود زوفردا کہا ہے اور ان کی تحقیق کی خوش تجدیہ اور تخفید کی خوش تجدیہ نے ان کو احساس اور دعوے کو خوش بیانی کی صورت دی ہے۔

بانکل شخصی سٹل پر فرمان صاحب نے غالب کو ایک بڑی طبعی کے پیکر میں دیکھا ہے اور اس کی ذات میں اپنی محبوبی کے جلوے بھی نظر آئے ہیں اور ان دونوں حیثیتوں کی انہوں نے پوری فراخندی سے دادوی ہے۔ اس کے باوجود ان کی تحقیق اور تخفید دونوں کا دامن افراط و تغزیل کی دست نہ دے محفوظ رہا ہے۔

(۱۹۷۴ء)

حکمہ دوم

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شناسی

تحریر:

ڈاکٹر سید معین الرحمن

مطبوعہ:

(نقش غالب، الوقار پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر فرمان فتحوری اور غالب شناسی

ڈاکٹر سید مصین الرحمن

غالب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری کے پندرہ مقالات پر مشتمل ایک مجموعہ " غالب، شاعر امروز و فردا" ۱۹۵۷ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ پروفیسر سید وقار عظیم کے لفظوں میں، کسی شاعر کو یہک وقت شاعر امروز و فردا کہلانے جانے کا حق صرف اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے دل کی دھڑکوں میں ہر انسان کے دل کی آواز سن سکے اور جب اس کی نظر آج کے انسان اور کل کے انسان کے درمیان فصل و بعد سے گزر کر اس رشتے کا مشاہدہ کر سکے جس میں تاگون فطرت نے ہر ہمدرکے انسان کو منسلک کیا ہے۔ فرمان صاحب نے غالب کو اسی مضمون میں شاعر امروز و فردا کہا ہے اور ان کی تحقیق کی خوش تدبیری اور تحدید کی خوش تدبیری نے ان کے اساس اور دعوے کو خوش بیانی کی صورت دی ہے۔
(لتوش، لاہور، غالب نمبر ۳، ۱۹۵۷ء، ص ۶۰۲)

وائقہ یہ ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے جس تو اتر اور اچاک کے ساتھ تحدید اور تحقیق کو اپنا فضل اور شعار ہایا ہے ماں کی کوئی دوسرا ہماری کسی یونیورسٹی کے کسی اردو شعبے سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ غالب سے فرمان صاحب کو ایک گونہ شخف ہے۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" ان کے اسی مدد العز کے متعلق کا مظہر ہے۔ پندرہ مقالات پر مشتمل اس کتاب کے بعض خالص تحقیق مضمون، غالب کی زندگی کے بارے میں بھی معلومات کے حامل ہیں، بعض ایک نئے تحدیدی زادے سے غالب کے غلو و فن کے متعلق گوشنوں کو سائنسے لاتے ہیں اور بعض مضمون میں تحقیق و تحدید، دونوں کے خونگوار احراج سے قابل تدریس اگر اخذ کے گے ہیں۔

غالب صدی پر بالا مبناد کنی سوتا ہیں لکھی گئی اور یہ سلسلہ ایمیں جگہ چاری ہے، خود ہمہ سے ذاتی ذخیرہ عالمیات میں صرف غالب صدی کے موقع پر شائع ہونے والی دو سو سے زیادہ کتابیں (یا کتابی اہمیت کی چیزیں) موجود ہیں لیکن با صرف ان چیزوں کے لئے ہے جو عالم انسانیت کے لئے فضیل ہوں۔ غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کی یہ کتاب ان کے کم ویش ایک چوہائی صدی کے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ فرمان صاحب کے نقطہ نظر میں تازگی اور اسلوب میں تو اہلی ہے اور اس لئے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اہم کتاب، غالب صدی پر شائع ہونے والی ان سیکھڑوں کتابوں میں سے ایک ہے جو یہی شہزادہ رہیں گی۔ یہ کتاب پاکستان اور پاکستان سے باہر دنیا بھر کی جو یونورسٹیوں کے انصاب میں اضافی مطالعے کے لئے تجویز کی گئی ہے اور بہت شوق سے برادر پڑھی اور پڑھائی چاری ہے۔

غالب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری کا پہلا معلوم مقالہ " غالب " غالب کے کلام میں استھنام " کے موضوع پر ہے۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" میں شامل ان کا یہ مقالہ چالیس چالیس برس پہلے رسالہ " لکھنؤ، شاہراہ میں ۱۹۵۲ء میں چالی پار شائع ہوا۔ یہ نہ صرف اپنے موضوع پر عالمیات میں پہلا مقالہ اور مطالعہ ہے بلکہ اب چالیس برس سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کی معنوی ولپذیری اور اس کی شاراہی اور راجہ زگی میں سرسر موقوف تھیں آیا۔

کلام غالب کے استھنامیں اب وابج کے بارے میں اس خیال افراد اور خیال اگیز مطالعے نے غور و فکر کی راہیں بھائیں اور بعد کے ہامور خاقدوں نے اس چراغ سے اپنا چراغ روشن کیا۔

جناب مدرس الرحمن قادری نے رسالہ " غالب " نامہ، دہلی (شاہراہ جوالی ۱۹۸۷ء) میں فرمان صاحب کا حوالہ دیئے بغیر " انداز گنگوہ کیا ہے؟ " کے عنوان سے غالب کے طرز استھنام کا مطالعہ کیا ہے۔ عاصمہ اعجاز نے بالکل درست کہا ہے کہ " بعض الرحمن قادری کے اس مضمون کو ڈاکٹر فرمان فتحوری کے ایک بہت معروف مطالعے " غالب کے کلام میں استھنام " (مطبوعہ لکھنؤ، یونیورسٹی، ۱۹۵۲ء) کے ساتھ ملا کر پڑھنا لطف اور

میں اُن فطرت نے ہر عہد کے انسان کو منسلک کیا ہے۔ یہ حقیقی تحریر، حقیقی ذور میں اور حقیقی ذور س ہوگی، اسی صدیق شاعر کے گلروختیل اور رجہ بے میں رسائی کی وہ کیفیت پیدا ہوگی جس کی بدولت وقت کی طائفیں سمجھ کر ماضی، حال اور مستقبل کو ایک نقطے پر لے آتی ہیں۔ آج کاشا ہر دور کے انسان کے جذبے کا ترجمان ہن جاتا ہے اور اس کی شاعری میں ہر دور کے احساس کی تحریر کا صاف پیچہ اہو جاتا ہے۔ لغتوں کے پردے میں پچھے ہوئے معانی کی تہیں یوں بخلتی ہیں کہ ہر انسان اخراوی طور پر اور ہر عہد پر حشیثت بمحفوی ان میں اپنی محرومی، اپنے غم، اپنی آرزو اور اپنے عزم کی تصویریں دیکھتا ہے۔ فرمان صاحب نے غالب کو اسی مفہوم میں شاعر امروز و فردا کہا ہے اور ان کی حقیقیں کی خوش تحریری اور تحقید کی خوش تحریری نے ان کو احساس اور دعوے کو خوش بیانی کی صورت دی ہے۔

بالکل شخصی سطح پر فرمان صاحب نے غالب کو ایک حل عظیم کے پیکر میں دیکھا ہے اور اس کی ذات میں انہیں صحوبی کے جلوے بھی نظر آئے جیں اور ان دونوں حشیثتوں کی انبیوں نے پوری فراخندی سے داد دی ہے۔ اس کے باوجود ان کی حقیقیں اور تحقید دونوں کا دامن افراط و تفریط کی دست بُود سے محظوظ رہا ہے۔

(۱۹۷۱ء)

ضمیم دوم

ڈاکٹر فرمان تحریری اور غالب شناسی

تحریر:

ڈاکٹر سید معین الرحمن

مطبوعہ:

(نقوش غالب، الوقار پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر فرمان فتحوری اور غالب شناسی

ڈاکٹر سید معین الرحمن

غالب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری کے پدراہ مقالات پر مشتمل ایک مجموعہ " غالب، شاعر امروز و فردا" ۱۹۷۰ء ستمبر ۱۹۷۰ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ پروفیسر سید وقار عظیم کے لفظوں میں، کسی شاعر کو یہک وقت شاعر امروز و فردا کہلانے جانے کا حق صرف اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے دل کی دھڑکنوں میں ہر انسان کے دل کی آواز سن سکے اور جب اس کی نظر آج کے انسان اور کل کے انسان کے درمیان فصل و بند سے گزر کر اس رشیت کا مشاہدہ کر سکے جس میں چاگون قدرت نے ہر ہمدرکے انسان کو منسلک کیا ہے۔ فرمان صاحب نے غالب کو اسی مضموم میں شاعر امروز و فردا کہا ہے اور ان کی تحقیق کی خوش تدبیری اور تقدید کی خوش تدبیری نے ان کے احساس اور دعوے کو خوش بیانی کی صورت دی ہے۔
(تحقیق: لاہور، غالب نمبر ۱۳۱، ۱۹۷۰ء، ص ۹۰-۹۱)

و اقدیم ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتحوری نے جس تو اتر اور اچھا کے ساتھ تقدید اور تحقیق کو اپنا شغل اور شعار ہایا ہے، اس کی کوئی دوسرا مثال ہماری کسی یونیورسٹی کے کسی اردو شعبے سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ غالب سے فرمان صاحب کو ایک گونہ شفف ہے۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" ان کے اسی مدد المعر کے عشق کا مظہر ہے۔ پدراہ مقالات پر مشتمل اس کتاب کے بعض خالص تحقیقی مضمون، غالب کی زندگی کے بارے میں کئی معلومات کے حامل ہیں، بعض ایک نئے تجدیدی زادوپی سے غالب کے غلوفن کے مختلف گوشوں کو سامنے لاتے ہیں اور بعض مضمون میں تحقیق و تقدید، دونوں کے خوشنود انتزان سے آہل ترقیتائی افادہ کے گے ہیں۔

غالب صدی پر بامبا اونگی سوتا ہیں لکھی گئی اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے، خود سے ڈاکٹر فرمان فتحوری کی تحریر ہے۔ غالب صدی کے موقع پر شائع ہوتے والی دو سو سے زیادہ کتابیں (یا کتابی اہمیت کی چیزوں) موجود ہیں لیکن ہا صرف ان چیزوں کے لئے ہے جو عالم انسانیت کے لئے قصہ بخش ہوں۔ غالب پر ڈاکٹر فرمان فتحوری کی یہ کتاب ان کے کم و بیش ایک چوتھائی صدی کے غور و غفر کا تجھ ہے۔ فرمان صاحب کے عظیم نظر میں تازگی اور اسلوب میں تو انہی ہے اور اس لئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اہم کتاب، غالب صدی پر شائع ہونے والی ان سیکھوں کتابوں میں سے ایک ہے جو ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ یہ کتاب پاکستان اور پاکستان سے باہر دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے شاپ میں اضافی مطالعے کے لئے جو ہر یونیورسٹی کی ہے اور بہت شوق سے بر ایک پر محی اور پڑھائی جاری ہے۔

غالب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری کا پہلا معلوم مقالہ " غالب " غالب کے کلام میں استعمال کے موضوع پر ہے۔ " غالب، شاعر امروز و فردا" میں شامل ان کا یہ مقالہ چالیس پیالیں برس پہلے رسالہ " ٹکار، تکھنون، شمارہ ۵۲، ۱۹۵۲ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ یہ صرف اپنے موضوع پر غالبیات میں پہلا مقالہ اور مطالعہ ہے بلکہ اب چالیس برس سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کی معنوی دلپذیری اور اس کی شادابی اور جاذبی میں سر موافق نہیں آیا۔

کلام غالب کے استعمال سلب و لمحہ کے بارے میں اس خیال افروز اور خیال اگنیز مقامے نے غور و غفر کی راہیں بھائیں اور بعد کے ہامور خادیوں نے اس چراغ سے اپنا چراغ روشن کیا۔

جناب شمس الرحمن فاروقی نے رسالہ " غالب " نام " دہلی " (شارہ جولائی ۱۹۸۷ء) میں فرمان صاحب کا حوالہ دیئے بغیر " اندراز گنگوہ کیا ہے؟ " کے عنوان سے غالب کے طرز استعمال کا مطالعہ کیا ہے۔ عاصراً اسی کا نتیجہ ہاں لکل درست کہا ہے کہ " شمس الرحمن فاروقی کے اس مضمون کو ڈاکٹر فرمان فتحوری کے ایک بہت معروف مقالے " غالب کے کلام میں استعمال " (مطبوعہ ٹکار، تکھنون، شمارہ ۵۲، ۱۹۵۲ء) کے ساتھ ملا کر پڑھنا لطف اور

یہیت کا سامان میجا کرتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحوری کا یہ مقالہ ان کی ایک کتاب "حقیقی، تحقیقی" (کراچی ۱۹۶۲ء) میں ان کی ایک دوسری بہت اہم کتاب " غالب: شاعر امروز و فردا" (لاہور ۱۹۷۰ء) میں بھی شامل ہے۔ یہ مقالہ "تحقیقی غالب" کے سو سالہ "نیا" کتاب (مرتبہ فیاض محمود پختا بیو بنور شی لاہور ۱۹۶۹ء) میں بھی منتخب ہوا۔
(غالب نامہ، تحریک ائمہ مطابعہ، عاصمہ اپریل ۱۹۹۸ء)

میں فرمان صاحب کے اس مقالے کو ناہیات کے ہمیوں صدی کے اصفہان خر کے اہم ترین مطالعات میں شامل اور شمار کر جاتا ہوں۔

میں ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر فرمان فتحوری کا یہ مقالہ "نگار" (لکھنؤ) کے صفات پر اول اول سائنس آیا اور ہندوستانی لہر دریہ ریشمی سماحت کا باعث ہوا۔ بقول ڈاکٹر محمد احسن فاروقی رسالہ "نگار" لکھنؤ کی وہی زندگی کے ناہیات میں سے تھا۔ اونچے طبقے میں صاحب علم اور صاحب ذوق ہونے کی پہچان یقینی کہ "نگار" کا خریدار ہوا اور اس کی رایوں پر بحث کر سکتا ہو۔ "نگار" مخصوص ادبی جریدہ تھیں بلکہ ایک ادارہ، ایک رجحان، ایک قدرتی۔ "نگار" کا نام ندوۃ العلماء سلطان المدارس اور لکھنؤ یونیورسٹی کے ساتھ لیا جاتا تھا اور "نگار" میں مضمون چھپ جانا دیسا ہی تھا جیسا کہ ان طبقی اداروں سے سندھل جائے۔

(نگار پاکستان کراچی، نیاز نمبر، حصہ اول، سال نامہ ۱۹۶۲ء، ص ۱۲۲)

ڈاکٹر فرمان فتحوری کو اسی "نگار" سے سنی ۱۹۵۲ء میں ان کے مقالے " غالب کے کلام میں استفہام" کی اشاعت پر ادبی تحقیقی کی سندھلی۔ یہ چالیس یا یاریں سال پہلے کی بات ہے جبکہ "آج" کے بہت سے "نامور" غالب شاہوں نے غالب پر لکھا ہی بھی شروع تھیں کیا تھا۔ بالغ غالب سے متعلق ان کی کوئی قابلی دکر تقدیمی تحریر، اس وقت (۱۹۵۲ء کے نصف اول) تک سائے نہیں آئی تھی۔ مجھے تیس خیال کہ ڈاکٹر ظیف عبد العظیم، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، کالیند اس پیترارخا، ڈاکٹر وچ قریش، مرتضیٰ حسین، غاصل لکھنؤی، ڈاکٹر گیان پنڈ، اسلوب احمد انصاری، ڈاکٹر شاہراحمد فاروقی، ڈاکٹر ظیف احمد، اکبر علی خاں مرشی زادہ اور قدرت نقوی ایسے متاز غالب شاہوں کی غالب سے متعلق کوئی قابلی کیا تھی؟

تحریر ۱۹۵۲ء سے پہلے شائع ہو کر توجہ کا مرکز تھی ہو۔

" غالب: شاعر امروز و فردا" میں فرمان صاحب کے پڑھنے والے شامل ہیں جو ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۹ء تک کا حاصل ہیں لیکن یہ اس عرصے کا کل حاصل نہیں۔ غالب کے بارے میں بہت سی تحریریں اس کتاب میں شامل نہیں۔ مثلاً اس جگہ فرمان صاحب کی ان تحریروں کے پڑھنے والے بے کل نہ ہوں گے:

- ۱۔ غالب کا ایک غیر معرف قدر، انکارتو، لاہور، فروری ۱۹۶۱ء
- ۲۔ غالب و اخیں کا زمان، رہائی کا ایک اہم دور، مخصوص: اردو رہائی ۱۹۶۲ء
- ۳۔ جدید اردو غزل، غالب سے حالی تک، سال نامہ شاہرا، کراچی ۱۹۶۵ء
- ۴۔ " غالب اور دوسرے مظاہرین" (تہرہ) نگار، کراچی، جنوری ۱۹۶۶ء
- ۵۔ "جان غالب" (تہرہ) نگار، کراچی، ۱ کتوبر ۱۹۶۶ء
- ۶۔ مولانا حامد حسن قادری اور غالب شناشی، سیپ، کراچی شمارہ ۸
- ۷۔ "روح الطالب فی شرح دیوان غالب" (تہرہ) نگار، کراچی، مارچ ۱۹۶۸ء
- ۸۔ "حوال و تقدیم غالب" (متقدہ تہرہ) نگار، کراچی، ستمبر ۱۹۶۷ء
- ۹۔ غالب و سر سید، ہماری زبان، علی گڑھ، ۱۵ نومبر ۱۹۶۸ء

پھر ۱۹۶۹ء کے بعد اب (۱۹۹۲ء)، تک غالب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحوری نے مختلف موقع اور جو الوں سے اتنا کچھ مزید لکھا ہے کہ اسے سمجھا کیا جائے تو ایک مستقل جھوکے کو کنایت کرے۔ لیکن یہاں میں ان کے صرف ایک مقالے کا ذکر کروں گا۔ "کیا دیوان غالب نہ امر وہ واقعی جعلی ہے؟" کے عنوان سے ڈاکٹر فرمان کا یہ مزکر آر تحقیقی مطالعہ، رسالہ " غالب" کراچی (ٹارہ ۸، ۹، سال ۷، ۸، ۱۹۷۶ء) میں شائع ہوا۔ اس مقالے کے مشمولات سے جزوی یا کلی اختلاف ہونا یا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے جس کا یہ محل نہیں لیکن یہ مقالہ فرمان صاحب کی جرأت الکھار کی بہت اچھی مثال ضرور ہے۔ اور اس موضوع پر بلا قید مقام اور وقت جہاں اور جب بھی بحث ہوگی، ڈاکٹر فرمان فتحوری کے اس مقالے سے صرف نظر نہیں کیا جائے گا۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ غالب کے بارے میں فرمان صاحب ہنوز برادر سونج رہے ہیں، لکھر رہے ہیں اور ان کا قلم آج بھی غالب کی کھونج میں رواں دواں ہے۔ چنانچہ پچھلے دو برسوں میں تغیریت غالب کے سلسلے میں ان کے بعض بہت اہم مقالات شائع ہوئے ہیں، مثلاً:

۱۔ ہم عصر سماجی مسائل کا ادراک اور غالب

(غالب نام (دہلی) جولائی ۱۹۹۲ء، سالانہ صریح کریمی ۱۹۹۱ء)

۲۔ غالب کے اثرات جدید اردو شاعری پر

(سہیت خال (کراچی) نومبر ۳۷، ۱۹۹۳ء)

۳۔ غالب کی شاعری اور مسائل تصوف

(سالانہ "صریح" کراچی بابت جون، جولائی ۱۹۹۳ء)

۴۔ کلام غالب میں لفظ "تنا" کی تحریر

(خاص نمبر اور اقت. ۱۱ جولائی ۱۹۹۳ء)

کہا یہ ہے کہ فرمان صاحب نے " غالب: شاعر امر دزو فردا" کی اشاعت کے بعد پچھلے ۲۵، ۲۳ برس میں بھی غالب سے اپنا تعلق منقطع نہیں کیا، اگرچہ وہ صرف غالب ہی کے ہو کر کبھی بھی نہیں رہے! انہوں نے ایک موقع پر کہا ہے کہ:

" غالب کی شخصیت یک پہلو نہیں، بہت پہلو ہے، ان کا فن یک

رجس نہیں صدر رجس ہے، ان کی ادبیت یک شیدہ نہیں، ہزار شیدہ

ہے، ان کی ذات یک صفت نہیں، جامع الصفات ہے، اردو

میں ان کی اذلیات ایک دنیں متعدد ہیں اور شعرو ادب پر ان

کے احسانات دوچار نہیں، ہے شمار ہیں۔

میں یہی بات خود فرمان صاحب کے بارے میں کہتا ہوں، بھن کہتا نہیں، اس پر

ایمان بھی رکھتا ہوں۔

کتابیات (BIBLIOGRAPHY)

۲۰۳

(الف) تصنیف و مُرثیات: ڈاکٹر فتح پوری

۲۰۵

(ب) غالبات سے حلقہ کا جس

۲۰۸

(ج) دیگر تاخذ

۲۰۸

(د) رسائل و جواب

۲۱۰

(ج) غیر مطبوعہ مقال

۲۱۰

(د) ملاقائیں

(الف) تصانیف و مرتباً ڈاکٹر فرمان فتحوری

- ۱۔ تدریس اردو، طبع اول، مکتبہ جامعہ تعلیم ملی، بلیسٹی، کراچی، مارچ ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۰ء
- ۲۔ اردو دریائی (فی و تاریخی ارتقاء)، طبع اول، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۶۲ء، ۱۹۸۴ء
- ۳۔ حقیقت و تحقید، ماڈران پبلیشرز، صدر، کراچی ۱۹۶۳ء، ۱۹۷۸ء
- ۴۔ اردو کی مظہوم داستانیں، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۶۳ء، ۱۹۷۰ء
- ۵۔ تادیل، تحریر، طبع اول، نذر ساز، لاہور ۱۹۷۸ء، ۱۹۸۰ء
- ۶۔ مولا ناجوہر، حیات اور کارناتا، لاہور ۱۹۶۹ء، ۱۹۸۸ء
- ۷۔ قابل، شاعر امروز و فرد ام، طبع اول، انعام رستم، لاہور ۱۹۷۷ء
- ۸۔ قرآنی بحث، دائرۃ المصطفی، لاہور ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء
- ۹۔ اردو شعر اکے تذکرے اور تذکرہ اگاری، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۷ء
- ۱۰۔ دریائے عشق اور براجحت کا تقابلی مطابق، آئینہ ادب، لاہور ۱۹۷۷ء
- ۱۱۔ نواب مرزا شوق تکھنی کی تین مثوبیات، آئینہ ادب، لاہور ۱۹۷۲ء
- ۱۲۔ زبان اور اردو زبان، طبع اول، قرآنی گھر، کراچی ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء
- ۱۳۔ اردو میں نقیہ شاعری، آئینہ ادب ائمہ کلی، لاہور ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۰ء
- ۱۴۔ نیا اور پرانا ادب، قرآنی گھر، کراچی ۱۹۷۷ء
- ۱۵۔ ڈاکٹر محمود حسین، تحقیقت اور تاثرات، سینگ میل بیلی کیش، لاہور ۱۹۷۵ء
- ۱۶۔ ارمغان گوکل پرشاد، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۷۵ء
- ۱۷۔ میر احمدی حیات اور شاعری، اردو اکیڈمی کی سندھ، کراچی ۱۹۷۶ء
- ۱۸۔ ہندی اردو تنازع، طبع اول، تحقیق بک قادر بنیشن، اسلام آباد ۱۹۷۷ء، ۱۹۸۸ء

- ۱۹۔ اردو اخلاع اور رسم الخط، سینگ میل بیلی کیش، لاہور ۱۹۷۷ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۰ء
- ۲۰۔ مولا ناجوہر موبائل، تحقیقت اور کارناتا، سینگ میل بیلی کیش، لاہور ۱۹۷۷ء
- ۲۱۔ اقبال سب کے لئے، اردو اکیڈمی کی سندھ، کراچی ۱۹۷۸ء، دہلی ۱۹۸۰ء

SIR SYED AHMED ON THE PRESENT STATE OF INDIAN POLITICS سینگ
میل بیلی کیش، لاہور ۱۹۸۲ء

- ۲۲۔ اردو انسان و انسانیتکار، اردو اکیڈمی کی سندھ، کراچی ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۳ء
- ۲۳۔ دیوبازیہ (سفرنامہ)، کاروان ادب، ملتان ۱۹۸۳ء
- ۲۴۔ خطبات مجموعہ، یونیورسٹی بکس، اردو پازار، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۲۵۔ فتن تاریخ گوتی اور اس کی اہمیت، سینگ میل بیلی کیش، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۲۶۔ نیاز فتحوری، تحقیقت اور فتن، اردو اکیڈمی کی سندھ، کراچی ۱۹۸۶ء
- ۲۷۔ نیاز فتحوری، تحقیقت اور فتن، اردو اکیڈمی کی سندھ، کراچی ۱۹۸۶ء

PAKISTAN MOVEMENT AND HINDI-HURDU CONFLICT

- ۲۸۔ اردو کا افسانوی ادب، بکن بکس، ملتان ۱۹۸۸ء
- ۲۹۔ اردو کی ظریفات شاعری، فیروز ساز، لاہور ۱۹۸۸ء
- ۳۰۔ اردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ، وکٹری بک بیک، لاہور ۱۹۹۰ء
- ۳۱۔ تحریک پاکستان اور تقدیم اظہم، سینگ میل بیلی کیش، لاہور ۱۹۹۰ء
- ۳۲۔ تحریک پاکستان اور تقدیم اظہم، سینگ میل بیلی کیش، لاہور ۱۹۹۰ء
- ۳۳۔ نیاز فتحوری، دیوباز و شنید، فیروز ساز، لاہور ۱۹۹۱ء
- ۳۴۔ امراءہ جان ادا (مقدمہ) و اڑاکھ لصلحیں، لاہور ۱۹۹۲ء
- ۳۵۔ توئی بھگتی، اردو اور پاکستان، کراچی ۱۹۹۲ء
- ۳۶۔ سری پر کاش اور پاکستان، پاکستان بکس ایڈنٹیٹری ساؤنڈز، لاہور ۱۹۹۳ء
- ۳۷۔ ادیبات و تحقیقات، پر و گریسو بکس، لاہور ۱۹۹۳ء
- ۳۸۔ اردو کی بصریں مثوبیات، نذر سوز بیلی کیش، لاہور ۱۹۹۴ء
- ۳۹۔ اردو املاء اور رسم الخط (اصول و مسائل)، حلقہ نیاز و تکار، کراچی، طبع سوم ۱۹۹۳ء
- ۴۰۔ غزل، اردو کی شعری روایت، حلقہ نیاز و تکار، کراچی، طبع سوم ۱۹۹۵ء

- ۱۰۔ زبیڈی، نظیر حسین، غائب اور دوسرے مضاہیں، مسعود، اکنہ بھی، کراچی ۱۹۶۳ء
- ۱۱۔ سیال، محمد حیات خاں، احوال و تند غائب، نذر سزا پبلیشورز، لاہور ۱۹۷۷ء
- ۱۲۔ شاداں بلکرائی، روح الخطاب فی شرح دیوان غائب، شیخ سارک ملی، شروع تا جر کتب، لاہور ۱۹۹۹ء
- ۱۳۔ شوکت بہزادی، ڈاکٹر، فلسفہ کلام غائب، الجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۶۹ء
- ۱۴۔ عاصم ایجاز، غائب نامہ (تجرباتی مطابع) شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، لاہور ۱۹۹۳ء
- ۱۵۔ حادث بر طبی، ڈاکٹر، غائب اور مطالعہ غائب، رائٹرز اکنہ بھی، لاہور ۱۹۶۹ء
- ۱۶۔ عبدالغفور احسن اور حجاج، باقر رضوی، غائب، ذاتی تاثرات کے آئینے میں، مجلس یادگار غائب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۹۹ء
- ۱۷۔ عبدالباری آسی لکھنؤی، علامہ، مجلس شرح دیوان غائب، شیخ محمد بشیر احمد سفر، لاہور ۱۹۳۰ء
- ۱۸۔ عبدالرحمٰن، تجویری، محاسن کلام غائب، فخری پرنسپل پریس، کراچی ۱۹۶۹ء
- ۱۹۔ عرشی، امتیاز علی، دیوان غائب، اردو، نسخ عرشی، مطبوعہ الجمن ترقی اردو، علی گڑھ ۱۹۵۸ء
- ۲۰۔ عطاء الرحمن کا کوئی، پروفسر، نذر غائب، مکتبہ اشان بک ڈپو، پشاور
- ۲۱۔ قاروئی، شماراحمد، تلاش غائب، لاہور، بھی ۱۹۶۹ء
- ۲۲۔ فیاض محمود، سید "GHALIB: A CRITICAL INTRODUCTION" یادگار غائب، مجلس یادگار غائب، لاہور ۱۹۶۹ء
- ۲۳۔ فیاض محمود، سید اور اقبال حسین، تعقیب غائب کے ۲۰ سال، مجلس یادگار غائب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۶۹ء
- ۲۴۔ قدرت نقوی، سید، غائب کو ان بے داش کہہ، حسین آگاہی، ملکان ۱۹۶۹ء

(ب) غالبات سے متعلق کتابیں

- ۱۔ آفاق، آفاق حسین، ہادرات غائب، ادارہ ہادرات، کراچی ۱۹۳۹ء
- ۲۔ چھٹائی، عید الرحمن، دیوان غالب، مرقع چھٹائی، ایوان اشاعت، بیج کی، لاہور، س۔ ان
- ۳۔ حائل، مولانا اطاف حسین، یادگار غائب، تاج بک ڈپو، لاہور
- ۴۔ حائل، مولانا اطاف حسین، یادگار غائب، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۴۳ء
- ۵۔ حائل، مولانا اطاف حسین، یادگار غائب، مکتبہ عالیہ، لاہور ۱۹۸۸ء
- ۶۔ حامد علی خان (مرتبہ)، دیوان غالب، مجلس یادگار غائب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۶۹ء
- ۷۔ حسرت موبائلی، شرح دیوان غالب، جمع دوم ۱۹۰۶ء
- ۸۔ حید احمد خاں، پروفیسر، دیوان غالب، نسخ حمید یہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، جمع دوم ۱۹۸۳ء
- ۹۔ ڈائزی، غالب، ۱۸۶۹ء-۱۹۱۹ء، یونیورسٹی پینک لرینیڈ، کراچی ۱۹۶۹ء

۲۵۔ قدرت نقوی، سید، (مرتب)، بیگانہ دل آشوب، الجمن ترقی اردو، پاکستان اکر اپنی ۱۹۷۹ء

۲۶۔ گوڑچاند پوری، جہان غالب، مکتبہ کائنات، لاہور ۱۹۶۹ء

۲۷۔ مالک رام، تلاذہ غالب، مرکز تصنیف و تایپ، گورنر ۱۹۵۹ء

۲۸۔ مالک رام، ذکر غالب، مکتبہ جامد، بلی ۱۹۷۶ء

۲۹۔ محمد اکرم شیخ، آزاد غالب، کتب خانہ حج آفس، بھی ۱۹۳۷ء

۳۰۔ محمد اکرم، حسین فرزانہ، ادارہ ثافت اسلامی، لاہور ۱۹۷۷ء

۳۱۔ مہر غلام رسول، غالب، سیمارک ٹلی ۷، جرکتب، لاہور، طبع چارم ۱۹۳۶ء

۳۲۔ مہر غلام رسول، خطوط غالب (طبع چشم)، شیخ غلام علی ایڈنسن پبلیشورز، لاہور ۱۹۸۴ء

۳۳۔ مختار الدین احمد، پروفیسر (مرتب)، احوال غالب، الجمن ترقی اردو (بند)، بلی گز ۱۹۵۳ء

۳۴۔ مختار الدین احمد، پروفیسر (مرتب)، نقہ غالب، الوقار پبلیکیشنز، لاہور، طبع دوم ۱۹۹۵ء

۳۵۔ مصین الرحمن، ذاکر، سید، صحیح غالب، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۸۱ء

۳۶۔ مصین الرحمن، ذاکر، سید، نقش غالب، الوقار ٹلی یکشنز، لاہور ۱۹۹۵ء

۳۷۔ مصین الرحمن، ذاکر، سید، غالب کاظمی سرمایہ، یونیورسیٹی پکس، لاہور ۱۹۸۹ء

۳۸۔ مصین الرحمن، ذاکر، سید، غالب اور انقلاب ستادن، لاہور ۱۹۸۹ء

۳۹۔ مصین الرحمن، ذاکر، سید، اشاریہ غالب، مجلس یادگار غالب، ٹیکاب پنجاب، لاہور ۱۹۹۹ء

(د) جرائد و رسائل

۱۔ "ادب لطیف"، لاہور، غالب نمبر ۱۹۶۹ء

۲۔ "ادیب" (سمانی)، بلی گز ۵، بنوری تاجون ۱۹۹۲ء

۳۔ "اردو" (سمانی) کراچی، بنوری تاجون ۱۹۹۹ء، (بیان غالب)، بنوری ۲ مارچ ۱۹۷۰ء

۴۔ "اعلم" کراچی، بنوری تاجون ۱۹۷۹ء، (غالب نمبر)

- نیادور، کراچی، جولائی ۱۹۹۵ء، جنوری ۱۹۹۶ء، اکتوبر ۱۹۹۷ء، نومبر ۱۹۹۸ء، مارچ ۱۹۹۸ء، جنوری فروری ۱۹۹۹ء، (باب نمر)، جون ۱۹۹۹ء، اگست ۱۹۹۹ء، سپتامبر ۱۹۹۹ء، اکتوبر ۱۹۹۹ء، مئی جون ۱۹۹۰ء، سپتمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء، جولائی اگست ۱۹۹۰ء، جون جولائی ۱۹۹۰ء (محمد احمد وید نمر)، اپریل جون ۱۹۹۰ء (حسرت نمر)، نومبر دسمبر ۱۹۹۰ء، فروری ۱۹۸۷ء، نومبر دسمبر ۱۹۸۷ء (جہر نمر)، نومبر ۱۹۸۸ء، فروری ۱۹۸۸ء، اکتوبر ۱۹۸۸ء، اکتوبر ۱۹۸۹ء، فروری ۱۹۸۹ء، جنوری ۱۹۹۰ء، جولائی ۱۹۹۰ء، جون ۱۹۹۰ء، اکتوبر ۱۹۹۰ء، نومبر ۱۹۹۳ء، جنوری ۱۹۹۴ء، اپریل ۱۹۹۴ء، مئی ۱۹۹۵ء، نیادور، کراچی، شمارہ ۵۵۰-۱۹۷۱ء۔

(ج) غیر مطبوعہ مقالہ: ایم اے (اردو)

- ۱- ۱۳۱ کنفرانس تحقیقی، بطور مخفق، مقاله نگار، نویسنده فردوس، گورنیت
کاخ، لاہور، جنوری ۱۹۹۱ء

(و) ملائقہ

- ۱- داکٹر فرمان فتحی پوری، لاہور، اپریل ۱۹۹۶ء
۲- داکٹر سید محسن الرحمن، لاہور، ۹۵-۹۴، ۱۹۹۷ء

- ۱۵۔ "افکار" کراچی، شمارہ ۲۰، ۵۰۰۷ء، جون ۱۹۹۴ء، ادراکی

۱۶۔ "ادراکی" لاہور، جولائی ۱۹۹۴ء، ناچس نمبر ۳، ادراکی

۱۷۔ "تحفیظ نامہ" محلہ شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، لاہور، شمارہ ۳-۳، ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۳ء

۱۸۔ "نشان" کراچی، جون ۱۹۹۳ء، ناچس نمبر ۳، ادراکی

۱۹۔ "بندوستی ادب" حیدر آباد، جنوری ۲۰۱۹ء، (نالپ نمبر)

۲۰۔ "ہماری زبان" (مفت روزہ) علی گڑھ، مارچ ۱۹۹۷ء، نمبر ۱۹۹۸ء، ادراکی

۲۱۔ "بھروسہ" (مفت) کراچی، جون ۱۹۹۹ء، ادراکی

۲۲۔ "رادیو" گورنمنٹ کالج، لاہور، اپریل ۱۹۹۹ء، (نالپ نمبر)

۲۳۔ "شاعر"، بھٹکی، نالپ نمبر ۱۹۹۹ء، ادراکی

۲۴۔ "تحفیظ" لاہور، جنوری فروری، مارچ ۱۹۹۹ء، اپریل ۱۹۹۹ء، جولائی، اگسٹ، ستمبر ۱۹۹۹ء، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۹ء، ادراکی

۲۵۔ "صریر" سالانہ، جون، جولائی ۱۹۹۳ء، ادراکی

۲۶۔ علی گڑھ میڈیزین، نالپ نمبر، پاہت ۳۹-۳۹، اپریل ۱۹۹۸ء

۲۷۔ قومی زبان کراچی، دسمبر ۱۹۹۸ء، مارچ ۱۹۹۹ء، فروری ۱۹۹۹ء، اپریل ۱۹۹۸ء

۲۸۔ ماہ نو، کراچی، فروری ۱۹۹۹ء، فروری ۱۹۹۰ء، جنوری، فروری ۱۹۹۹ء، فروری ۱۹۹۹ء، اپریل ۱۹۹۷ء

۲۹۔ محفل، لاہور، جنوری ۱۹۷۹ء، ادراکی

۳۰۔ لغوش، لاہور، نالپ نمبر ۱، شمارہ ۱۱۱، فروری ۱۹۹۹ء، (نالپ نمبر)، نالپ نمبر ۲، شمارہ ۱۱۳، اکتوبر ۱۹۹۹ء، نالپ نمبر ۳، شمارہ ۱۱۴، اکتوبر ۱۹۹۷ء

۳۱۔ "کھدا، تکنؤ، می" ۱۹۵۲ء، اکتوبر ۱۹۵۲ء، جولائی ۱۹۵۲ء، دسمبر ۱۹۵۵ء، می ۱۹۵۶ء، اکتوبر ۱۹۵۷ء، جنوری ۱۹۶۱ء، فروری ۱۹۶۱ء

